اورینٹل کالج میگزین

حصّہ اوّل

ایڈیٹر

محمد شفیع

(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

اورینٹل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے کہ احیا و ترویجِ علومِ شرقیہ کی تحریک کو تاحدِ امکان تقویت دی جائے' اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت' عربی' فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ٭

کس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کیے جائیں گے ٭

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شایع ہوتا ہے حصہ اوّل عربی' فارسی' پنجابی (بحروفِ فارسی)' حصہ دوم سنسکرت' ہندی' پنجابی (بحروف گورمکھی)' ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ٭

وقتِ اشاعت | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر' فروری' مئی' اگست[1] میں شایع ہوگا'

قیمت اشتراک | سالانہ چندہ حصہ اردو کے لیے ۲/ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی نمبر کے رسالے کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری' مئی' ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیے ٭

خط و کتابت و ترسیل زر | خریدِ رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں'

محلِ فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ٭

قلمِ تحریر | حصہ اردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم اے اورینٹل کالج سے متعلق ہیں اور یہ حصہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم' اے' پی ایچ ڈی کی اعانت سے مرتب ہوتا ہے ٭

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے اسلئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شایع ہوتا ہے ۔

فہرست مضامین

جلد ۱۸ عدد ۲ بابت ماہ فروری ۱۹۴۲ء عدد مسلسل ۶۸

نوٹ۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبران اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ الیشر داس پرنٹر طبع ہوا۔ اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

تنقید بر آبحیات مولانا محمد حسین آزاد

(سلسلہ کیلئے دیکھو یہی رسالہ بابت ماہ نومبر ۱۹۴۱ء)

ص۱۵۲۔ گذشتہ سے پیوستہ۔ قولہ:۔ مرزا دل شکستہ ہو کر گھر میں بیٹھ رہے قدردان موجود تھے۔ کچھ پروانہ ہوئی۔ ان میں اکثر رؤساء و امراء خصوصاً مہربان خان اور بسنت خان خواجہ سرا تھے"۔

مرزا کی دل شکستگی بالکل بے جا معلوم ہوتی ہے۔ خود ہی پادشاہ کی غزلیں بنانے سے انکار کرتے ہیں۔ اس کی غزلوں کو بدبودار بتاتے ہیں۔ جا کر گھر بیٹھ رہتے ہیں۔ اور دل شکستہ بھی ہو جاتے ہیں۔ مرزا نہ ٹھہرے چھوٹی موٹی چھوئی موئی ٹھہرے۔ دہلی میں مرزا کا کوئی ممدوح مہربان خان نامی نہیں ہے۔ بلکہ یہ مہربان خان فرخ آباد میں ہے۔ جو مرزا کو عماد الملک سے ۱۱۷۰ھ میں مانگ لیتا ہے۔

دہلی میں مرزا کے ممدوحین میں بسنت خان محمد شاہی کے علاوہ نواب سیف الدولہ احمد علی خان بہادر پسر صلابت خان بخشی احدیان تھے۔ دوسرے نواب عماد الملک غازی الدین خان جن کی تعریف میں کلیات میں چار قصیدے موجود ہیں۔

ص۱۵۳۔ قولہ:۔ غرض ۶۰ یا ۶۶ برس کی عمر میں دلی سے نکل کر چند روز فرخ آباد میں نواب بنگش کے پاس رہے۔ اس کی تعریف میں بھی کئی قصیدے موجود ہیں۔ وہاں سے ۱۱۸۵ھ میں لکھنؤ پہنچے"۔

اس سے قبل مرزا کا سال پیدائش حضرت مولنا نے ۱۱۲۵ھ بیان فرمایا ہے۔ اس حساب سے ان کی ساٹھ اور چھیاسٹھ برس کی عمر کے وقت سال ہجری

۱۱۸۵ھ و ۱۱۹۱ھ ہونا چاہیئے۔ مگر اس عہد سے پندرہ بیس سال قبل وہ دہلی کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ اور فرخ آباد پہنچ جاتے ہیں۔ قایم مخزن نکات میں بذیل مہربان خاں بہادر لکھتا ہے :-

"درین اثنا یگانۂ جہان اشرف زمان حضرتم مرزا محمد رفیع سودا سلمہ اللہ تعالےٰ برفاقت وزیر الممالک نواب غازی الدین خان بہادر در بلدۂ فرخ آباد رسیدند، خان موصوف از نواب وزیر درخواستہ مرزا ے موصوف را برفاقت خود گرفت۔" ۵۵

وزیر الممالک نواب غازی الدین خان عماد الملک بروایت تاریخ مظفری و سیر المتاخرین وصولیٔ زر کے لئے حسب الحکم احمد شاہ ابدالی ۱۱۷۰ھ میں فرخ آباد پہنچتے ہیں۔ اس طرح سودا ۱۱۷۰ھ میں فرخ آباد پہنچ گئے اور کم از کم ۱۱۸۳ھ تک تو ضرور یہاں رہے۔ کیونکہ اس سال وہ ایک خط فرخ آباد سے میر اولاد محمد خاں بلگرامی کو دکن میں بھیج رہے ہیں۔ شفیق اورنگ آبادی اپنے مشہور تذکرہ گل رعنا میں مرزا کے ترجمہ میں رقمطراز ہے :-

"بعد تحریر این تذکرہ خطے محرر غرہ ربیع الآخر سنہ ثلاث و ثمانین و مایہ الف بنام میر اولاد محمد خاں بلگرامی از فرخ آباد بدکن فرستادہ۔"

بہرحال مرزا سودا تیرہ چودہ سال فرخ آباد میں رہے اور ۱۱۸۵ھ میں یا اس سے کچھ قبل لکھنؤ نہیں بلکہ فیض آباد تشریف لے گئے۔ کیونکہ شجاع الدولہ کا دار الحکومت فیض آباد تھا۔

کلیات سودا میں نواب احمد خان بنگش کی تعریف میں مجھے کوئی قصیدہ نہیں ملا۔ مولانا کو ممکن ہے احمد علی خان (سیف الدولہ) کے نام پر بنگش کا دھوکا ہو گیا ہو۔

اب میں اس ادبی بحث و مباحثہ کا ذکر کرتا ہوں۔ جو رسالہ عبرت الغافلین تالیف ہونے کی بنا پر سودا اور مرزا فاخر مکین کے درمیان وقوع میں آیا اور بہت جلد بعد مجادلہ و مناقشہ کی صورت میں بدل گیا۔ آزاد نے تفصیل کے ساتھ آبحیات میں اسے بیان کیا ہے۔ بظاہر آزاد کے پاس اس قصہ کا ماخذ نوسو ابیات کا وہ قصیدہ ہے۔ جو کلیات سودا (طبع مصطفائی دہلی ۱۲۷۲ھ) کی ابتدا میں چھپا ہے۔ لیکن تعجب اس امر پر آتا ہے۔ کہ مولانا آزاد نے خاص طور پر آخری بیانات میں اپنے اصل سے بالکل اختلاف کیا ہے۔ جس کے لئے بظاہر ہمیں کوئی وجہِ جواز معلوم نہیں۔ میں اس قصّہ کو اس موقع سے لیتا ہوں جب شیخزادے سودا کو پکڑنے آئے ہیں اور کہتے ہیں۔ جلد چلئے مرزا نے آپ کو بلایا ہے۔ مرزا خفقان کا بہانہ کرتے ہیں اور کل پر ٹالتے ہیں۔ وہ نہیں مانتے۔ ایک شخص نے ان کے کوکھ پر چھری دھر دی اور دو شخص ننگی تلواریں لئے کھڑے ہو گئے اور بولے ہم تمہیں اسی وقت لے جائیں گے اور وہ رسالہ بھی جو آپ کی تصنیف ہے ساتھ لے لیجئے۔

الغرض سودا نے جب یہ درشتی دیکھی۔ ناچار میانہ منگوا کر اس میں بیٹھے ان بدمعاشوں میں سے ایک ننگی چھری لئے میانے میں آبیٹھا۔ اب یہ شیطانی لشکر روانہ ہوا۔ حکیم اصلح الدین جن کی طرف یہ قصیدہ منسوب ہے۔ کہتا ہے کہ مرزا اپنے گھر سے ابھی دس قدم ہی گئے ہونگے۔ کہ سامنے سے نواب سعادت علی خان بسواری فیل آرہے تھے۔ مرزا کو میانے میں اور گرد وہ شیطانی لشکر دیکھ کر پوچھنے لگے۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ اور جب اصل حقیقت معلوم ہوئی۔ سودا کو اپنے پاس خواصی میں بٹھا لیا۔ چنانچہ اصل اشعار:۔

سودا نے ان اشرار کی دیکھی جو یہ شدت　　　سمجھا کہ کرینگے نہ یہ بدذاتی میں تقصیر

ناچار میانے کو منگا اس میں وہ بیٹھا
جب دیکھی کوئی اسنے بجز اسکے نہ تدبیر

ان میں سے چھری کھینچ وہیں آنکے ملدی
چڑھ بیٹھا میانے میں بھی اک بچۂ خنزیر

اس طرح سے جب لیچلا انہا اسے پاکر
وہ لشکر شیطان دغا پیشۂ بے پیر

گھر اسکے سے لے پہنچے تھے تا دس قدم اسکو
ناگاہ تماشہ یہ دکھائی انہیں تقدیر

نواب سعادت علی خاں ہاتھی کے اوپر
با فوج و حشم او سگھڑی آکر ہوئے رہگیر

دیکھیں تو ہے مردار قبیح اک میانے کے اندر
اور گرد ہے اس میانے کے اک جم مقابہیر

سودا سے لگے پوچھنے یہ ماجرا کیا ہے
سنکر کی اس احوال کی کچھ تھوڑی سی تقریر

بٹھلا لیا نواب سعادت علی خاں نے
سودا کے تئیں اپنے خواصی میں بتوقیر

جیسے ہی نواب سودا سے مخاطب ہوئے وہ نابکار بھاگ گئے اور سیدھے اپنے استاد کے گھر پہنچے۔ ادھر نواب سودا کو لے کر اپنے گھر آئے۔ سودا سے فرمانے لگے۔ افسوس ہے کہ میں صاحب اختیار نہیں۔ ورنہ تم دیکھتے کہ میں ان بدذاتوں کو کیسی سخت سزا دیتا۔ اب تم کچھ عرصہ میرے پاس رہو۔ ورنہ ممکن ہے کہ وہ پھر آکر تم سے پرخاش کریں۔ الغرض سودا نے تمام قصہ دوہرایا اور رات شب اپنے گھر پہنچ گیا۔ جب اس واقعہ کی خبر نواب آصف الدولہ کو ہوئی۔ بہت برافروختہ ہوئے۔ اپنے نائب مختار کو بلایا اور حکم دیا کہ شیخوں کا محلہ کھدوا کر پھینک دو اور گنگا پار اخراج کر دو۔ سب سے پہلے مکین کو نکالو۔ جس نے ان اشرار کو مامور کیا تھا۔ میرے حکم کی فوراً تعمیل کرو۔ اگر تم نے دیر کی۔ میں خاصہ نہیں کھاؤں گا۔

یہاں میں بخوف طوالت حشو و زوائد کو حذف کر کے صرف ضروری اشعار پر قناعت کرتا ہوں:۔

سودا سے جو ہیں ٹک متوجہ ہوئے نواب
یک چشم زدن میں یہ ہوئے وہاں سے ہوا گیر

جز پیر کے گھر اپنے کہ اک آن میں پہنچے
ٹھہرے نہیں بیچ میں یہ بھاگے وہ بے پیر

نواب جو سودا کے تئیں لے گئے ہمراہ　　داخل ہو مکاں بیں۔ لگے فرمانے یہ تقریر
حاکم نہیں اس عہد کا مجبور ہوں ورنہ　　تم دیکھتے دنیا میں جو انکے تئیں تعزیر
فرمایا پھر اس کے تئیں از راہ تقاضا　　تم یاں رہو یکچند کہ جانا نہیں تدبیر
تم سے کریں پھر آنکے شاید کہ غلش وہ　　ان موذیوں کا بسکہ ہے بدذاتی سے تخمیر
سودا نے کہا یہ ہے مرا خانہ امید　　حق اس کو رکھے حشر تلک فیض کی جاگیر

. . . .

احوال یہ کر عرض ہو نواب سے رخصت　　کر آیا اسی رات کو گھر اپنے میں شبگیر
پہنچی جب اسے یہ خبر آفاق میں جو تھا　　فریادرس آہو و کلہ شکن شیر
وہ آصف جم جاہ کہ عدل اسکے سے دایم　　شاہیں رہا عہد اسکے میں محکوم عصافیر
یہ شعلہ ور آتش خشم و قہر کی اس کے　　اوس لحظہ نفی فاصر ہے بیاں جسکے ہیں تقریر
مختار تھا اس عصر میں نواب کا نائب　　لایا تھا ممالک کو وہ سب اسکے یہ تسخیر
فرمایا اسے آصف دوراں نے بلاکر　　ان شیخوں کی تم نے سنی یہ بدعت و تقصیر
ناحق متعرض ہوے سودا سے وہ جاکر　　واللہ کہ ہے ان کی خطا کی یہی تعزیر
کھدواؤ محلہ کو ابھی جاکے انہوں کے　　اور منہدم اس کو کرو جو ان کی ہو تعمیر
پھر ان میں سے ایک ایک کو گنگا کے کرو پار　　اخراج ہوں کو کرو لے طفل سے تا پیر
اور پہلے اُسے پار اترواؤ کہ جس نے　　بھیجا تھا ان اشرار کو ناہمسر زد و گیر
لاؤ مرے احکام کو تم جلد عمل میں　　خاصہ میں نہ کھاؤنگا اگر اس میں ہوئی دیر

(صنہ ۲۰ کلیات سودا طبع مصطفائی دہلی ۱۲۸۰ھ)

نائب مختار شیخوں کے سردار کا دوست تھا۔ اس کے لحاظ سے اس نے یہ تدبیر کی کہ اپنے عہدہ داروں کے ساتھ مرزا مکین اور تمام شیخ زادوں کو مرزا سودا کے پاس معافی مانگنے اور قصور معاف کرانے کے لیے بھجوا دیا۔ پوری ٹولی نے

ندامت اور شرمندگی کے ساتھ اپنی خطا بخشوائی۔ مرزا نے ان کا قصور معاف کر دیا اور عطر و پان دے کر ان کو رخصت کیا۔ نواب آصف الدولہ کے ہرکارے موجود تھے۔ انہوں نے سارا ماجرا نواب کے گوش گذار کر دیا۔ اور اس پر یہ معاملہ ختم ہو گیا۔"

نائب نے جو نواب کے اسوقت میں دیکھی — اس مرتبہ نارِ غضب و غصہ کی تاثیر
حیراں تھا کہ کیا بات بناؤں میں کہ جس سے — نواب کے نزدیک معاف انکی ہو تقصیر
تھا اسکو سلوک اس سے ان ایام میں منظور — رکھتا تھا وہ شیخوں کی بسرداری جو تشہیر
خاطر کا تھا پاس اسکے جو مختار کو ملحوظ — از بہر رفاہ اسکے یہ نائب نے کی تدبیر
ارکانوں کو تب اپنے بلا کر کہا اس نے — یہ کام کرو جلد کرو اس میں نہ تاخیر
سب شیخ بچوں کے تئیں تم اور ملکیں کو — سودا کنے لیجا کے کرو اس سے یہ تقریر
حاضر ہوئے ہیں آکے گنہگار تمہارے — جس طرح انہیں چاہیے اب دیجئے تعزیر
القصہ جو تھے نائب مختار کے ارکاں — آ شیخوں کے گھر میں وہ لگے کرنے یہ تقریر
سودا کے گھر اب تم چلو سب لیکے ملکیں کو — اسمیں ہی بھلائی ہے تمہاری نہ کرو دیر
سودا کنے جس وقت کہ انکے تئیں لائے — خجلت سے ہر اک انمیں تھا غرقِ خوی تشویر
خفت سے انہوں کے تھا جو کچھ چہروں کا عالم — احوال وہ زنہار نہیں قابلِ تحریر
سودا کے حضور ان سبھوں کو لائے وہ اشخاص — اور بولے کہ ان خاطیوں کی بخشیئے تقصیر
سودا نے کہا انکی ہیں تقصیر سے گذرا — سر آکے انہوں نے مرے آگے کیئے جب زیر
یہ کیا کریں اس میں کہ مقدر مرے یوں تھا — انسان کو لازم ہے رہے تابع تقدیر
رخصت انہیں سودا نے کیا عطر دے اور پان — حاصل یہ انہیں اس حرکت سے ہوئی توقیر
ہرکارے نواب آصف الدولہ کے تھے حاضر — جا عرض کیا دیکھ گئے تھے جو یہ تفسیر
سودا کا کشاکش وہ ہوا موجب عزت — اس سے بڑھی اور اسکی تو استادی کی توقیر
اے مصحفی اس طرح سے یہ سانحہ گذرا — جو تو نے بقا ساتھ کیے معرکے تحریر

(صفحہ ۲۰ کلیات سودا نسخہ [illegible])

یہ بیان مولانا آزاد کے بیان سے بالکل مختلف ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ
" اتفاقاً سعادت علی کی سواری آ نکلی۔ مجمع کو دیکھ کر ٹھہر گئے اور حال دریافت
کر کے سودا کو اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھا کر لے گئے۔ آصف الدولہ حرم سرا میں
دستر خوان پر تھے۔ سعادت علی خاں اندر گئے اور کہا کہ بھائی صاحب بڑا غضب
ہے۔ آپ کی حکومت! اور شہر میں یہ قیامت! آصف الدولہ نے کہا۔ کیوں
بھئی خیر باشد، انہوں نے کہا کہ مرزا رفیع جس کو باواجان نے برادر او رمشفق
مہربان کہہ کر خط لکھا۔ آرزوئیں کر کے بلایا اور وہ نہ آیا۔ آج وہ یہاں موجود ہے
اور اس حالت میں ہے۔ کہ اگر اس وقت میں نہ پہنچتا۔ تو شہر کے بدمعاشوں نے
اس بیچارے کو بے حرمت کر ڈالا تھا۔ پھر سارا ماجرا بیان کیا ؛
آصف الدولہ فرشتہ خصال گھبرا کر بولے۔ کہ بھئی مرزا فاخر نے ایسا کیا
تو مرزا کو کیا گویا ہم کو بے عزت کیا۔ باواجان نے انہیں بھائی لکھا تو وہ ہمارے
چچا ہوئے۔ سعادت علی خاں نے کہا۔ کہ اس میں کیا شبہ ہے۔ اسی وقت باہر
نکل آئے۔ سارا حال سنا۔ بہت غصہ ہوئے۔ اور حکم دیا کہ شیخ زادوں کا محلہ کا
محلہ اکھڑوا کر پھینک دو اور شہر سے نکلوا دو۔ مرزا فاخر کو جس حال میں ہو اسی حال
سے حاضر کرو۔ سودا کی نیک نیتی دیکھنی چاہیئے۔ ہاتھ باندھ کر عرض کی "کہ جناب عالی
ہم لوگوں کی لڑائی کاغذ قلم کے میدان میں آپ ہی فیصل ہو جاتی ہے۔ حضور اس میں
مداخلت نہ فرماویں۔ غلام کی بدنامی ہے۔ جتنی مدد حضور کے اقبال سے پہنچی وہی
کافی ہے۔ غرض مرزا رفیع باعزاز و اکرام وہاں سے رخصت ہوئے۔ نواب نے
احتیاطاً سپاہی ساتھ کر دیئے ؛
حریفوں کو جب یہ راز کھلا تو امراء کے دربار کے پاس دوڑے۔ صلاح
ٹھہری۔ کہ معاملہ روپیہ یا جاگیر کا نہیں۔ تم سب مرزا فاخر کو ساتھ لے کر مرزا رفیع کے

پاس چپ جاؤ۔ اور خطا معاف کروالو۔ دوسرے دن آصف الدولہ نے سر دربار مرزا فاخر کو بھی بلایا اور کہا۔ کہ تمہاری طرف سے بہت نازیبا حرکت ہوئی اگر شعر کے مرد میدان ہو تو اب رو برو سودا کے ہجو کہو۔ مرزا فاخر نے کہا "این از ما نمی آید۔ آصف الدولہ نے بگڑ کر کہا۔" درست۔ این از شما نمی آید۔ این می آید کہ شیاطین خود را بر سر میرزای بیچارہ فرستادید۔ از خانہ بہ بازارش کشیدند و میخواستند آبرویش بخاک ریزند"۔ پھر سودا کی طرف اشارہ کیا۔ یہاں کیا دیر تھی فی البدیہہ رباعی پڑھی :۔

توشرخر اسانی و فا ساقط ازو — گو ہر بد ہان داری و را ساقط ازو

روزان و شبان زحق تعالیٰ خواہم — مرکب دہدت خدای و باساقط ازو

یہ جھگڑا تو رفع دفع ہوا۔ مگر دور دور سے ہجووں میں چوٹیں چلتی رہیں"۔ (آبحیات ص ۱۴۲)

حضرت مولانا نے اپنے زور قلم سے اس بیان کو بالکل حقیقی اور راست نما بنا دیا ہے۔ لطف یہ ہے۔ کہ شیخ چاند 'سودا' کے قابل مصنف نے بغیر مزید تلاش و مقابلہ اس کو قبول کر لیا ہے۔ مگر اس ڈرامے کا جو نواب کے سامنے ہوتا ہے سید اصلح الدین خاں کی نظم میں کہیں مذکور نہیں۔ قصہ کو ڈرامائی چاشنی دینے کے لئے فاخر مکین اور نواب کی گفتگو فارسی زبان میں کرائی جاتی ہے مگر یہ رباعی جو مرزا سودا فاخر مکین کی ہجو میں آصف الدولہ کے سامنے فی البدیہہ پڑھتے ہوئے دکھائے گئے ہیں حقیقت میں سودا کی ملک نہیں ہے بلکہ قدیم ہے راقم کے پاس ایک بیاض ہے جو شاہجہان کے عہد میں ۱۰۶۲ھ میں نقل ہوئی ہے۔ اس بیاض میں یہ رباعی موجود ہے۔ یوں بھی یہ امر قابل حیرت ہے۔ کہ مرزا مکین جن کا نام فاخر ہے۔ رباعی میں فخر کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ وہ خراسانی نہیں ہیں بلکہ کشمیری الاصل۔ اسلئے سودا کو کیا ضرورت تھی کہ اپنی

رباعی میں فاخر کا نام اور وطنیت غلط دینا ۔

فاخر فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے ۔ جب شاہ عالم پادشاہ الہ آباد میں مقیم تھے ۔ مکین کو اودھ سے الہ آباد بلواتے ہیں ۔ بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں ۔ اپنے کلام کا طومار اصلاح کے لئے پیش کرتے ہیں ۔ یہ مکین ہیں ۔ جو شاہ عالم پادشاہ کا تخلص آفتاب رکھتے ہیں ۔

حضرت مولنا کا آصف الدولہ کے سامنے سعادت علی خاں کے منہ سے یہ فقرہ کہلوانا ۔ کہ " مرزا رفیع جس کو باوا جان نے برادر اور مشفق مہربان لکھکر خط لکھا ۔ آرزوئیں کر کے بلایا اور وہ نہ آیا ۔ آج وہ یہاں موجود ہے اور اس حالت میں ہے ۔ کہ اگر اس وقت میں نہ پہنچتا تو شہر کے بدمعاشوں نے اس بیچارے کو بے حُرمت کر ڈالا تھا " (ص۱۷۱) دُور از حقیقت معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ سوؔدا شجاع الدولہ کے دَور میں فیض آباد پہنچ کر اس کی سرکار میں تعلق پیدا کر لیتے ہیں ۔ اور نواب مذکور بقول مصحفی " بودن او را در سرکار خود بسیار غنیمت می دانستند " (تذکرہ ہندی ص۱۲۶) ، کلیات سودا میں شجاع الدولہ کی تعریف میں چھ قصیدے موجود ہیں ۔ جو صفحات ۸۳ ، ۸۴ ، ۸۶ ، ۸۷ ، ۸۸ ، ۸۹ پر درج ہیں ۔ آخری قصیدہ ۱۱۸۸ھ میں حافظ رحمت خاں اور روہیلوں پر شجاع الدولہ کی فتحیابی کے موقعہ پر مرقوم ہوا ہے ۔ اس قصیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود سوؔدا اس جنگ میں شریک تھے ۔ روہیلوں کی صف بندی کے ذکر میں لکھا ہے

تھا عزم یہ ہر ایک کا گاویں گے بیٹھ ہم	تیغوں کو کھینچ کھینچ کے فلقاری مار مار
آئے تھے وہ چنانچہ اسی طرح روز جنگ	پایا تھا جوں دلوں میں خیال ان کے نے قرار
گاتے بجاتے ناچتے اور کودتے ہوئے	سایہ میں جھنڈیوں کے صفیں باندھ بیشمار
وہ جھنڈیاں نظر پڑیں اک دم میں اسطرح	گاذر بچھاویں پارچے جوں نہر کے کنار

سوداؔ ان فراریوں سے جو حافظ رحمت خان کی لاش میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اسکا سبب استفسار کرتے ہیں۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ مشیت ایزدی یوں ہی تھی۔ ہمارا اختیار نہیں تھا۔

ان میں سے اس غلام کے تھے اکثر آشنا
میں نے کہا انہوں سے کہ تم جیسے جانگذار
یک قوم و یک برادری و یک گروہ کے
ہو سامنے حریف کے بے حد و بیشمار
حافظ کی لاش ڈال گئے معرکہ میں تم
فتح و شکست مردوں کو ہے پر یہ اضطرار
ان میں سے ایک نے بدم سرد یہ کہا
خواہش خدا کی یوں تھی نہ تھا اپنا اختیار

(ص ۸۹ کلیات سودا)

مختصر یہ کہ ان قصائد سے سودا کا تعلق شجاع الدولہ کی سرکار میں کافی سے زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ خود مولانا ارشاد فرما چکے ہیں۔ کہ سوداؔ "۱۱۸۵ھ میں لکھنؤ پہنچے۔ (ص ۱۵۳) سودا اور فاخر مکین کا قصہ آصف الدولہ کے دور میں واقع ہوتا ہے۔ (جو ۱۱۸۸ھ سال وفات شجاع الدولہ اور ۱۱۹۵ھ سال وفات سوداؔ کے درمیان کسی وقت رونما ہوا ہوگا) سودا کے کئی سال فیض آباد اور لکھنؤ میں گذارنے کے باوجود آصف الدولہ کی ان کے وجود سے بے خبری تقریباً ناممکن ہے۔ اسلئے سعادت علی خاں کا ایک اجنبی پیرایہ میں آصف الدولہ کا ان سے تعارف کرانا اور نواب کا سادہ لوحانہ انداز میں کہنا۔ کہ" باوا جان نے انہیں بھائی لکھا۔ تو وہ ہمارے چچا ہوے"۔ اور" فاخر نے ایسا کیا تو مرزا کو کیا گویا ہم کو بے عزت کیا"۔ محض حضرت مولانا کا دلآویز پیرایۂ بیان مگر غیر تاریخی ہے ورنہ اصلح الدین اس گفتگو کا اپنے قصہ میں ذکر کرتا۔

ص ۱۷۳۔ قولہ:۔ آصف الدولہ ایک دفعہ شکار کو گئے۔ خبر آئی۔ کہ نواب نے بھیلوں کے جنگل میں شیر مارا۔ باوجودیکہ ہمیشہ انعام و اکرام کے انبار وں سے

ے۔ مگر فوراً کہا۔

ن ملجم پیدا ہوا دوبارا   شیر خدا کو جس نے بھیلوں کے بن میں مارا

ی خبر ہوئی۔ جب پھر کر آئے تو خود شکایت دوستانہ کے طور پر کہا۔ کہ
نے ہم کو شیر خدا کا قاتل بنایا۔ ہنس کر کہا کہ جناب عالی! شیر تو اللہ ہی کا
ضور کا نہ فدوی کا "۔

حضرت مولانا نے اس لطیفہ میں شیرِ خدا کی تشریح تو کر دی۔ مگر ابن ملجم
تشریح نہیں کی۔ نواب پر ابن ملجم کی پھبتی یقیناً قابل اعتراض ہے۔
سلہ میں جناب صفدر میرزا پوری اپنی تالیف 'حسن خیال' میں تحریر
ہیں :-

آبحیات میں مولانا آزاد نے اس واقعہ کو بدل کر نواب کے
حق میں منسوب کر دیا۔ سودا کو کچھ سودا تو تھا نہیں کہ نواب کی
شان میں ایسا گستاخانہ شعر کہتے "۔ صہ ۹۵

صاحب اس لطیفہ کو 'حضرت زاہد' کی سند پر اس طرح لکھتے ہیں :-

نواب آصف الدولہ بہادر ایک دفعہ شکار کو گئے۔ ایک ولایتی اور سودا
تھے۔ ولایتی کا نام عبدالرحمن تھا۔ اس نے پیادہ تلوار سے شیر کو مارا۔
الدولہ کو یہ دیکھ کر کچھ خفت ہوئی۔ اس کے رفع کرنے کو سودا نے فوراً کہا

یہ ابن ملجم پیدا ہوا دوبارا   بھیلوں کے بن میں جس نے شیرِ خدا کو مارا

قاتلِ شیرِ خدا حضرت علی کا نام بھی عبدالرحمن تھا) اسلئے ولایتی کو بہت
ایا۔ اور وہ تلوار کھینچ کر سودا پر جھپٹا۔ اور فحش دشنام دینے لگا۔ سودا
ا۔ "جناب آغا خیر است۔ این مقالات شایان شان شمانیست"۔ ولایتی
واب دیا۔ "آنچہ تو گفتی (بہ) نظم بود۔ نظم از ما نمی آید۔ حالا این نثر را گوش کن"۔

سودا جھٹ آصف الدولہ کی ثنا میں ہو گئے۔ نواب نے ولایتی کو روکا۔ تب جان بچی۔" حسن خیال صد ۹۴-۹۵

ہم اس موقع پر العلم عند اللہ کہہ کر آگے بڑھتے ہیں۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ جناب صفدر صاحب کے قصے میں معقولیت کی طرف میلان ضرور موجود ہے، کسی مسلمان رئیس کو "ابن ملجم" کہہ دینا خواہ قائل مرزا سودا ہوں یا کوئی اور بزرگ بظاہر حال برے نتائج کا بانی ہوتا۔

میر ضاحک

آبحیات کے کرسی نشینوں کے متعلق حضرت مولانا نے اپنا انتخابی نظریہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ "کسی مجلس میں بیٹھا ہوا انسان جبھی زیب دیتا ہے۔ کہ اسی سامان وشان اور وضع ولباس کے ساتھ ہو۔ جو اہل محفل کے لئے حاصل ہے۔ نہ ہو تو ناموزون معلوم ہوتا ہے"۔ صد ۴۳۴

اس نقطۂ نظر سے سودا، میر تقی اور میر درد کی صف میں میر ضاحک کو لا کھڑا کرنا ادبی تضحیک معلوم ہوتی ہے۔ کہاں گانگا تیلی کہاں راجہ بھوج۔ مگر مولانا کے بیان سے کچھ ایسا مفہوم ہوتا ہے۔ کہ چونکہ طبع اول میں میر ضاحک کا تذکرہ شمولیت سے رہ گیا۔ اسلئے ان پر اعتراض ہوے۔ فرماتے ہیں :۔ "پھول ہاتھ نہ آئے جو لڑی پروتا۔ اسی واسطے طبع اول میں مقصر رہا۔ بیدردبے انصاف کہ اصول فن سے بے خبر ہیں۔ کیا جانیں۔ انہیں اپنے مضامین اخباروں میں چمکانے کے لئے روشنائی ہاتھ آئی۔ اور جہاں اور شکایتیں چھاپیں ان میں ایک نمبر شمار یہ بھی بڑھایا"۔ (صد ۱۸۵)

اس بیان سے یہی رائے قایم کی جاسکتی ہے۔ کہ ضاحک کے عدم ادخال پر

احتجاج ہوے۔ لہذا اس کمی کو دوسرے اڈیشن میں پورا کیا گیا۔ لیکن ہمیں حیرانی ہوتی ہے۔ کہ وہ کون بزرگ تھے جو اور سینکڑوں مشہور اور نامور شعراء کو چھوڑ کر ضاحک کے واسطے مُصر ہوے۔ ہمارے نزدیک یہ افراط و تفریط کی مثال ہے جس میں مولنا کے ادبی ذوق پر سادات پرستی کا جذبہ غالب آگیا۔ مولنا مشاہیر شعراے اُردو کی سوانح عمری لکھنے بیٹھے ہیں یا خانوادۂ سیادت کا نسب نامہ تحریر کرنے ؟

ضاحک اس قدر نامعلوم ہیں کہ اکثر تذکروں میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔ خود مولنا کو بڑی کاوش اور تلاش کے بعد صرف ایک شعر ان کا ہاتھ آیا۔ مصحفی ریاض الفصحا میں ان کے حالات میں ڈھائی سطریں اور نمونۂ کلام میں ایک شعر دیتے ہیں۔ حالات کے متعلق کہا ہے۔ کہ میر حسن کے باپ تھے اور سودا سے ہجوں کا تبادلہ کیا ہے۔ اور بس۔ گلزار ابراہیم میں مذکور ہے۔ کہ میر حسن تذکرہ نویس کے باپ ہیں۔ ہزل اور موسیقی کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اب کہ ۱۱۹۶ھ ہے۔ فیض آباد میں وارستگی کے عالم میں بسر کرتے ہیں اور وہی شعر جو آبحیات میں منقول ہے درج ہے۔ یہ کل کائنات ہے میر ضاحک کے امتیازی کارناموں کی۔ ان کے فرزند میر حسن اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ میر غلام حسین المتخلص بہ ضاحک ابن میر عزیز اللہ میرے والد ہیں۔ عالم و فاضل ناثر و ناظم۔ بڑے ہزل دوست بذلہ گو نکتہ سنج درویش مزاج اور متوکل۔ تیس سال ہوے ترک روزگار کر کے بے فکری سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ موسیقی کے سمجھنے میں طاق ہیں۔ علمیت کے اس بلند پایہ کے باوجود جو آپ نے مولوی ساجد کی ہجو میں دکھایا ہے۔ سامعین کو طالب نہ پا کر ان کے مذاق کے مطابق قلم مشکیں رقم کی عنان ہزل کی طرف موڑ دی۔ لیکن بڑی انوکھی اور نرالی زبان استعمال کرتے ہیں کہ حضرت

آدم سے لے کر آج تک کسی نے نہیں بولی۔ میں صرف ایک مطلع پر کفایت کرتا ہوں ؎

یا ایہا التلانکہ کرّو جھلانکہ   گل تو پچی پرّا بیہ فرّو بکاسرہ

ان کی غزل اور ہزل چالیس پچاس بیت سے کم نہیں ہوتی اور ہر غزل اور ہزل کی ابتدا میں کسی قدر نثر بھی ضرور لکھتے تھے۔ میر حسن نے ذیل کے تین شعر نمونۂ کلام میں دیے ہیں :-

درپیش اگر روز اجل آہ نہ ہوتا   قصہ تھا محبت کا یہ کوتاہ نہ ہوتا

کیا دیجیے اصلاح خدائی کو تو لیکن   کافی تھا نز احسن اگر ماہ نہ ہوتا

اُس آن تھنبے آنسو جس آن کہ جی ڈوبا   تب جان سے ہم اُٹھے جب دیدۂ نم بیٹھے

(صـ۱۳۲ تذکرۂ شعرای اُردو از میر حسن)

نساخ نے سخن شعرا میں ایک شعر اور دیا ہے ؎

جیسے اس طفل پریرو نے چھپائیں آنکھیں   بس مرا کچھ نہ چلا رو کے سجائیں آنکھیں

ذیل کی فارسی رباعی بھی میر حسن نے انہیں کے نام پر دی ہے۔ مگر مجھے یقین نہیں آتا۔ قدیم معلوم ہوتی ہے :-

افسوس دلا کہ غمگساران رفتند   سیمین بدنان و گلعذاران رفتند

چون بوی گل آمدند بر باد سوار   در خاک چو قطرہای باران رفتند

ان کی ایک اور فارسی رباعی میر حسن نے یہ دی ہے :-

کشاف حقائق و نکات توحید   آن کب دوش احمدی شاہ شہید

خود معنی آیات کلام اللّٰہی ست   تفسیر حسینی است بقرآن مجید

مگر مولنا حبیب الرحمن خان شروانی مرتب تذکرۂ میر حسن رقمطراز ہیں کہ یہ رباعی مولانا لطف اللہ شیرازی کی ہے اور فارسی تذکروں میں ان کے نام سے درج ہے۔

حضرت مولٰنا کو شکایت ہے۔ کہ سید خورشید علی صاحب نفیسؔ ان کے چراغ خاندان نے 'شعاع توجہ سے دریغ فرمایا۔ اور مولوی غلام محمد خاں تپشؔ نے شفقت کے ساتھ جواب یاس دیا' میں اضافہ کرتا ہوں۔ کہ خود ان کے فرزند ارجمند میر حسن اپنے پدر بزرگوار کے ادبی کارناموں میں سے تین بیت سے زیادہ کی اشاعت کی جرأت نہ کر سکے۔ اسلئے ہمیں تسلیم کر لینا چاہیئے۔ کہ میر ضاحک کی بساط شاعری میں سوای ہجو و ہزل و زٹل اور مہملات کے کچھ نہیں تھی ؛

اب ہمیں ان پھولوں کا بھی جائزہ لینا چاہیئے۔ جو مولٰنا نے سادات عظام کے روضوں، پر چڑھائے ہیں۔ مولٰنا کو ضاحک کے والد کا نام معلوم نہیں۔ لیکن ان کی، وضع قطع۔ لباس۔ لباس کا رنگ۔ گلے کا کنٹھا۔ داہنے ہاتھ میں چوڑی حسن پر دعائیں کندہ۔ انگلیوں میں کئی کئی انگوٹھیاں۔ ڈاڑھی ریش بچہ اور مہندی وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا ہے (معلوم نہیں کن ذرایع سے یہ حلیہ ان تک پہنچا ہے۔ اس کے بعد سودا اور ضاحک میں ہجو گوئی چلنے کے اسباب بیان ہوے۔ جن کو مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ 'من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو' پھر فرماتے ہیں :۔

" میر ضاحک کا انتقال ہوا۔ تو سودا فاتحہ کے لئے گئے اور دیوان اپنا ساتھ لیتے گئے۔ بعد رسم عزا پرسی کے اپنی یاوہ گوئی پر جو کہ اس مرحوم کے حق میں کی تھی۔ بہت سے عذر کئے۔ اور کہا کہ سید مرحوم نے دنیا سے انتقال فرمایا۔ تم فرزند ہو۔ جو کچھ اس سیاہ رو سے گستاخی ہوئی معاف کرو۔ بعد اس کے نوکر سے دیوان منگا کر جو ہجویں ان کی کہی تھیں۔ سب چاک کر ڈالیں۔ میر حسن نے بمقتضای علو حوصلہ و سعادت مندی اسی وقت دیوان باپ کا گھر سے منگایا اور جو ہجویں ان کی تھیں وہ پھاڑ ڈالیں۔ (ص ۱۸۶-۱۸۷)،

لیکن یہ بیان ناقابل قبول ہے۔ حضرت مولٰنا، سودا کی وفات کا سال

بھول گئے۔ جو ۱۱۹۵ھ ہے (ص ۱۵۴)۔ ادھر بروایت گلزار ابراہیم جو اوپر درج ہے۔ ۱۱۹۶ھ میں میر ضاحک زندہ فیض آباد میں موجود ہیں۔ یہی روایت خود مولٰنا نے بھی ص ۱۸۸ پر نقل کی ہے۔ اگرچہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ضاحک کب فوت ہوئے۔ مگر یہ یقینی ہے کہ مرزا سے مرحوم ضاحک کی وفات پر تعزیت کے لئے نہ آئے۔ اور نہ آسکتے اور نہ ہجویں چاک کر سکتے۔ کیونکہ مرزا ضاحک سے پہلے گلزار عالم سے رحلت کر چکے ہیں۔ یہ ہجویں آج بھی کلیات سودا میں موجود ہیں۔ آگے میر حسن فراغ کی روایت سے مخمس ع

یارب یہ دعا مانگتا ہے تجھ سے سکندر

کی شان نزول بیان ہوئی ہے۔

جناب صفدر مرزاپوری نے اپنی تالیف "حسن خیال" میں (ص ۹۵-۶) ضاحک کے چار شعر جو سودا کی ہجو میں ہیں۔ حضرت زاہد سہارنپوری کی سند پر دیے ہیں۔

منجملہ ان جوابات کے جو آبحیات کے بزم نشینوں کے سلسلہ میں مولٰنا کو پہنچے۔ مجھے محبی ڈاکٹر پروفیسر صادق سے ایک خط ملا ہے۔ جس میں میر ضاحک کے متعلق ایک عجیب اطلاع درج ہے۔ یہ بزرگ جن کے نام سے میں ناواقف ہوں۔ ضاحک اور ان کے خاندان سے پورے واقف معلوم ہوتے ہیں۔ ضاحک کو وہ میر زاہد کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان کے فرزند میر حسن ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کا نام بنام ذکر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:-

" یہ لوگ قوم سادات سے صحیح النسب نجیب الطرفین شریف ہیں، ان کے مورث جو دہلی میں نیشاپور یا خراسان سے آئے۔ ان کے دہلی میں آنے کا یہ سبب ہوا۔ کہ بادشاہ دہلی جو فیل پر سوار

ہوتے تھے۔ تو آگے بیٹھنے والا فیلبان بادشاہی ایک شخص معزز و محترم سید شریف الطرفین چاہیئے تھا۔ تاکہ بادشاہ کی طرف پشت کر کے بیٹھے اور ایسا شخص بجز سید نجیب کے دوسرا ممکن نہ تھا اسلئے سادات صحیح النسب کی تلاش ہوئی۔ تو ولایت سے طلبی مورث میر ضاحک کی ہوئی اور عہدہ فیلبانی شاہی پر بمشاہرہ بیش قرار و جاگیر وغیرہ پر تقرری ان کی ہوئی۔ اسلیے میر زاہد صاحب کے مورث بعد تحقیق کے نیشاپور سے طلب ہو آئے۔ ان کو یہ خدمت فیلبانی ملی۔ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ ان کے پیچھے البتہ ہم بیٹھ سکتے ہیں۔ اور رضوی سید تھے۔ ان کی سعادت و نجابت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور نجابت میں مطلق شک نہیں ہے ؛"

چونکہ مولٰنا نے اس روایت کو قبول نہیں کیا۔ اسلیے میں خیال کرتا ہوں کہ وہ غیر مستند اور غیر مصدقہ ہے۔ نہ کوئی تذکرہ نگار اس کا ذکر کرتا ہے ؛

حافظ محمود شیرانی

فارسی شاعری میں گل و گلزار کی حقیقت

(سلسلہ کے لئے دیکھو یہی رسالہ بابت ماہ نومبر ۱۹۴۱ء)

دشت و کہسار کی تعریف کم ہے

حقیقت یہ ہے۔ کہ فارسی ادب میں مناظر قدرتی سے کہیں زیادہ باغ اور چمن[۱] اور گلستان کی تعریف و توصیف نظر آتی ہے۔ سرسری نظر سے مطالعہ کرنے والا اس نکتہ کو فراموش کر دیتا ہے۔ کہ ایرانی شاعر جس بقعۂ حسن کی توصیف میں اپنی پوری قوت بیان اور فصاحت صرف کرتا ہے۔ وہ کہساروں، وادیوں، مرغزاروں اور دریاؤں سے متعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق اُس خاص جگہ سے ہے۔ جس کو باغ اور چمن کہتے ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ اس بارے میں مستثنیات بھی ہیں اور ہمیں بعض شعرا کے ہاں باغ کے علاوہ دوسرے قدرتی مناظر کی تصویر کشی بھی ملتی ہے۔ لیکن اس میں مطلق شبہ کی گنجایش نہیں۔ کہ فارسی شاعری کے بہاریہ تصور کا مرکز باغ ہی ہے۔

بہاریہ شاعری کے موضوع

بہاریہ مضامین کے سلسلے میں ہمیں بہت سے الفاظ ملتے ہیں۔ مثلاً باغ، چمن، گلزار، گلستان، بوستان، حدیقہ، راغ، دمن، دشت، مرغزار، شخ، کہسار، کہ، وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے

---

[۱] اس ضمن میں چمن کے معنی دلچسپی سے خالی نہیں، چمن: نشستگاہ میان باغ کہ پیرامون آن درختان نشانند و در میانِ آں گلہا و ریاحین کارند۔ قوسی گوید: چمن مکانے را گویند کہ از جہت نشیمن در وسط باغ و خیابان و ریاحین و سبزہ گرد مرغ تعبیر کنند و طرف آن درختان نشانند، اسدی کے نزدیک چمن: راہے باشد درمیانِ باغ و میانِ درختان کہ از ہر دو جانب درخت نشاندہ باشند و مقدار جائے نشستگاہے گذاشتہ باشند یا از ریاحین پر کنند۔"
خان آرزو کے نزدیک چمن کشت زار کو کہتے ہیں۔ بہرحال چمن میں عمارت کا تصور شامل ہے۔

جس کثرت سے باغ، چمن، گلزار، گلستان، بوستان، حدیقہ وغیرہ کو موضوع کلام بنایا گیا ہے اُتنا کوہسار اور دریاؤں کو نہیں بنایا گیا۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ ایران کی بہاریہ شاعری میں قدرتی حُسن کے مناظر بھی بعض شعرا کے ہاں ہیں۔ لیکن اوّل تو متقدّمین اور متأخّرین نے ان کی اس روش کو جاری نہیں رکھا اور دوم جہاں وہ اسلوب قایم بھی رہا وہاں اصل حسن فطرت کی ہوبہو تصویر کشی نہیں کی گئی۔ بلکہ متقدّمین کی بہاریہ نظموں کے مقابلہ میں الفاظ وتراکیب کے چمنستان بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ متقدّمین کے ہاں مثلاً فرخی منوچہری، رودکی وغیرہ کے بہاریہ قصاید، اور تجنل، واقعی اور ماحول کے مطابق ہیں۔ اور باغ کے علاوہ خارجی حسنِ قدرت بھی پیشِ نظر ہے ٭

ایرانی زندگی میں باغ کی اہمیت

غرض فارسی شاعری کا موضوع سخن "باغ" ہے جو اپنے اندر ایک خاص مفہوم رکھتا ہے۔ اور بعض خصوصیات رسوم اور روایات کا حامل ہے۔ باغ سے ایرانی زندگی اور ایرانی کلچر میں بعض ایسے تصورات وابستہ ہیں۔ جن کو فارسی ادب کا مطالعہ کرتے وقت ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے ٭

یہ امر محتاجِ بیان نہیں۔ کہ ایران میں، کیا امیر اور کیا غریب۔ اپنے اپنے حالات کے مطابق اپنے اپنے گھروں کے ساتھ باغات بناتے ہیں جن میں میوہ دار درخت اور پھول لگائے جاتے ہیں۔ ایرانیوں کو آبِ رواں کا خاص ذوق ہے۔ وہ ان مختصر باغوں میں جدولوں کے ذریعے پانی لاتے ہیں[1]۔ ان باغوں میں انار، سرو، انگور، نارنگی کے پودے ہوتے ہیں

---

[1] سخندان پارس۔ ص ۱۶۲۔ Byles: Persia and its people, P 219.

اُمراء کے باغات کی شان جُدا ہوتی ہے۔ وہ شہر کے باہر کُھلی جگہ میں ایک وسیع زمین کا ٹکڑا اس غرض کے لئے مخصوص کر لیتے ہیں۔ جس میں اپنے ذوق اور خیال کے مطابق باغ بناتے ہیں۔ اس کے گرداگرد نصف قدِ آدم یا قدِ آدم چار دیواری ہوتی ہے۔ اس میں پانی کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ اگرچہ مغربی مصنفین کے قول کے مطابق گھاس اور سبزہ کی فراوانی نہیں ہوتی۔ تاہم ایرانی اپنی خواہش کے مطابق باغ کو خوب آراستہ کرتے ہیں۔ درمیان میں ایک تخت بچھایا جاتا ہے جس کے چاروں طرف پانی کی نالیاں ہوتی ہیں۔ جن میں آبِ رواں ایک نقرئی چادر سے مشابہ ہوتا ہے۔ مغلیہ باغات اور ترکستان کے باغات میں عمارت بھی باغ کا ایک ضروری جزو ہوتی تھی۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے[1]؎

باغ اور گرم آب و ہوا

طبعی اور جغرافیائی حالات کے پیشِ نظر باغ ایران کیلئے ایک غیر مترقبہ نعمت ہے۔ ملک کی گرم آب و ہوا اور دوسری آسائشوں کی کمی کی وجہ سے گرمیوں کے موسم میں یہی سیرگاہیں ہیں۔ جہاں لوگ گرمی سے بچنے کے لئے یا میلہ تہوار منانے کے لئے روزانہ یا گاہے گاہے جمع ہوتے ہیں۔ ایک تھکا ماندہ مسافر جب باغ کے اردگرد چاروں طرف پھیلے ہوئے لق و دق صحرا کی گرمی برداشت کرنے کے بعد ان باغات کے حریمِ راحت میں داخل ہوتا ہے تو سچ مچ اپنے آپ کو بہشت میں سمجھنے لگتا ہے جہاں ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے، آبِ رواں کا نرم نرم ترنّم، درختوں کی سائیں سائیں، سروِ آزاد کی بلند قامتی، گل و لالہ کی بہار، انگور و انار کے شگوفے اور غنچے، بلبلوں کے جنون انگیز نالے اور قمری کی مستانہ نوائیں دلوں میں جذباتِ لطیف کا ایک طوفان اُٹھا دیتی ہیں۔ درختوں کے جھنڈ کے

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو۔ Stuart: Gardens of the Mughals.

تلے، یا "کلاہ افرنگی" کے سایہ میں آرام کرنے والا مسافر کیا یہ نہ کہہ اٹھتا ہوگا:

اگر فردوس بر روے زمین است
ہمین است وہمین است وہمین است

باغ سوشل زندگی کا مرکز

خلاصہ یہ کہ ایران میں ازمنہ قدیم سے باغ سوشل زندگی کا مرکز اور شہری یا مُدنی نظام کا جزو ہے۔ جس کا تعلق جبل و کہسار اور دشت وبیابان سے بہت کم ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔ کہ ایران کی بیشتر بہاریہ شاعری شہری، بزمی اور درباری ہے یہ درست ہے۔ کہ زمانہ قبل از اسلام میں بھی ایران میں باغات کا رواج تھا۔ لیکن مفصل جزئیات پیش نظر نہ ہونے کی وجہ سے یہ قیاس غیر درست نہیں۔ کہ جس طرح ساری ایرانی زندگی دور عباسیہ کی معاشرت سے متاثر ہوئی ہے۔ اسی طرح ایرانی باغ کا ادبی تصور بھی دور عباسیہ کی شائستگی کا شرمندۂ احسان ہے۔ خلفائے بنی عباس کا تموّل و تجمّل اور ان کی ثروت اور شوکت اُن کے بے شمار باغات اور محلّات سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو بغداد کے اردگرد بہت جلد ظہور میں آگئے تھے[۱]۔

عباسیہ دور کے عربی شاعر

یہ بات محتاج بیان نہیں۔ کہ عباسیوں کے شوقِ باغات نے تمام ایرانی ادب اور ذہن کو متاثر کیا۔ جس کے اثرات ہمیں سامانی اور غزنوی دور میں بھی بہت کثرت کے ساتھ ملتے ہیں۔ جب فارسی شاعری کا آغاز ہؤا۔ تو عربی کے شاعر "ریاض و ازہار" کی تعریف میں شعر لکھتے تھے۔ اگرچہ شام، حیرہ اور عراق کے باغات کا ذکر اعشےٰ وغیرہ کے ہاں اس سے پہلے بھی موجود ہے۔ لیکن ابوتمّام (المتوفی سا۲۳۱ھ)

---

۱ Lestrange: Baghdad During the Abbasid Caliphate

ابو نواس (المتوفی ۱۹۸ھ)، مسلم بن الولید (المتوفی ۲۰۸ھ) نے وصف الریاض والازہار کو شاعری کا نمایاں جزو بنا دیا۔ عباسیوں کے دورِ ثانی میں ابن المعتز (المتوفی ۲۹۶ھ) بحتری (المتوفی ۲۸۴ھ) اور متنبّی (المتوفی ۳۵۴ھ) نے اس صنف کو اور چمکایا[۵]۔ یہ عرب شاعر درباروں سے متعلق تھے یا درباری زندگی کے زیرِ اثر تھے۔ انھوں نے خلفا اور ان کے درباریوں کے باغات اور ان میں شاہانہ مجلسوں کی تعریف و توصیف میں قصیدے لکھے۔ جو اِن باغات اور محلات کے پھولوں اور درختوں کی عمارتوں کی تصویر کشی تک محدود تھے۔

عباسیہ روایات کا اثر ایران پر

عرب شعرا کی ان رنگین بیانیوں کا اثر تمام ایران، خراسان اور ترکستان تک پھیلا۔ باغات کی مدح، بزمِ شاہی کی منظر کشی، امرا کی مجلسوں کی وصف نگاری زمانے کی روشِ عام بن گئی۔ درباری زندگی کا یہ پہلو عوام کے دل و دماغ پر اس درجہ مسلط ہو گیا۔ کہ باغ ان کے تخیّل کی تمام کائنات پر چھا گیا۔ اس کے اشجار، اس کے پھول، اس کے سرو و شمشاد، اس کے ترنج و نارنج، اس کے سوسن و خیری، اس کے بستاں افروز اور لالے شاعر کی تخییل کی جولانگاہ بن گئے۔ وہ ان ہی سے تشبیہیں اور استعارے لینے لگا، اسے انہی میں محبوبِ دلنواز کے قد و گیسو کی تصویریں نظر آئیں۔ اُسے اسی کے سنبل میں زلفِ گرہ گیر کا عکس دکھائی دیا۔ اس نے اسی کے گلِ دو رو میں عارضِ خوباں کی جھلک دیکھی۔ غرض اس کو اس کی

---

[۵] جرجی زیدان۔ تاریخ آداب لغۃ العربیہ۔ ج ۲، ص ۴۸

شاعری کا سارا مواد اسی صحن باغ سے میسّر آگیا۔ جس میں اس کے ممدوح بادشاہ اور امیر کی بزم اکثر قائم ہوتی ہے۔

بادشاہی بزم کی تصویر

یہ نکتہ بہت دلچسپ ہے کہ ابتدائی دور کے فارسی شعرا نے جو بہاریہ تشبیبیں لکھی ہیں۔ وہ اصلی اور واقعی ہیں۔ سامانی دور کے شعرا میں رودکی نے شاہی کیمپ کے ساتھ جوے مولیان کی یاد میں جو قصیدہ لکھا ہے۔ کس قدر سچی تڑپ اور بیقراری کا حال ہے۔ رودکی کے بہت سے قصیدے شاہی بزم کا عکس پیش کرتے ہیں اس کے بہاریہ کلام میں ان ہی شاہی باغوں کی تصویر ہے۔ غزنوی دور میں منوچہری بہاریہ تشبیب کا امام مانا جاتا ہے۔ اس کے کلام میں باغ کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس میں بادشاہی دربار کا رنگ نظر آتا ہے۔ بہار کے موسم میں اگرچہ تمام ملک لالہ زار بنا ہوتا ہے۔ لیکن ایسے موسم میں بھی شاعر راغ کا تذکرہ کم کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے پہناے دماغ پر باغ کا ہی تصوّر غالب ہوتا ہے۔ لیکن منوچہری کا ایک قصیدہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔ جس میں بزمیہ رنگ کے باوجود اصلیت ضرور موجود ہے

نو بہار آمد و گل یاسمنا   باغ ہمچوں تبت و راغ چو دُرّ عدنا

اس میں کبک کو ناقوس زن قرار دیا گیا ہے۔ شارک سنتور بجاتی ہے۔ فاختہ نے نوازی کر رہی ہے۔ بط طنبور بجا رہی ہے۔ قمری گاتی ہے۔ کبک نے خزِ کبود کا لباس پہن رکھا ہے۔ فاختہ بازی گری کر رہی ہے۔ گلے کا طوق "حلقۂ مشکین رسن" ہے۔ ارغوان، سوسن، نرگس، لالہ اور گلِ دو رُوی کنیزیں ہیں جو زرق برق لباسوں میں باعثِ آرائش ہیں۔

ایک دوسرا قصیدہ ہے جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے :۔

باد نوروزی ہمی در بوستاں ساحر شود　　تا بسحرش دیدۂ ہر گلبنے ناظر شود

یہ باغ کا منظر ہے۔ زرد گل بیمار ہے۔ فاختہ بیمار پرسی کرتی ہے۔ مرغ بر بط سنبھالے ہوئے ہیں۔ بلبل شیریں زبان، جوزبُن، پرُ راوی، ہوتی ہے۔ کبک رقاصی کرتے ہیں۔ سرخاب غواصی کرتا ہے۔ بوستاں کسی بزاز کی دکان سے مشابہ ہے۔

ان تشبیہوں میں اگرچہ بزم کا اثر ہے لیکن مناظر کی واقعیت کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ ان قصیدوں میں ابرِ کہسار کا نظارہ، مے پرستی کا جوش و خروش، باد و باراں کا نقشہ، خزاں کی کیفیت، آمد بہار کے ولولے اور رنگینی[۱]، جشن سدہ و نوروز و مہرگان کی سرگرمیاں بہت خوبصورتی سے بیان ہوئی ہیں۔ ایران میں خزاں بھی پُر لطف ہوتی ہے۔ منوچہری اور دوسرے شاعروں کے ہاں خزاں کی کیفیت اکثر بیان ہوئی ہے: منوچہری کا ایک قصیدہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے :۔

المنۃ للہ کہ ایں ماہ خزانست　　ماہ شدن و آمدن ماہ رزانست

فرخی میں بھی بہاریہ مضامین کی کثرت ہے۔ جو اصلی و واقعی ہونے کی وجہ سے یہ بھی ظاہر کرتے ہیں۔ کہ شاعر نے شاہی دربار کے ساتھ ساتھ جدھر جدھر سفر کیا۔ اس کے اثرات کا اس کی شاعری سے ترشح ہوتا ہے۔ محمود غزنوی کی لشکرکشی اور سفر جہاد اور ذوق سفر کا فرخی کے کلام سے اظہار ہوتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرخی جن جن درباروں کے نقشے کھینچتا ہے۔

---

[۱] یہ قصیدہ ہے

آمدہ نوروز ماہ باگُل سوری بہم　+　بادہ سوری بگیر برگل سوری بجم

وہ شہری قصر اور شہری باغات تک ہی محدود نہ تھے بلکہ یہ دربار یا (کیمپ) کھلے سبزہ زاروں میں قائم ہوتے تھے۔ جہاں قدرتی نظّاروں سے شاعر کو متمتع ہونے کا کافی موقعہ ملتا رہا۔ فرخی کے ہاں ابر کی کیفیت، داغگاہ کا نقشہ، شکارگاہ کی توصیف، "باغ نو و کاخ و مجلس و دریاچۂ عمارت سلطان محمود[۵۲]" کی تفصیل، خزاں اور بہار کے نظّارے بہت عمدہ طریق سے بیان ہوئے ہیں۔

متقدمین کی بہاریہ شاعری میں کہسار

ان متقدمین کی شاعری بھی کاملاً درباری ہے۔ لیکن انکے درباروں کی دیہاتی خصوصیات و ماحول کی وجہ سے ان کے کلام میں بہار کہسار اور اصلی مناظر قدرت بھی مل جاتے ہیں۔ ان کے مقلّدین یا متوسطین وغیرہ تمدّن اور تجمّل کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے اس صفت سے بہت حد تک محروم ہیں۔ اُن کے ہاں کے گل و گلزار کے تصوّرات انہی شہری باغات اور چمنستانوں سے لئے گئے ہیں۔ جو شہروں اور قریوں کے قرب و جوار میں ہیں۔ سعدی کا قصیدہ فی صفۃ الربیع (بامداداں کہ تفاوت نکند لیل و نہار۔ خوش بود دامن صحرا و تماشائے بہار) اور (علم دولت نوروز بصحرا برخاست۔ لشکر زحمت سرما ز سرما برخاست) اگرچہ بہاریہ شاعری کے عمدہ نمونوں میں سے ہے۔ لیکن اس میں بھی، موسم بہار میں عام باغوں کا منظر ہی پیشِ نظر ہے۔ اسی ضمن میں عسجدی کے دو مشہور قصیدے بھی پیش کئے جاسکتے ہیں :-

---

[۵۱] برآمد نیلگوں ابرے ز روے نیلگوں دریا — چو راے عاشقاں گرداں چو طبع بیدلاں شیدا

[۵۲] بہشت است (۲)، باغ سلطان اعظم — دلیل آنکہ رضوانش بنشستہ بر در

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر درآید گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید

نوبہار آمد کہ افشاند چو حسنِ یار گل چوں وصالِ یار ریزد خرمن خاشاک گل

قاآنی کے ہاں اگرچہ دمن، راغ، صحرا، دشت سبھی کچھ ہے۔ جس
سے شاعر کی زبردست قوت مشاہدہ کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ شاعر بہت کچھ اپنی تخییل کی مدد سے لکھ رہا ہے۔ اور اس میں
اصلیت اور واقعیت کم ہے۔ قاآنی اپنی تخییل کے زور سے کاغذی پھول
بناتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعض مستثنیات سے قطع نظر، ایرانی شاعری کی
بہار یہ شاعری اور خیالات کا بیشتر حصہ باغ اور متعلقاتِ باغ سے
ماخوذ ہے جو ایک درباری اور تمدنی لازمۂ زندگی ہے۔ جس کے اثر اور
اہمیت سے کوئی شاعر یا غیر شاعر آزاد نہیں ہو سکتا۔ یہی فارسی شاعری
کا محبوب سرمایۂ تخیّل ہے اور اسی کے پھول اس کی ساری سخن آفرینی
کی جان ہیں۔

خاتمہ میں نے حتی الوسع اپنے مضمون کے دونوں پہلوؤں
پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ مولانا شبلی کا یہ بیان کہ "ایران
ایک قدرتی چمن زار ہے، ملک پھولوں سے بھرا پڑا ہے۔ قدم قدم پہ
آبِ رواں، سبزہ زار اور آبشاریں ہیں۔۔ الخ" بہت حد تک مبالغہ آمیز
ہے۔ حقیقت میں ایرانی شعرا ایران کی عام سرسبزی اور شادابی سے کہیں
زیادہ ایک محدود قطعہ زمین باغ یا چمن کی تعریف میں شعر لکھتے رہے ہیں
جو ملک کی عام آب و ہوا اور درباری اور بادشاہی اثرات کے ماتحت
لوگوں کی سوشل اور اجتماعی زندگی میں ہمیشہ سے بہت بڑی اہمیت رکھتے

چلے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایرانی شاعر باغ اور متعلقات باغ کو حسن مجسّم کا اکمل نمونہ قرار دیتے ہیں اور اسی سے اپنی تخییل کی ساری دُنیا آباد کرتے ہیں۔ ہر چند کہ اس میں محدودیت اور مقامیت ہے لیکن شاعر اسی مقامیت میں عمومیت پیدا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ رینالڈز نے بجا طور پر لکھا ہے۔ کہ

It would certainly be a misreading of the facts to infer that to write well of Nature the poet must have been brought up in the country. Genius has the rare gift of seeing a very little and straight way knowing a great deal.

Reynolds
Treatment of Nature in English Poetry,
p. 331

یہ ایرانی شایلیت Symbolism (یا رمزیت) کوئی تنگ اور محدود چیز نہیں بلکہ اس کے ذریعے ایسے بلند اور لطیف اخلاقی خیالات بیان ہوئے ہیں جنہیں محض "واقعیت" کا کوئی ترجمان شاید ادا نہ کر سکتا۔ اس کے علاوہ ایرانی تصوف میں ورڈز ورتھ کی دُنیا کی طرح تمام نیچر اور مظاہر قدرت ایک ایسا جاندار جسم ہے۔ جو زندہ ہے، ہم اس سے مخاطب ہو سکتے ہیں،

وہ ہم سے اپنی بات کہہ سکتا ہے۔ ذرّہ ذرّہ میں نہ صرف زندگی ہے بلکہ خود خالقِ کردگار کا حُسن موجود ہے۔ اسی وجہ سے مَیں کہتا ہوں۔ کہ ایرانی شاعری کا باغ اور اس کے گل و بلبل محض بیجان اور بے رنگ استعارے نہیں بلکہ ان کا تعلق ایرانی زندگی کی گہری حقیقتوں سے ہے۔
مگر بقول نظیری آگاہی شرط ہے ؎

زاہد ز سرّ نکتۂ صوفی چہ آگاہ است
در شیوہ ہاے چشم صنم برہمن رسد

سید محمد عبداللہ

تنقید و تبصرہ

۱۔ "ہمایوں" سالگرہ نمبر

ہمارے پیش نظر 'ہمایوں' لاہور کا سالگرہ نمبر ۱۹۴۲ء ہے۔ اس دفعہ ایک خاص بات یہ ہے۔ کہ رسالہ کا حجم کچھ کم ہے۔ اور علمی و ادبی مضامین کی بھی کمی ہے۔ تاہم رسالہ میں گذشتہ رسالوں کی شان موجود ہے۔ سر شیخ عبدالقادر اور خان بہادر میاں عبدالعزیز صاحب کے مضامین میاں شاہدین مرحوم کی یاد میں ہیں۔ جن میں اس بزرگ ہستی کے اخلاق و شمایل کے متعلق عمدہ حالات دیے گئے ہیں۔ فلک پیما کا مضمون 'لاڈو' جاذبِ توجہ اور میاں بشیر احمد صاحب کا اپنا مضمون "چند دن سمندر کے کنارے" نہایت دلچسپ ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے سِندھ کے حالات پر مفید بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بعض کام کی باتیں لکھی ہیں۔ حال ہی میں سندھ کے ایک صوفی شاعر شاہ عبداللطیف کے متعلق انگریزی میں ایک آئی۔سی۔ایس نے مفصّل کتاب لکھی ہے۔ میاں صاحب نے اس کا ذکر کرتے ہوئے یہ برمحل اشارہ کیا ہے۔ کہ سندھ کے ہزاروں مشاہیر ایسے ہیں جن کے سوانح کی ضرورت ہے۔ لیکن مسلمانانِ سندھ نے ان کی جانب ابھی توجہ نہیں کی۔ سچ یہ ہے کہ سندھ تمدّنی اعتبار سے باقی صوبوں سے کچھ اس طرح کٹا ہوا ہے۔ کہ باقی ہندوستان کے اثرات اس صوبہ تک بہت دیر سے

پہنچتے ہیں۔ ان مضامین کے علاوہ حسب معمول نظمیں، ڈرامے اور افسانے بھی ہیں۔ اور علامہ اقبالؒ کے خط کا عکس بھی ہے ۭ "ع"

۲۔ نئی زندگی

یہ نیا رسالہ الہ آباد سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ ہمارے پیش نظر اس کا دوسرا نمبر ہے۔ جو اگست ۱۹۴۱ئ میں شائع ہوا۔ مضمون نگاروں میں بعض بلند پایہ لوگوں کے نام ہیں۔ جنہوں نے اہم مضامین پر قلم فرسائی کی ہے مثلاً ڈاکٹر سید محمود نے "مسلم عہد حکومت میں ہندوؤں کی حالت"، پروفیسر شبلی (کلکتہ یونیورسٹی) نے "سندھ پر عربوں کی حکومت" پر اور ڈاکٹر جعفر حسن (دکن) نے "ہندوستان میں زبان کا مسئلہ" پر بہت اچھے مضامین لکھے ہیں۔ جناب سبط حسن کا مضمون "یورپین سامراج کی اسلام نوازیاں" بھی غور و فکر کے بعد لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے۔ کہ یہ رسالہ اپنے معیار پر قایم رہتے ہوئے اپنی موجودہ شان کو برقرار رکھ سکے گا ۭ

"ع"

مطلع سعدین

و

مجمع بحرین

تالیف

مولانا کمال الدین عبدالرزّاق سمرقندی

جلد دوم ——— جزء دوم

وقائع

۸۳۳ھ تا ۸۵۰ھ

وقایع سنہ ثلاث و ثلثین

نہضت ہمایون بصوب قلعۂ آلنجق و قشلاق فرمودن در قراباغ

موکب ہمایون ہشتم محرم از ظاہر سلماس بالشکر بیحد و قیاس نہضت
ود [1] و از راہ نخجوان میل جانب قلعۂ آلنجق[2] نمود و چون آفتاب رایت (۳۵۵ب)
ون سایۂ ہمایون بر آن ناحیت انداخت و نعال مراکب[3] گردون مواکب
سرزمین را مشرف ساخت حصنی نمود در رفعت از ایوان کیوان گذشتہ،
اعدۂ آن با نقطۂ زمین قرین گشتہ، و لشکر منصور رایت نصرت کشادہ
شیر ظفر کشیدہ دایرہ وار گرد قلعہ در آمدند، و نقطہ کردار آن را درمیان
فتند، و اہل قلعہ را از مشاہدۂ آن حال آتش در جان گرفتہ دود حیرت ۱۰
ر بر آمد، و عجز و قصور خود معاینہ دیدند، و پیشکش و نثار با اعتذار بسیار
رون فرستادند، و آنحضرت بر حال ایشان بخشودہ عزم یورت قشلاق
ود، و ہم از طرف نخجوان براہ کریدۂ امرودلق[4] دوازدہم محرم ع
عازم قشلاق قراباغ شد،

نوزدہم صفر در قراباغ فرود آمد، و امیر ابو سعید بن امیر قرا یوسف

---

1 فقط آ: النجو، 2 آ: النجق، 3 فقط ک: مرکب،
4 فقط ک: امر دلیق،

باردوی اعلی رسیده بسعادت بساطبوس[1] استسعاد یافت وعنایت پادشاهانه شامل حال او گشت، وحضرت خاقان سعید آن زمستان در قراباغ اران گذرانید و قبۀ بارگاه عالمپناه باوج مهر و ماه رسانید، پادشاهان جهان وگردنکشان دوران از حدود فرنگ ومصر وشام رسل ورسایل بهرگونه وسایل باردوی فلک احتشام فرستادند وحالات وملتمسات بوسیلۀ امرای عظام عرضه داشتند، ومهمات ساخته وانعام واکرام یافته برحسب اجازت مراجعت نمودند، وآنحضرت حکومت مملکت آذربایجان وضمایم آنرا بجانب امیر ابوسعید بن امیر قرا یوسف که چون دولت واقبال روی امید بدرگاه سلطان پناه آورده تفویض فرمود، وغایت عنایت
۱۰ درباره او بذل نمود، وگوش هوش[2] او را بنصایح پادشاهانه ومصالح [[3] خسروانه] آراسته گردانید، وآنچه از خصایص وخصایل انسانی وفواضل وفضایل باشد بر زبان گوهربار و لفظ دُرر نثار گذرانید، ودُرّی چند شاهوار درکنار روزگار او یادگار نهاد که جوهرشناس عقل باکمال معرفت از بیان قیمت آن قاصر است، وناطقۀ سخن سرای قلم با چندان جولان در مضمار بلاغت از شرح فواید ومنافع آن عاجز. بیت

گوهری دادش که صد جانش بهاست معنی جان سخندانش بهاست

امیر ابوسعید زمین خدمت[4] بلب ادب[5] بوسیده وجبین طاعت برخاک عبودیت سوده گفت قطعه

رایت ورای تو تا افگنده اند از روی لطف نور بر چرخ بلند وسایه بر دهر خراب

---

[1] آ با: ملازمت، [2] فقط آ ـــ، [3] ک ت ـــ، از روی با نوشته شد، [4] و: خدمت بلب طاعت، ا ک : خدمت وطاعت،

روشنان سقف گردون فارغ انداز احتراق ساکنان ربع مسکون ایمن انداز اضطراب
بنده از شمار کدام نیک خدمتانست که چندین نوازش والطاف و پرورش
واستعطاف دربارهٔ او مبذول فرمایند، وانواع عواطف واصناف
عوارف نسبت با او رعایت نمایند بیت
تا بر سرم فگندی از لطف خویش سایه چون آفتاب تابان گردون مسیر گشتم
اکنون بر وفق رای انور و مقتضی فرمان مطاع منطقهٔ مطاوعت و بندگی
بسته ام و چاکرانه بر آستان خدمت نشسته ع
بهرچه حکم کنی بر وجود من حکمی
وامیر ابوسعید سخنان خاقان پادشاه نشان که طرازندهٔ لباس نیکنامی
وفرازندهٔ لوای شادکامیست ع ۱۰
چون الف در میان جان جا کرد
(ورق ۳۵۶) وهمچو دال برکنار دل نشاند ع (۳۵۶ ر)
سخن کز جان برون آید نشیند لاجرم در دل
وآنحضرت عزم مراجعت جزم فرمود،

ذکر معاودت سلطان ممالک ستان از یورش دوم[1] آذربایجان بصوب مملکت خراسان

چون مصالح مملکت بر وفق ارادت انتظام یافت وخاطر همایون را
از جانب استقامت آن ولایت فراغت حاصل آمد موکب منصور عزیمت

---

[1] آ — ، فقط اک : روم،

معاودت مصمم گردانید، وطنطنۂ این بشارت باطراف اقالیم سبعه رسید
و یازدهم شعبان از قراباغ اران نهضت فرمود **نظم**

بیُمن طالعِ مسعود و بخت میمون فال نهاد رُو بسوی مستقرّ عزّ و جلال
بساعتی که سعادت شود ازآن مسعود بطالعی که ازآن بخت نیک گیرد فال

در وقتی که خورشید عالم افروز چون جمشید بعزم بزم نوروز سراپردۂ شاهی
بشرفخانۂ خویش آورد و ابر نیسان عقود دُررِ آبدار در دامن باغ و گلزار
ریخت و صحن چمن و گلشن بزیور جواهر و لآلی دُرّ عدن آرایش یافت
و جهان از آثار قوّت طبیعی رونق دیگر گرفت و بستان از انوار ربیعی
فروغ دیگر پذیرفت **بیت**

۱۰ بیّاکه دهر دگر بار از قوای طبیعی گرفت دردُر و گوهر همه بساط ربیعی*

و رایت ظفر نشان دوازدهم شعبان مظفّر و منصور از آب ارس عبور نمود
و میرزا بایسنغر دوم رمضان بدارالملک تبریز آمد و عمارات تراکمه خراب
فرموده در اوجان بملازمت حضرت خاقان سعید رسید، و اردوی همایون
هفتم رمضان بسلطانیه آمد و چند روز میل اقامت فرمود و هلال شوّال
بسعادت و اقبال جمال نمود و آداب عید صیام درآن فرخنده مقام
سرانجام یافت، و شاهزادگان و ملوک ممالک آفاق بتخصیص فرمان فرمایان
ولایت فارس و عراق مثل میرزا ابراهیم سلطان و میرزا رستم بهادر و امیر
قنا شیرین و امیر چقماق و باقی سرداران و داروغگان اجازت مراجعت یافتند

له آک: روی. ۲ه درآک بجایش:

بازاین چه جوانی و جمالست جهان را وین حال که نوگشت زمین و زمان را

ه ک: توتی (بجای قوای)؛ ۴ه ک: در دوازدهم، اک: جمعه دوازدهم، ۵ه فقط ک: چماق،

و ہر یک بسوی شہر و ولایتِ خود شتافتند[1]، و آنحضرت دوم شوّال و رضمانِ عنایتِ ایزدِ متعال عازم جانبِ[2] خراسان شد، و میرزا بایسنغر از صاین قلعه سلخ ذی قعده برسم ایلغار سوار شد و سمندِ شاهزاده چون ابر و باد بر فتار درآمد و صاعقه کردار بزخم نعل از آب آتش افروخت و برق وار بر مسالک و مضایق گذشت و در نشیب و فراز ہمرکابِ صبا و ہمعنانِ آتش گشت و آن مسافتِ دور و دراز بـ[3] نہ روز در نوردید[4] و ہشتم ذی الحجّہ در دار السّلطنۂ ہراۃ فرود آمد ع

ہمچو خورشید مشرّف شد از و بیت شرف

و درین سال چند صاحب کمال از دار محنت و ملال بسرای بقا انتقال نمودند، شب شنبه[5] پنجم شعبان مولانای اعظم حاوی الفروع والاصول ۱۰ صاحب المشروع والمعقول مولانا[6] جلال الدین یوسف الاوبهی در ہراۃ رحلت نمود، و خدمت مولوی[7] اعلم علمای زمان و افضلِ صنادید جہان بود، و جناب سلطان المحقّقین برہان المدقّقین مولانا سعد الدین التفتازانی [علیه الرحمه][8] در جبین مبینِ او انوارِ فطانتی مشاهده نمود که در کتابتِ اجازت او ثبت افتاد که:

اگر بر سهوِ لسان[9] اطّلاع یابد بعد از تأمّل و احتیاط بتعبیر بیانی

---

[1] فقط آ: شتافت، [2] کلمۂ 'جانب' را درک ندارد، از روی نسخ دیگر نوشته شد،

[3] آ: به نوروز درنوشت (بجای به نہ روز درنوردید)، [4] فقط آ: دوشنبه، حبیب السیر ۳: ۳ : ۱۴۳ مثل متن، [5] برای شرح احوالش رک به حبیب السیر محل مذکور، [6] فقط ک: موی، دیگر نسخ مثل متن، [7] فقط درک ک،

[8] حبیب السیر: اگر در تالیفات اینجانب بر سهو بیان یابنان،

یا[1] تغییر[2] بنانی اصلاح فرماید،
هرچند خدمت مولوی را مجال این نوع جرأت محال بود امّا جناب
(۳۵۶ب) استاد | مشفق محقّق در حقِ او این عنایت فرمود،

وچون معالی مآب مرتضای اعظم کاشف حقایق العلوم، واقف
موافقِ المعقول والمفهوم، امیر سیّد شریف الدّین علی الجرجانی غفرالله له
در شهورِ سنه تسعین وسبعمائه[3] بموجبِ فرموده بسمرقند تشریف آورد در روزی
بر مسندِ افادت وتدریس در تفسیر آیت[4] أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن
رَّبِّهِمْ بر زبانِ گوهر افشان گذرانید که بعضی شارحانِ کشّاف در معنی
عَلَىٰ یعنی استعلا تجویزِ استعارت بتبعیّة وتمثیلیّة نموده اند و آن راست[5]
۱۰ نیست چه در تبعیّة[6] افراد معنی شرط است ودر تمثیلیّة ترکّبِ طرفین لازم[7]
پس استعلا [که[8] معنی مفرد است مستلزم آنست که در تبعیّة[9] مشبّه به باشد
و تمثیلیّة که مستلزم ترکّب طرفین است مستلزم آنست که استعلا]
مشبّه به نباشد و بیان این سخنان در مؤلّفاتِ این محقّق مشروح است،

وچون این تجویز جناب افادت مآب مولانا سعد الدّین فرموده بود
و در آن زمان کسی تجویز نمی نمود که بر جنابِ مولوی اعتراض توان فرمود
این سخن در مجالسِ خواص وعوام شهرت تمام یافت وبآن رسید که حضرت
صاحبقران آن دو محقّق را حاضر گردانید و آغاز مباحثه ومعارضه کردند،
ودر اثنای مباحثه مولانا جلال الدّین یوسف اوبهی دخل کرد، وجنابِ

---

[1] حبیب السیر: ودر بجای یا، [2] آ: تغیر، [3] از "وسبعمایه" بعد باز بت شامل مقابله است، در حاشیهٔ ص ۵۵ گفته شد که از بت چند ورق ضایع شده، واز "حضرت خاقان سعید" (ص ۵ متن) تا اینجا جملهٔ عبارت در آن نسخه مفقود است، [4] قرآن مجید ۲: ۴، [5] کذا، درست، [6] آ: تبعیه، [7] آ: لازم است، [8] از ک افتاده است، از روی آ نوشته شد، [9] آ: تبعیه، [10] آ: تمثیلیه،

مرتضوی در افتتاحِ انعقادِ مجلسِ همایون از حضرتِ صاحبقران التماس نموده
بود که کسی از شاگردانِ جنابِ مولوی دخل نکند، چون مولانا یوسف مدخل کرد
حضرت صاحبقران قهر فرمود و مولانا یوسف را از مجلس بیرون بردند و باز
بتعریفِ استادِ محقق درآوردند[۱] و امیر کبیر در بارهٔ مولوی لطف و مرحمت
فرمود،

و برادرِ بزرگوارِ این فقیرِ بیمقدار (و چون برادر است اگر در ثبتِ
اوصاف و ذکرِ القاب شروعی رود هرچند مطابق واقع باشد شاید که توهم
تصلّف چهرهٔ صدقِ بعضی خوانندگان را بناخنِ سوءالظن[۲] خراشد و قلم برقم
میل متهم گردد بنا برآن بنامِ مشهور مذکور خواهد شد) مولانا جمال[۳] الدّین
عبدالغفّار طاب ثراه در دفعِ اعتراضِ جنابِ مرتضوی جوابی[۴] فرموده هرچند ۱۰
بحثِ استعارت باین کتاب نسبت ندارد امّا بحکم الکلام یجُرُّ[۵] الکلام
از نامِ مولانا جلال الدّین یوسف سخن باین مقام کشید، و چون شرحِ
این سخن درمیانِ اربابِ عمایم شهرتی تمام دارد این سخن بنوعی لبسطی اختتام
خواهد یافت والأولی ان یُعبّر ذلك المبحث بالکلام العربي
المبین فانه اوفق بتفسیر کلام ربّ العلمین، فنقول:

قال صاحب الکشّاف[۶]: "معنی الاستعلاء فی قوله تعالی
علی هُدًی مَثَلٌ لِتمکّنهم [من الهدی] واستقرارهم علیه

---

[۱] آ: سواءالظن، [۲] آ: ورقم، [۳] جلال الدّین در رک رو دیگر نسخ مطلع) امّا صوابش
جمال الدّین است (رک به ص ۶۳۱ و حبیب السیر ۳، ۳: ۱۴۵)، جلال الدّین کنیت پدرش اسحق است، [۴] آ: جواب،
[۵] ک: ~، ازروی آ، ب و آ) نوشته شد، [۶] رک به کشّاف مع حاشیه سیّد شریف جرجانی و حواشی دیگر
(طبع بولاق، الطبعة الثانیة ۱۳۱۸) ج ۱ ص ۱۰۹،

وتمسّكهم به شُبّهت حالهم بحال من اعتلى الشيئ وركبه،

قال المحقق التفتازانی یعنی هذه الاستعارة تبعیّة تمثیلیة

امّا التبعیّة فلجریانها اوّلاً فی متعلق معنی الحرف وبتبعیتها

فی الحرف وامّا التمثیل فلکون کلّ من طرفی التشبیه

حالة منتزعة من عدّة امور،

واعترض علیه المحقق الجرجانی بانّ کون علی استعارة

تبعیّة یستلزم کون الاستعلاء مشبّهاً به والتمثیل

مستلزم متركّب الطرفین یستلزم ان لایکون الاستعلاء

مشبّهاً به لانّه معنی مفرد فلا یجتمعان،

واجاب عنه المحقق التفتازانی بانّ مبنی التمثیل

علی تشبیه صورة منتزعة من عدّة امور بصورة اُخری

كذلك، وهذا انّما یوجب اعتبار التعدّد فی المأخذ لا فی نفسه

له حاشیه سید شریف جرجانی، طبع بولاق، الطبعة الثانية ۱۳۱۸ھ) : وزعم بعض الناس ان (بجای بجه درمتن است) ــ ک : هذی (بجای هذه) ، آ، آک : هذا، بب : هذا، ۲ه حاشیه مذکوره : اما کونها تبعیة (بجای التبعية)، ۳ه حاشیه مذکوره : کونها تمثیلیة (بجای التمثیل)، له درحاشیه مذکوره اعتراض محقق مفصل تراست ازمتن، آنچه درمتن است ماخوذ است ازعبارت محقق آن اعتراض اعنی ومحصله ان کون علی استعارة تبعیة یستلزم کون معنی الاستعلاء مشبها به وأن ترکب الطرفین یستلزم أن لایکون مشبها به فلا یجتمعان فاذا جعلت علی تبعیة لم تکن تمثیلیة مرکبة الطرفین بل کانت استعارة فی المفرد کما بینا ، ۵ه فقط ک : یکون (بجای کون)، تصحیح ازنسخ دیگر ک : مشتبها (درسطور آینده نیز)، ۶ه عبارت حاشیه مذکوره : واجیب عنه بأن انتزاع کل من طرفی التشبیه من عدة امور لا یوجب ترکبه فی نفسه بل یقتضی تعددا فی مأخذه ــ در ک : فه نفسه (بجای فی نفسه)،

ولا ینافی کونه متعلق معنی الحرف[*]،

والمحقق الجرجانی ردّ هذا الجواب فی کتبه بانّ تلک الصورة المنتزعة من عدة امور لا ینتزع بتمامها من کل واحد من تلک الامور بل ینتزع من کل واحد من تلک الامور بعضٌ منها فیکون کلٌّ من الطرفین مرکّبًا[1] بالضرورة (ورق ۳۵۷) ومعنی الاستعلاء مفردٌ فلا یکون مشبّهًا به،   ۳۵۷ ر

وقال مخدومی واستادی واخی: اقول یمکن الجواب عنه بانّ معنی انتزاعها من تلک الامور هو ان تکون منتزعةً من مجموع تلک الامور وتقارنها وتضامّها کالاستعلاء فانّه هیئةٌ حاصلةٌ من تقارن الراکب والمرکوب علی الکیفیّة المخصوصة فیکون واحدًا منتزعًا من عدة امور   ۱۰
ولهذا اصحّ انّ یستعار العنقود للثریّا[2] مثل ان تقول لاح فی الصبح عنقود ملاحیّة فی السماء، وقد استعاروا النطاق[3] والحمایل للکواکب[4] التی حول الجوزاء وظاهر ان لیس فی هذه الاستعارات الا تشبیه الهیئة بالهیئة،

وچون مبحث مشهور بتقریر مذکور سرانجام یافت جواد خوش خرام قلم عنان رقم بصوب تحریر اسلوب معهود خواهد تافت،

---

[1] در حاشیه مذکوره کلام محقق جرجانی خیلی مفصل تر است از متن،   [2] ک: وکبا،
[3] فقط ک: یا، تصحیح از روی نسخ دیگر،   [4] ک آ: لنطاق،
[5] آ: الکواکب — در ب للکواکب التی حول الجوزاء را ندارد،

وہم درین سال جناب شیخ الاسلام خواجہ معز الدین[1] خلیل الله جامی ولد خواجہ جلال الدین محمود بلند کہ از اولاد عظام شیخ الاسلام احمد جام قدس سرہ بود در ماہ شوال ازین منزل اندوہ و ملال بجوار رحمت ایزد متعال انتقال کرد، وجناب مرحوم در میان فرزندان آن خاندان آیتی بود و در میدان مشایخ خراسان رایتی،

وہم درین سال جناب قدوۂ اہل کمال افتخار الحفاظ و القراء و المحدثین[2] شمس[3] الملۃ والدین شیخ الاسلام محمد الجزری خامس[4] ربیع الاول مرغ روحش در گلشن شیراز بسوی روضۂ رضوان بصد ہزار اعزاز پرواز کرد، وجناب مشار الیہ در ضبط علم حدیث و حفظ روایت وتحدیث افضل علمای اسلام و اکمل فضلای ایام بود، حاوی متون تصانیف، جامع فنون تالیف، وکتاب بدایت[6] (کذا) در مصطلحات علم حدیث از مصنفات جناب

---

[1] رک بہ حبیب السیر ۳ ، ۳ : ۱۴۳ کہ غالباً مضمون ہمین سطر مطلع را بالفاظ خودش بیان نمودہ ،

[2] اک آ ب : ناصر الدین، در حبیب السیر در حاشیہ نوشتہ است : نسخہ ناصر الدین ،

[3] . المحدثین، [4] برای ترجمۂ وی رک بالشقایق النعمانیہ (علی ہامش وفیات الاعیان) طبع قاہرہ ۱۳۱۰ھ، وترجمۃ المؤلف در النشر فی القراآت العشر طبع قاہرہ ۱۳۴۵ھ ج ۱، والتاج المکلل للنواب صدیق حسن خان (طبع بھوپال ۱۲۹۹ھ) ص ۳۲۱، و براکلمن ۲ ، ۲۰۱ و آآ ۲ : ۲۷۴، ترجمۂ مؤلف در النشر فہرست مؤلفات وی را دارد کہ مشتمل است بر ۵۳ مؤلفات، براکلمن از مؤلفاتش فقط ۲۳ (آآ : ۴۴) را دارد، ازین جملہ فقط پنج را در معجم المطبوعات عمود ۶۴۳ ذکر کردہ، یعنی بشمول النشر فقط شش کتب او طبع شدہ است الی الآن، شیخ مذکور است در یزدی ۱ : ۶۱۵ و عجائب المقدور (طبع لیڈن ۱۶۳۶ء) ص تکب ، [5] کذا در جملہ مآخذ مذکورہ بالا باستثنای آآ کہ تاسع دارد بجای خامس وآن صواب نیست ، [6] کتابی بدین نام از ابن الجزری در کشف الظنون و براکلمن و آآ مذکور نیست ، امّا صاحب مقدمہ النشر کتابی را ذکر کردہ باسم "البدایۃ فی علوم الروایۃ" و در حاشیہ افزودہ است : الفہ لما کان عند تیمور،

شیخ کتابیست که در روزگار دوم آن چشم اولوا الابصار ندیده، وگوش هوش اهلِ[1] اعتبار شبیه ونظیر آن نشنیده، و در علمِ قرائت مؤلفاتِ مقبول دارد که حالا درمیان نهرهٔ فن تحسین قبول متداول است، وآنجناب بهر شهر وولایت که تشریف حضور ارزانی می داشت علماء روزگار وفضلای امصار بتلمذ[2] واستفادت ازآن جناب افتخار می نمودند واولادِ صغار وکبار درمجلس آن بزرگوار حاضر ساختند وبقراءت وسماعِ صحاح ستّه تیمّن وتبرّک می فرمودند، ووالدِ این فقیر مولانا جلال الدّین اسحٰق رحمة الله صحیحین را بر جناب شیخ گذرانیده بود واولادِ خود مولانا جمال[3] الدّین عبدالغفّار ومولانا شریف[4] الدّین عبدالقهّار ومولانا عفیف الدّین عبدالوهّاب وبندهٔ کمینه عبدالرزّاق را بآن مجلس حاضر گردانیده واجازت بطریق معهود ستانیده، جَزَاهُمُ اللهُ تَعَالیٰ خَیْرَ الْجَزَاءِ،

وهم درین سال سلطان[5] بخت بیگم* بنت حضرت صاحبقران در بلدهٔ نیشابور از دارِ غرور بسرای سرور رحلت نمود، وماهِ کامرانی در عقدهٔ ذَنَب منخسف شد وخورشیدِ عالم افروز منکسف[6]، روزگارِ غدّار عادت خویش ظاهر کرد وگردونِ دون سیرت وسریرتِ خود هویدا ساخت،

---

[1] فقط ک ب، [2] ک: بتلمذ، [3] مذکوراست بر ص ۶۲۷، [4] برای ترجمه اش رک به حبیب السیر ۳: ۳: ۱۹۷، در ۸۶۹ھ وفات کرد چنانکه می آید، [5] نامش بخت بیگم است در زامباور شجرهٔ T، درآن موضع نام شوهرش را Mirakha نوشته است، سلطان بخت بیگم مذکوراست در مطلع بذیل حوادث ۸۰۸ھ، رک به ص ۳۹ و ۴۶ نیز ص ۶۳۳، از یزدی ۱: ۱۲۰ معلوم می شود که مادرش او لجای ترکان آغا در ۷۶۷ فوت کرد، پس عمر سلطان بخت بیگم از شصت وشش متجاوز بود درحین وفاتش، [6] آ با ک: منکشف،

10

خلود و بقا در جهان ممکن نیست و امیدِ وفا از و محال است، جهان خود درماندهٔ بتر از ماست، باران گریهٔ اوست، و برق سوختگی دل، و رعد نالهٔ بیت
از سنگ گریه بین و نگو کان ترشح است
وز کوه ناله دان و مپندار کان صداست

وقایع سنه اربع و ثلاثین

ذکر وصول موکب همایون بدار السلطنهٔ هراة

۳۴ب ۱ حضرت خاقان سعید از یورشِ دومِ آذربایجان معاودت فرمود و دوم ماهِ شوّال بسعادت و اقبال از سلطانیه بصوبِ مملکت خراسان عزیمت نمود، نسیمِ نصرت و تائید از مهبِّ عنایت وزیده و نکبای[1] نکبت[2] خاکِ خسار در چشمِ دشمنانِ خاکسار پاشیده، آفتابِ دولت از افقِ فیروزی
۱۰ طالع و صبحِ سعادت از مشرقِ عنایت لامع، و خاقانِ عالم‌ستان با لشکرهای جهان از سلطانیه روان شد، غبارِ سمندِ جهان نوردش سرمهٔ دیدهٔ روشنان افلاک و فتراکِ دولتِ روزافزونش دستگیرِ گوشه‌نشینانِ مرکزِ خاک، نعلِ یکرانِ بادجولانش حلقهٔ گوشِ تاجداران تخت‌نشین و طوقِ بندگی و عبودیتش ع

درگردنِ سرکشانِ صاحب‌تمکین

و موکب ظفرنشان از ملکِ ری و سمنان و دامغان گذشته بظاهرِ بسطام رسید و شرفِ زیارتِ اکابرِ آن دیار و بلاد دریافته از ارواحِ ایشان استمداد نمود،

---

[1] ب: فقط: نکو، [2] فقط ب: خاک نکبت،

و موکبِ ظفر انتساب چون ماه و آفتاب منازل و مراحل می پیمود تا صحرای نیشاپور از یُمنِ رایتِ منصور ع

که بادا چشمِ بد از دولتش دُور!

رشکِ سپهرِ برین و غیرت فزای بلاد روی زمین شد، و چون در آن ایام بانوی نیک نام سلطان بخت بیگم که خواهرِ صلبیّهٔ حضرت خاقان سعید بود بدارِ بقا انتقال نمود، آنحضرت جهتِ ترویحِ روحِ او ختماتِ کلامِ ملکِ علّام و اِطعامِ طعام فرمود و صلات و صدقات بفقراء و مستحقان رسانید، و روحِ او را در روضهٔ رضوان شادگردانید،

و رایاتِ نصرت آیات از نیشاپور عبور نمود و هشتم ماهِ محرم در دار السلطنهٔ هراة نزولِ اجلال فرمود، اکابرِ جهان عموماً و اعاظمِ خراسان خصوصاً اهالیِ ۱۰ هراة مراسمِ پیشکش و نثار و شرایطِ تهنیت و استبشار بجا آورده بزبانِ حال میگفتند بیت

خجسته باد بتائیدِ ایزدِ متعال وصولِ رایتِ سلطان بمستقرِ جلال

بهر مقام که آید بهر کجا که رود معین و حافظِ او بادا ایزدِ متعال

و از اقصی ولایتِ چین و مغول و ترکستان تا انتهای ولایتِ آذربایجان فرمانِ جهانمطاع را انقیاد نموده سر بر خط اطاعت نهاده بودند، و طریقِ فرمان برداری و شیوهٔ باج گذاری مسلوک می داشتند،

درین ولا اقتضای سپهرِ منقلب احوال خواست که بنیلِ عین الکمال بر چهرهٔ روزگار فرخنده آثار کشد، ناگاه از جانبِ مملکتِ خوارزم قاصد رسید و بموقفِ عرض رسانید که لشکرِ اوزبک خاکِ خسار بر فرقِ روزگارِ خود

---

۱ رک ب ص ۶۳۱ ح ۵، ۲ پ ب، جلال،

پاشیده گرد فتنه برانگیخته اند[۱]. و سپاه بسیار بیکبار قصد خوارزم کرده[۲] و امیر ابراهیم ولد امیر شاه ملک تاب مقاومت نیاورده بکات وخیوق رفت، و خواجه اصیل الدین وزیر اسباب قلعه داری مرتب ساخت و رایت مقابله و مقاتله برافراخت و عاقبت عاجز گشته بقتل آمد، و لشکر اوزبک خوارزم را گرفته خرابی بسیار کردند و غارت و تاراج از حد گذرانیده به طرف دشت بازگشتند،

آنحضرت را استماع این اخبار بر خاطر کوه وقار گران و دشوار آمد و جمعی امراء نامزد آن طرف فرمود، و امرای نامدار آثار جلاوت و شجاعت اظهار کرده ایل و الوس اوزبک را تاختند، و مجموع آن بی باکان را مستأصل و پریشان ساختند ع ۱۰

که واجب شد طبیعت را مکافات

و از امرای عراق عجم امیر حسین طارمی که در نواحی سلطانیه (ورق ۳۵۸) ۳۵۸ر آباً عن جدٍ یورت داشت احرام قبلهٔ اقبال بسته عزیمت کعبهٔ آمال نمود و بشرف ملازمت استسعاد یافت و بعنایات پادشاهانه سرافراز و ممتاز شد و در سلک عظمای امرا منتظم گشت،

و درین سال سید اهل کمال و سند اصحاب حال مرتضای[۳] اعظم مقتدای سادات عرب و عجم کاشف انوار الهی واقف اسرار نامتناهی امیر نور الدین[۴]

[۱] یعنی اورگنج (رک به لیستریج ص ۴۴۸)، نیز به یزدی ۱ : ص ۴۴۹ س ۱۲، [۲] ک : کرده اند، آ تا ب مثل متن، [۳] آ : مرتضی، [۴] حبیب السیر ۳ : ۳ : ۱۴۳ ترجمه اش را دارد که مطابق است به مطلع و در خلاصة الاشعار تقی کاشی (رک به حواشی آینده) که اکثر آن ترجمه مبنی است بر تذکرهٔ دولتشاه سمرقندی ص ۳۳۳، در خزینة الاصفیا ص ۱۰۶ نسبش را دارد از روی تشریف الشرفا، نیز رک به ریو ص ۶۳۴ و ۳۱،

سیّد نعمت الله طیّب الله تعالی منقلبه و مثواه بیست[1] و پنجم[2] رجب ازین وحشت آبادِ رنج و تعب شاهبازِ روحش بسوی روضهٔ رضوان در قریهٔ ماهانِ[3] کرمان در طیران آمده، در همان مقام مدفون است، و این[4] چند بیت در حالِ نزع نظم فرمود. بیت

نعمت الله جان بجانان داد و رفت ... بر درِ میخانه مست افتاد و رفت

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ... خواند بر دنیای بی بنیاد و رفت

چون ندای ارجعی از حق شنود[5] ... زنده دل در عشق او جان داد و رفت

نعمت الله دوستان یادش کنند[6] ... تا نه پنداری که رفت از یاد و رفت

وحاوی اوراق عبدالرزّاق بن اسحٰق بحسب[7] اتفاق در شهور سنهٔ خمس و اربعین وثمانمائه به بلدهٔ کرمان و قریهٔ ماهان رسید و بزیارتِ آن مشهدِ منوّر و مرقدِ معطّر مشرّف گردید و قبّه و بارگاه و گنبد و خوابگاه در غایتِ عظمت 10

---

[1] بیست و دوم در ریو (۱۱، وی مناقب تالیفِ عاسر وجامع مفیدی) و آآ،

[2] مدینة بکرمان بینها و بین السیرجان مدینة کرمان مرحلتان (یاقوت ۴: ۴۰۵) (دو منزل = ۸ فرسخ) موصوف در بیست و پنج سال آخر عمرش درین قریه مقیم بود. [3] این ابیات را در حبیب السیر نیز آورده است، دیوانِ سید در طهران در ۱۲۷۶ه بچاپ رسیده و مولّ تقی کاشی دیوانش "قریب بپانزده هزار بیت بست" (خلاصة الاشعار و فرهم نسخهٔ کپور تهله ورق ۲۸۲ ر)، قریبًا چهار صد بیت را صاحب خلاصه انتخاب نموده" درین اشعار گاهی 'سید' و گاهی 'نعمة الله' تخلص می کند

علاوه بر دیوان "مبر او در طریق تصوف تصنیفات و رسائل است و در اکثر علوم تصنیف فرموده اند حتی در فقه مخالف و دیگر رسائل دارد" (خلاصه نسخهٔ مذکور ورق ۲۸۱ ر)، گویند پانصد رسائل داشت، ازینها قریب به یکصد بما رسیده (آآ). [4] آ و حبیب السیر: شنید،

[5] حبیب السیر: کنید، [6] آ ب آب اک + : بحسب حسن اتفاق،

مشاهده نمود و از روحانیت آنحضرت فتوح بسیار قرین روزگار آمد[1]

و هم درین سال اربع و ثلاثین[*] جناب مولانای اعظم قدوة اعاظم[2] العلماء[3] فی العالم مولانا[4] رکن الدین محمد الخوافی در ظاهر دار السلطنهٔ هراة یکشنبه بیست و هفتم شوال در قریهٔ غوره[5] درواز[*] شاهباز جانش در هوای نشیمن قدس پرواز کرد، و در مزار بزرگوار مقبول حضرت باری خواجه عبد الله انصاری قدس سره مدفن یافت، و خدمت مولوی حاوی فنون صوری و جامع علوم معنوی بود مرید شیخ علی کلا[6] که نسبت خرقهٔ آنجناب بحضرت سلطان سیدی احمد کبیر و مرشد آفاق شیخ ابو اسحق قدس الله تعالی ارواحهم میرسد[7]

---

[1] تقی کاشی (در آخر صدهٔ دهم) می‌نویسد: بقریهٔ ماهان که از اعمال دار الامان کرمان است مدفون است و در خانقاه او حالا فرش و روشنائی میسر است و موضع پر فرح و معمور است و مقصد و ملجأ درویشان و فقرا است و مقام سعدا و فضلا (نسخهٔ مذکوره ورق ۲۸۲ ب)، شاید که این عبارت تقی مبنی است بر دولتشاه (آخر مائهٔ نهم) ص ۳۳۶، [2] آ ب ت ا ک ـــ، [3] فقط آ: الاعاظم، ـــ در حبیب السیر ۳: ۳، ۱۴۵ ترجمه‌اش را دارد که غالباً موادش را از مطلع گرفته است،

[4] در ا ک بعض کلمات را افزوده است مثل طایف بیت الحرام زایر مرقد النبی علیه السلام شیخ الاسلام بن المولی اصل الدین اسمعیل ـــ ترجمه‌اش را در حبیب السیر ۳: ۳: ۱۴۴ دارد،

[5] حبیب السیر: غوره و درواز، این بظاهر همان قریه است که یاقوت (۳: ۸۲۴) بذیل غوره درباره آن نوشته: قریة من باب هراة ینسب الیها بعضهم، [6] کلا بپارسی دری و تبری (۱) کوزهٔ بزرگ و آفتابه (۲) قریه و دیه و محله (۳) وزغ که آنرا بک نیز گویند و غوک نیز خوانند (آنندراج ۲: ۱۰۹۸)، [7] مدفون معبدیه، رک به یزدی ۲: ۳۸۸، در نزهه ص ۴۶ سطر این موضع را معبادیه نوشته است، برای این موضع رک به بغداد تالیف لیسترنج ص ۷۵،

وجناب مولانا سالها در دار السلطنهٔ هراة ملجأ علمای اسلام و مرجع کبراء ایام[1] بود، و اعیانِ حضرت و ارکانِ دولتِ حضرت خاقان سعید بصحبتِ شریفِ آن وحیدِ زمان تیمن و تبرک می جستند، و مولوی را در جمیع علوم[2] اسلام* خاصه علمِ حدیث و اصول و کلام دستی تمام و اقتداری مالا کلام بود، بیت

سبحانِ جملهٔ پاکان که در جمیعِ علوم　　بسانِ مردم یک فنه[3] بود بی همتا

و در اوانِ جوانی و عنفوانِ زندگانی که نهالِ شباب در جویبارِ اعتدال سیراب بود برای تکمیلِ تحصیل آهنگِ راهِ عراق فرمود، و در آن زمان تمام ممالکِ فارس و عراق از فروغ رای آفتاب اشراقِ سلطانِ مُطاع جلال الدین شاه شجاع بغایت معمور و آبادان بود، و خدمتِ مولوی بولایتِ فارس رسیده، شاه شجاع بصحبتِ مولانا میل نمود و گاه گاه بمجلسِ همایون ۱۰ استدعا فرمود و مولانا چند[4] نوبت* اجابت نموده اجازت طلبید و متوجه سفرِ حجاز گردید، و بکرات حج اسلام بجا آورده دولتِ مجاورتِ بیت الله الحرام و سعادتِ زیارتِ نبی علیه الصلوة و السلام دریافت و بعد ازان میلِ صحبتِ سلاطین[5] ننمود، و ایامِ گذشته را در مقامِ عذر خواهی بود، و مولانا را در تمام علوم نکات | و لطائف و شبهات و ظرایف است، و در ۳۵۸د حلاوتِ سخنان و محاورتِ[6] صحبتِ خلان ملیح البیان و فصیح اللسان بود، روزی طالب علمی از خدمتِ مولوی استفسار نمود که آنجناب

---

[1] انام؟　[2] فقط ک، علام،　[3] فقط ب: فتنه،
[4] خانوادهٔ مظفریان، از ۷۵۹ه تا ۷۸۶ه فرمان روائی کرد،　[5] فقط آ ـــ،
[6] فقط آ ـــ،　[6] ک اک: مجاورت، آ: محاوره، ب مثل متن،

شرح[1] اصول ابن حاجب برگ گذرانده مولانا در جواب فرمود که قاضی عضد الدین پیش که خوانده؟ طالب علم گفت: قاضی مصنف آنست، مولوی گفت: قاضی آنرا تصنیف می تواند کرد دیگری نمی تواند دانست؟ دیگری از مولانا پرسید که خدمت مولوی چون میل تاهل نفرمود، مولانا فرمود که سلسله ولادت از آدم علیه السلام باین ضعیف رسیده میخواهم که یک سر سلسله در دست حضرت آدم باشد و سر دیگر در دست این ضعیف، آری علو الهمة من الایمان.

---

[1] ابن حاجب (م ۶۴۶ھ) راکتابیست بنام منتهی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل، وهمو اختصاریست این کتاب را بنام مختصر المنتهی و مختصر ابن الحاجب و "هو المشهور المتداول" (کشف الظنون ۲ : ۱۸۵۳)، و در متن از اصول ابن حاجب این مختصر مراد است، علامه عضد الدین الایجی (م ۷۵۶ھ) برین مختصر شرحی نوشته که آن را در ۷۳۴ھ تمام کرد (کشف الظنون) و مختصر المنتهی (= المختصر الاصولی) مع شرح علامه ایجی و حواشی علامه تفتازانی و جرجانی و حاشیه حسن هروی بر حاشیه جرجانی در بولاق طبع شد در ۱۳۱۶-۱۹ھ (آ ۲ : ۳۸۲) نیز رک به معجم المطبوعات عمود ۲۷، [2] آ ب : کی، [3] فقط ب (بجای عبارت متن): مصراع قیمت هر کس بقدر همت والا اوست، آک: علو الهمت من الایمان

بیت　　همت از انجا که اثرها کند
　　خوار مدارش که نظرها کند

وقایع سنه خمس وثلاثین

ذکرِ قشلاق فرمودنِ میرزا بایسنغر در مازندران[1]

سلطانِ معظّم فرمان فرمای اقالیمِ عالم حضرت خاقان سعید مصلحتِ دولت و یراقِ سلطنت چنان دید که نُورِ حدقهٔ پادشاهی و نَورِ حدیقهٔ الطافِ الٰهی میرزا بایسنغر اتّفاقِ قشلاق در مملکتِ مازندران واسترابا دنماید، و از فروغِ آفتابِ عدالت اطرافِ آن ولایت را منوّر فرماید، و امرای کبار امیر علاء الدّین علیکه کوکلتاش و[1] امیر محمد صوفی ترخان[2] و امیر محمد شاه برادرِ امیر جلال الدّین فیروز شاه وامیر محمد میرمُشم دلد الیا سخواجه ملازمِ رکابِ سلطنت انتساب بالشکرهای جهان عازمِ صوبِ مازندران شدند،

وشاهزادهٔ فریدون فر منتصف شهرِ صفر از دار السّلطنهٔ هراة نهضت فرمود، ۱۰ و بر سمندِ سبک سَیر که از غایتِ سرعت بر ایّامِ ماضی سبقت می نمود و بوقتِ عنان کشیدن زمانِ مستقبل را درحال در می یافت و در پستی مانندِ قضای آسمان فرود می آمد و در بلندی چون دعای مستجاب بالا میرفت سوار شد، آسمان از هیبت آوازِ سُمش کبود بر آمده، و ماهِ نو از شرمِ نعلش بخود فرو رفته بیت

درمقامی که کند خنگِ فلک سیرِ تو سیر ماهِ نَو را نبود جای مگر صفِ نعال

شاهزاده ممالک ومسالک پیموده چون ابر و باد باسترآباد در آمد بیت

---

[1] فقط در ک، از روی نسخ دیگر ثبت شد، [2] کذا باضمه در ک،

شرف یافت ز و ملک جرجان زمین   وطن گاہِ شاہانِ ایران زمین

و چند گاہ بدولت و سعادت در آن مملکت گذرانید و کوکبۂ سلطنت بایوانِ کیوان رسانید،

و درین اثنا امیر محراب[1] ترخان کہ مقدمِ امرای دیوان بود[2] و در میدانِ سخاوت بچوگانِ کوشش گوی بخشش از اقران می ربود از دارِ وحشت و غرور بسرای الفت و سرور رحلت نمود،

و درین ولا از جانب عراق و آذربایجان ایلچیان رسیدند و بموقفِ عرض رسانیدند کہ امیر اسکندر برادرِ خود امیر ابوسعید را کہ آنحضرت بحکومت آن مملکت گذاشتہ بود بقتل آورد و بر سریرِ سلطنت متمکن گشت[3] و گردِ فتنہ و فساد بر خاست[4]، و انواع ظلم و بی داد تمام آن بلاد و دیار را[5] فرو گرفت،

ذکرِ نہضتِ ہمایون بجانبِ سرخس

حضرت خاقان سعید اواسط جمادی الاولیٰ موافقِ اواخرِ حوت بعزمِ قوشلامشی، جانور پرانیدن عازمِ ولایتِ سرخس شد و چون غبارِ موکبِ منصور دیدۂ اعیانِ آن ملک را روشن ساخت چند روز بسان خسروِ سیارگان بر سبز خنگِ فلک سوار شدہ در اطرافِ صحرا و بیابان تاخت و بجانور (ورق ۲۵۹) پرانیدن و یوز و سگ دوانیدن ہر طرف صیدِ بسیار انداخت، و چون صحرای سرخس پی سپرِ مراکبِ کواکب

[1] پسر امیر حسن صوفی ترخان از برادر گوہر شاد آغا کہ در ۸۲۷ھ بجای پدر امیر دیوان علی شدہ بود، رک بہ ص ۵۴۰،

[2] در ۸۳۳ھ، رک بہ ص ۶۲۲ ، [3] ک: برخواست، [4] آ ،

مواکب[1] گشت و اطراف واکناف وحواشی وحوالی از وحوش وطیور خالی شد آنحضرت عزیمت مهد مبارکه نموده بشرف زیارت سلطان طریقت برهان حقیقت صاحب السیر والطیر شیخ ابوسعید بن ابوالخیر قدس سرهما استسعاد یافت، وآفتاب عنایت آنحضرت بر ساکنان آن بقعه منوره تافت، وآداب زیارت بواجبی ادا نمود وعواطف پادشاهانه فقراء ومستحقان را صلات وصدقات عنایت فرمود،

و درخلال این احوال میرزا الغ بیگ از قشلاق بخارا متوجه اردوی اعلی شده بدولت ملازمت والد بزرگوار وجمشید روزگار سرافراز آمد، وآنحضرت نسبت با فرزند سعادتمند مواهب پادشاهانه ومواجب خسروانه بظهور آورده اجازت مراجعت ارزانی داشت،

ودرین ولا میرزا بایسنغر که بموجب فرمان در مملکت مازندران قشلاق کرده بود خلف صدق خود میرزا سلطان محمد را باردو فرستاد، وخاقان کامگار شاهزاده را در آغوش مهربانی کشیده احوال آن دیار استفسار فرمود، وشاهزاده بحسن تقریر دلپذیر شرح قضایای آنجا بنوعی ادا نمود که موجب عنایت جد بزرگوار وخاقان کامگار شد، وآنحضرت هرگاه لطف گفتار وحسن رفتار وتمکین شاهزاده را باوجود صغر سن مشاهده نمودی وشاهزاده برسم ملازمت متردد بودی آنحضرت فرمودی که بایسنغر میآید آری بیت

پسر کو ندارد نشان پدر تو بیگانه خوانش[2] مخوانش پسر

وچون رای اصابت شعار از نشاط شکار فراغت یافت عنان دولت وسعادت بصوب سریر سلطنت تافت، و اوایل ماه شعبان

---

[1] ک ــ، [2] ب ت الف ک: دانش (بجای خوانش)،

10

در ضمانِ عنایتِ ملکِ مستعان در دار السلطنهٔ هراة نزول فرمود، و میرزا بایسنغر از ولایتِ مازندران معاودت نموده بمستقرِ خلافت رسید و بسعادتِ ملازمتِ حضرت خاقان سعید مشرف گردید،

و درین ولا از جانبِ سمرقند خبر آمد که شاهزاده عبد الرحمٰن ولد میرزا الغ بیگ گورگان وفات یافت، و میرزا الغ بیگ در فراقِ آن درِ مکنون بغایت ملول و محزون ست آنحضرت آیهٔ کریمهٔ اِنّا لِلّٰهِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون بر زبانِ گوهر فشان آورده یکی از معتبران را برسمِ عزا رسانیدن بجانبِ سمرقند روان فرمود، و میرزا الغ بیگ را بمواعظ و نصایح تسلی و تسکین داد،

۱۰ و از جانبِ شیراز خبر آمد که شاهزاده اسمٰعیل سلطان ولد میرزا ابراهیم سلطان بریاضِ رضوان خرامید، و چون میرزا ابراهیم سلطان را غیرِ شاهزادهٔ مرحوم فرزندی نبود جزع و اندوه بسیار نمود، و بیم آن بود که دست از تدبیرِ مملکت بازدارد، و آنحضرت مقربی را نامزدِ شیراز فرمود و فرمود که میرزا ابراهیم سلطان را بسیار نصیحت نموده بر سرِ مهماتِ ملک آورد،

و درین سال جنابِ افادت مآب معالی انتساب خواجه صاین الدّین علی اصفهانی چهاردهم ذی الحجّہ در دار السّلطنهٔ هراة وفات یافت[1]، و این خواجه صاین الدّین افضلِ علماء و اکملِ فضلاء بود و او را در انواعِ علوم مؤلفاتِ عربی و مصنّفاتِ فارسی در غایت لطافت

---

[1] مذکور است در دولت شاه ص ۳۸۴ و ۳۴۰، برای ترجمه‌اش رک به ریو دیذ ریعه فهرست بذیل صائن الدّین ترکه، و مواضعی که در آن ترجمه نشان داده است، ترجمه‌اش که در حبیب السیر ۳ : ۳ ، ۱۴۵ آورده است بظاهر مأخوذ است از مطلع اما سالِ وفاتِ خواجه که آنجا ۸۳۰ طبع شده است غالباً محرّف است از ۸۳۵ و اگرچه در مجالس المؤمنین نیز ۸۳۰ را دارد)،

ونهایت بلاغت واقع است[1]، | وهرکرا توفیق رفیق گردد که (۲۵۹،
شرح[2] فصوص الحکم وکتاب مفاحص وشرح قصیدهٔ ابن[3] فارض که مرقوم قلم
گوهرنثارِ اوست مطالعه کند صدق این دعوی در نظرِ انصاف او ع
چون لمعهٔ آفتاب روشن باشد،
[[4] وبرادرِ اکبر و مخدومِ دانشور مولانا جمال[5] الدّین عبدالغفّار بن مولانا
جلال[6] الدین اسحق القاضی الامام در همین ذی الحجّه نوزدهم ماه جهانِ فانی
را وداع کرد، واو را در علوم دینیّه و معارفِ یقینیّه مهارتی تمام بود،
وبر اقران فایق و بر همگنان سابق می نمود، وجناب مولانا رکن الدّین الخوافی
وخدمتِ مولانا جلال یوسف الاوبهی برای جناب اخوی[7] مآب[8] اجازتِ
عالیه افادت فرموده اند[9] رحمة الله علیهم اجمعین، بیت ۱۰

همه کارِ جهان یابد سرانجام
بنورِ دانشِ علماء اعلام[9]]،

---

[1] درکتابخانهٔ موزهٔ برطانیه ازینها دوازده کتب ورسائل موجوداست، [2] مذکوراست در کشف الظنون ۲ : ۱۹۲ (و شرح لمعات اونیز مذکوراست درکشف ۲ : ۳۶۳)، [3] فقط آ : ابن فارسی، [4] درک وآ ــ، ازروی با بب واک افزوده شد، [5] فقط با : جلال الدین، [6] فقط با : جمال الدین، ــ ترجمه اش رادر حبیب السیر دارد که بظاهر ازهمین موضع مطلع مأخوذ است، [7] کذا در جمیع نسخ، [8] بعدش در اک + : وبتجویز روایت مقروآت ومسموعات ومناولات ومجازات نموده
[9] فقط با : اسلام،

وقایع سنه ست وثلاثین

ذکرِ آوردنِ امیرزاده یارعلی ترکمان

امیر خلیل الله شروانی ترکمان[1] که شرح قدمت خاندانِ آن دودمان محتاجِ شرح و بیان نیست و شاید که درین صفحات[2] بکرّات شمّه از آن شرفِ عرض یافته باشد، وهمیشه ایشان را نسبت بخاندانِ حضرت[3] صاحبقران کمالِ اخلاص بجمالِ اختصاص آراسته بود[4] وخود را مخصوصِ آنحضرت میدانستند، درین ولا امیرزاده یارعلی ولد امیر اسکندر را که از پدر گریخته پیشِ او رفته بود گرفته و مقیّد ساخته از راهِ دریا بدرگاهِ عالم پناه فرستاد، وحضرت خاقان سعید او را تربیت فرموده، چندگاه در جرگهٔ[5] شاهزادگان راه و رسمی داشت امّا جمعی کثیر از رنود و اوباشِ ترک و تازیک که مردمِ نیک نبودند برو غلبه کرده مصاحبت دایمی می نمودند، وحضرت خاقان سعید از ایل و الوسِ تراکمهٔ آذربایجان خانه کوچ بسیار بهراة نقل فرموده بود و درآن ایّام سیّد غیاث الدین یزدی بموجبِ حکم تحقیقِ سراهای دیوانی

---

[1] در ا ۱ ۴ : ۳۸۵ ص ۲ راجع به پدرش شیخ ابراهیم دربندی گفته است که وی را بخاندان کسرانیه علاقه مندی بعید حاصل بود ،
[2] رک به ص ۴۳۱ ، ۴۳۶ - ۴۳۸ ، ۴۵۰ ، ۴۷۶ ،
[3] فقط ک : آنحضرت الخ ، فقط آ : بخاندان صاحبقران کمال اختصاص ثابت بوده ،
[4] آ : خرگاه ، ب ت : جرگاه ،
[5] در آ ب ت ک — ،

وسایر مواضع که آن جماعت نشسته بودند نمود، زیاده از ده هزار خانه وار قلمی
شد، و محلِّ تصوّرِ فتنه بود، و مقارنِ این حال[1] روزی آنحضرت بنظارهٔ کمانِ
رعدکه استاد فرج[2] ریخته گر ساخته بود و سنگ چهار صد من بدعوی می انداخت
سوار شد، و در شمال کوه باولی گاه[3]* که محلِ سنگ انداختن بود غلبه و ازدحامِ
تمام از شهر بیرون آمده بودند، و آنحضرت بر فرازِ پشتهٔ تماشا میفرمودند، ناگاه
امیرزاده یارعلی پیداشد، و او جوانی بود در کمالِ حُسن و لطافت و غایتِ خوبی
و ملاحت، مردم شهر چون اورا دیدند همه[4] بیکبار بی اختیار بسوی او دویدند
و بنوعی سر در پی او داشتند که کمانِ رعد و نظارهٔ آن را برجای بگذاشتند،
حضرت خاقان سعید را از مشاهدهٔ این حال خاطر همایون متغیّر گشته ، چون
بیارگاهِ سلاطین پناه باز آمد امیرزاده یارعلی را بند فرمود و در روز بجانب ۱۰
سمرقند ارسال نمود ع

که سر فتنه را بند و زندان سزاست،

و درین سال مدرسهٔ عالی و عمارتی متعالی که مهدعلیا گوهرشاد آغا در
شمالِ شهر در سر پل انجیل[4]* ساخته بود تمام شد[5]، و آن عمارتیست که در معمورهٔ عالم
شبیه و نظیر ندارد، و بلندرایانِ بالادست لطافت و متانتِ آن عمارت را

---

[1] آ با: فرج، ب ب اک مش متن، [2] فقط با: پاولنگاه، ک و دیگر نسخ: باولی گاه، [3] آ ب،
[4] اک: درکنار جوی انجیل (بجای در سر پل) - آنجیر در زه ۲۲۰ س ۶ (بجای انجیل) "سر پل
انجیل" مذکور است در ریزدی ۱: ۳۱۹ س ۵، [5] "درین زمان ابنیهٔ مذکوره (یعنی
مسجد و مدرسه ملکه گوهرشاد بیگم) دگر وجود ندارد زیرا امیر عبدالرحمن خان بواسطهٔ اصرار
مهندسین انگلیسی که منتظر محاصرهٔ هرات از طرف روس ها بودند امر به تخریب آن داد" (آثار هرات
تالیف آقای خلیلی افغان - طبع هرات ۱۳۰۹ شمسی ص ۱۷۸)،

مطمح نظر اهتمام ساخته رفعتی بخشیده اند و پایهٔ صرفت[1] را چنان بلندگر دانیده
که اگر شرح و تعریف آن را دبیر روشن ضمیر دیوان سپهر برین بقلم گوهربار
از زر حل خورشید بر لوح سیمین ماه انور تحریر کند هم درخور بود، و اگر
سخن طرازان سواد هفت کشور که کواکب ثواقب آسمان بلاغت اند بخامهٔ
دُر نثار انصاف از سیاهی دیدهٔ جهان بین بر بیاض کافوری چشم نگارند
هم لایق باشد، و شاید که شمّهٔ از وصف آن باین ابیات بیان توان کرد **قطعه**

عقل تا[2] دید این بنا از بیت معمور فلک
هر زمان در حیرت افتد کاین کدام است آن کدام
ربع مسکون از جوار این همی یابد خبر
سقف مرفوع از ستون آن همی گیرد قوام
مهر و مه را از برای خشت آن می ساختند
این یکی از زر پخته و آن یکی از سیم خام
برده از شکل هلالش دوش گردون ناوه کش
و آفتابش روز و شب اندر گل اندائی[3] بام
شد شفق شنگرف و گردون کاسهای لاجورد
مهر و ماهش شمسه و نقاش چرخ خویش کام

و چون آن عمارت عالی مقام بحسن اهتمام آن بانوی نیک نام لطف اتمام
یافت و در غایت لطافت زیب و بها و رونق و صفا پذیرفت حضرت
خاقان سعید مصلحت چنان دید که پیش از اجلاس اهل تدریس و تعیین اصحاب

۱ک : حرف، ۲ مقط ک : نا (بجای تا)، ۳ آ : گل اندازی، اک :
گل اندامی،

استفادت[1] و تحصیل جمعها درآن بقعهٔ دلکشا و مقام جانفزا نماز جمعه باداررسانند[2]
و بر فرازِ منبر که با منبرِ نُه پایهٔ سپهر دعوی برتری داشت خطبهٔ عالی بنامِ
خجسته فرجام آنحضرت موشح گردانند[3]، و خطیبِ آنجا شیخ شهاب الدّین
ابن شیخ رکن الدّین بن شیخ الاسلام شیخ[4] شهاب الدّین[*] البسطامی مقرّر شد،
و جمعهٔ هشتم صفر فرمان فرمای اقالیمِ بحر و بر بآن بقعهٔ منوّر تشریفِ حضور
ارزانی فرمود، و شیخ شهاب الدّین مذکور به ادای خطبه قیام نمود، و خطبهٔ بلیغ
بآوازی ملیح و لهجهٔ شیرین ادا کرد اما[5] در اثنای خطبه ناگاه چند ناله و آهِ بی جایگاه[6]
برکشید، و حضرت خاقان سعید را آن حالت و حرکت بغایت[*] ناملایم نمود،
و چون از آداب و شرایطِ نماز و عرضِ نیاز بدرگاه پادشاهِ کارساز فارغ شد
حکم بعزلِ شیخ شهاب الدّین فرمود و مولانای اعظم شمس الدّین محمد بن[7] اوحد[*] ۱۰
بخطابت معیّن گشت ع

خطبها در هفت کشور جز بنامِ او مباد،

و درین سال امیر خواجه یوسف ولد امیر الیاس خواجه که حضرت
خاقان سعید ولایت سلطانیه و قزوین و ابهر و زنجان از حدودِ ری تا نواحیِ
دار الملک تبریز باو عنایت کرده بود[8] وفات یافت، و بیست و دوم
ربیع الثّانی در سلطانیه مدفون شد آری ع

سلطانی و سلطانیه بگذاشتنی است

---

[1] آ: افاده، [2] آ —، [3] آ ب ب اک، گردانید،
[4] فقط ک —، از روی نسخ دیگر ثبت شد، [5] فقط در ک ندارد، از روی نسخ
دیگر ثبت شد، [6] ب و حبیب السیر (۳: ۳، ۱۴۷): اوحد (بجای بن اوحد، یعنی باضافت ابنی)،
اک: بن مولانا وحید الدین اوحد، [8] رک به ص ۶۰۱،

و آنحضرت حکومتِ ولایاتِ مذکوره را بجناب امیر محمد میرم[1] که برادرِ خواجه یوسف بود تفویض و عنایت فرمود،

ولادتِ باسعادتِ میرزا سلطان عبدالله در شیراز

حق سبحانهٗ و تعالیٰ شاهزادهٔ عالیجناب میرزا سلطان ابراهیم را بیست و هفتم رجب در دارالملکِ شیراز فرزندِ سعادتمند کرامت فرمود و بسلطان عبدالله موسوم شد، و در آن زمان ممالکِ حضرت خاقان سعید در غایتِ رفاهیت و آبادانی بود بتخصیصِ دارالملک شیراز که بر مصر و شام مباهات می نمود، و چون آن مولودِ عاقبت محمود عرصهٔ عالم را بیُمنِ وجودِ شریف مشرّف فرمود و میرزا سلطان ابراهیم را در آن زودی شاهزاده اسمٰعیل سلطان ۱۰ از عالم رفته بود بیُمنِ مقدمِ سلطان عبدالله غایتِ نشاط و کمالِ انبساط ظاهر فرمود، و بزمِ پادشاهانه و جشنِ خسروانه مهیّا ساخت و بنفسِ شریف سایهٔ التفات بر ترتیب آن طوی بزرگ انداخت، و مجلسِ عیش و خرّمی و بزمِ نشاط و بیغمی بسانِ بهشتِ برین و نمودارِ نگارخانهٔ چین آراسته شد،

مطربِ بنشست و ساقی برخاست[2]، ساقیانِ ظریفِ لاله روی بادهای لطیفِ مشکبوی نرگس آسا در جامهای زرّین بر دست گرفته، از کمالِ صفا و روشنی در روی ماه پیکرِ شان عکسِ ساغر چون صورت در آینه بدید می آمد، و از غایتِ نازکی گلِ عارضِ آفتاب انوارِ شان از آسیبِ نفسِ حریفانِ مجلس چون عارضِ گل بدمِ بادِ خزان آزرده می گشت،

---

[1] کذا در ک مضبوط است باضمه. [2] ک: برخواست.

وجامِ صافی مانند [آبِ[1] — ظ] بستهٔ[*] وشرابِ لعل بر شکلِ یاقوتِ گداخته
می نمود، ومغنّیانِ خوش الحان آوازِ رُود وسرود بچرخِ چنبری رسانیدند
| چنانچه از سماعِ نوای روح افزای شان زُهره بر بامِ آسمان در چرخ ۳۶۰ ب
آمد، وچرخ از غایتِ حیرتِ نظارهٔ آن مجلس زمین کردار پا برجا ماند،
نسیمِ عطر مشامِ جانِ روحانیانِ افلاک را معطّر میگردانید، وبخار وبخورِ عنبر وعبیر
وبوی عود قُماری ومشکِ اذفر حُلّهٔ حیاتِ جاوید در تنِ جان بربادداگان[2]
[د؟] اسیرانِ خاک می پوشانید[3]، وشعرای فصیح اللسان ونُدَمای ملیح البیان از
ابرِ طبع چون آتش وآب دُرهای آبدارِ نظمِ بدیع ونثرِ غریب در مجلسِ انس
نثار می کردند وبحلاوتِ لطایفِ طرب انگیز ولطافتِ ظرایفِ
۱۰ رنگ آمیز رونق وطراوتِ مجلس یکی هزار می شد، وبغرایبِ بیان چون
سحرِ حلال وبدایعِ سخنان چون آبِ زلال جامِ فرح در کامِ روحِ حاضران
می ریختند، وبادهٔ خوشگوار کارِ طرب ونشاط را آب می داد وگرهِ غم واندوه
از دلهای تنگ می کشاد **بیت**

حبّذا بادهٔ طرب انگیز — کرده بازارِ عیش وعشرت تیز
از صراحیش اگر نباشد بند — رود از لطف تا بچرخِ بلند
گر از و قطره چکد بر سنگ — همچو یاقوت سرخ گیرد رنگ
مست از و گر نگشت ساغر هم — از چه از دست می شود هر دم

وچند روز بزمِ دلفروزِ عیش ونشاط بنیکوترین وجهی روی نمود، ومیرزا

---

[1] در ک ب، در نسخ دیگر هم بظاهر نبود که ضبط نکرده شد. ظاهر است که کلمهٔ آب از اصل افتاده است، خواجه عمید لونکی گفته است ـ آتشِ تر بآبِ بسته نگن، وانوری راست ـ آتش سیّال دیدستی در آب منجمد ، ور ندیدستی بخواه از ساغر سلطان ملوک [؟] (کلیات ص ۲۷۲)

[2] فقط ک: بربادرکان، [3] فقط ک: پاشانید،

سلطان ابراهیم دست دریا نوال ببذل کرایم اموال برگشود، واکابر واشراف
وصنادید اطراف بعین عنایت ملحوظ وبحسن رعایت محظوظ شدند[1]، وشرح
آنکه این میرزا سلطان[2] عبدالله چندگاه در ملک فارس پادشاه بود ومدّتی
در سمرقند سلطنت فرمود خواهد آمد، انشاء الله تعالی،

ودرین سال بسعادت واقبال ششم ماه ذی قعده میرزا[3] علاء الدوله
دختر امیر[4] یادگار شاه ارلات بیگیکه[5] نام را در عقد نکاح آورد، وحضرت
خاقان سعید وجناب میرزا بایسنغر طویهای بعظمت فرمودند، وآنچه
اسباب بهجت وسرور وفرح وحضور تواند بود در ترتیب آن اشارت نمودند
وچون چشمهٔ زرّین آفتاب مانند چشمهٔ آب حیوان پردهٔ ظلمات بر روی
۱۰ کشید وآینهٔ مصقول خورشید در غلاف مغرب مستور شد وخسرو انجم سپاه
ماه کلاه زرّین بر سر نهاد وبر سریر زمرّدین سپهر بار داد حضرت خاقان سعید
فرمود تا اسباب ضیافت برای ترتیب[6] زفاف ونظم عقد عقد آن دو
گوهر شب چراغ جمع کردند، ومجلس شادمانی را زیب وآرایش[7] هرچه
لایق تر وترتیب] وتزیینی هرچه درخور ارزانی داشتند، وآن شب را
بافروختن مشاعل ومصابیح مهر انوار چون روز روشن گردانیدند،
وآن بزم را بآیین هرچه تمامتر باتمام رسانیدند[8]،

---

[1] فقط آ ــ، [2] ک: چنانچه خواهد آمد، آ تا بب اک مثل متن، [3] فقط اک: شاهزاده میرزا (بجای میرزا)، ــ وی پسر غیاث الدین بایسنغر بود، [4] فقط اک: امیر جلال الدین (بجای امیر)، [5] کب: بیکه، اک، بیکیه، آ مثل متن، تا بب: زینب سلطان، روضة الصفا (۶: ۲۱۲): زینب بیگم، [6] فقط در کب ــ، از روی آ و نسخ دیگر ثبت شد، [7] فقط در کب ــ، [8] آ تا بب: رسانید،

و در هفتم ماه امیرزاده محمد[1] جهانگیر بن میرزا محمد[2] سلطان[3] بن امیرزاده جهانگیر بن سلطان صاحبقران که بعزّ[4] مصاهرت حضرت خاقان سعید سرافراز بود شاهباز روحش در هوای گلشن قدس پرواز کرد، و آنحضرت را فراق شاهزاده ملول و محزون ساخت، و چند نوبت بوثاق او فرموده مراسم عزا و اطعام فقراء و صلات و صدقات بجای آورد[5]، و ترویج روح او را ختمات کلام ملک علّام خواندند، و حضرت اعلی بازماندگان او را دلجوئی نموده تربیت و عنایت فرمود،

و درین ولا از فضلای مجلس همایون خواجه نظام الدّین عبد القادر که ربیب اخی شیخ علی صرّاف[5] بود و در بارگاه پادشاه اسلام در سلک مقرّبان انتظام داشت ازین دار ملال ارتحال نمود بیت[6]

(ورق ۳۶۱) ازین رباط دو در چون ضرورتست رحیل (۳۶۱ أ)
رواق و طاق معیشت چه سربلند و چه پست

و امیر محمد درویش که داروغگی دار السّلطنهٔ هراة مفوّض جانب او بود و شرف قرابت نسبت با حضرت ثابت داشت جهان فانی را بضرورت گذاشت[7]، و آنحضرت منصب او را بولد او امیر سلطان[8] ابو سعید که جوانی رشید بود عنایت فرمود،

---

[1] ب ت س: برای میرزا محمد جهانگیر رک به شجرات زامباور شجره T، ب- در روضة الصفا (۶: ۲۱۲ سطر آخر) بجای ذکر موت امیرزاده محمد جهانگیر ذکر وفات میرزا پیر محمد بن میرزا عمر شیخ آورده است، [2] فقط با: سلطان محمد، [3] فقط ک: بعرض، [4] کذا فقط در ک، در نسخ دیگر: آوردند، [5] کذا و احتمال دارد که این شیخ علی آن کس است که مذکور است بر ص ۲۶۹ بنام شیخ علی تزاق، [6] این بیت از حافظ؟ است، [7] روضة الصفا (۶: ۲۱۳ س ۱): علی سلطان،

و درآخر ہمین سال از جانبِ آذربایجان وعراق خبر آمد که امیر شاہ محمد[1]
ولد امیر قرایوسف را امیر باباحاجی ہمدانی بقتل آورد و در تمام آن ممالک
گردِ فتنه برخاست[2] مصراع
دستِ فلک تیغِ جفا آخته،

وقایع سنه سبع وثلاثین

ذکرِ وفاتِ شاہزادۂ عالیجناب میرزا بایسنغر بہادر[3]

از معظمِ وقایعِ این سال ارتحالِ سلطانِ عالیجناب غیاث السلطنة والدین
میرزا بایسنغر بود، و درین ولا بعضی از آیینِ پادشاہی وقوانینِ شاہنشاہی
وحُسنِ فضایل ولطفِ شمایل[4] وادراکِ کامل وفطانتِ شاملِ آنجناب بقلمِ تحریر
و رقمِ تقریر نقش پذیر خواہد شد، 10

میرزا بایسنغر[5] پادشاہی بود برفعتِ منقبت وقوّتِ سلطنت از
تاجدارانِ روزگار وتخت نشینانِ جم اقتدار افسرمثال برسر آمده، و بقدمِ
ہمّتِ بلند فرقِ فرقد را تختِ آسایِ سپر گردانیده، ہلال که در عُلوِّ منزلت

---

[1] رک: ص ۴۱۰ و راسباور ص ۲۵۷، [2] ک: برخواست، [3] فقط در آ،
[4] فقط ک: شامل، [5] برای ذکر ہنرپروری میرزا رک: تذکرة الشعرای دولتشاہ،
ص ۳۵۰، لطایف نامهٔ فخری (اورینٹل کالج میگزین سنه ۱۹۳۲ع ص ۲۰۷)، حالات ہنروران
از دوست محمد (م ۹۵۷، مرتبهٔ ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی) طبع لاہور سنه ۱۹۳۶ع ص ۱۳،

باسپهر برین پهلو می ساید در قصر جلال او سزاوار صفّ نعال آمد، وخورشید
که باشمشیر آتش بار ممالک شرق و غرب می کشاید بسلاح[1] داری صفدران
زرات عدد او افتخار نمود، همای همایون عدلش در بسیط جهان چنان[2]
پر و بال کشود که از جلاجل باز کبک دری دانه بمنقار بیرون آورد، وسحاب
دست سخاپرورش چنان گوهربارشد که صحن زمین از عکس جواهر گوناگون
بسان سقف گردون گشت، نسیم کرمش اگر بر اشجار جان گذشتی همه
درختان بجواهر ثمین بارآور گشتی، خسرو سیارگان اگر آستین وار بشرف
دستبوس او اختصاص یافتی عَلَم صفت زبر دست کیوان جا گرفتی،
و اگر لمعهٔ از پرتو تجلی رای انور او به پیکر ماه رسیدی سرمایهٔ نورتا[3] روز
نشور بآفتاب جهانتاب بخشیدی، و تا پیر پُر تدبیر جهان گشتهٔ فلک ندای شعر 10

أَحْسِنْ اذا كان امكانٌ ومقدرةٌ
فلن يدوم على الاحسان امكانُ

بگوش هوش او رسانیده بود در چمن دولت خویش جز نهال احسان نمی نشاند
و تا تغیّر احوال لیل و نهار و تبدّل دولت و انتقال در ضمیر منیر او جاگیر شده بود
صحایف آمال اهل سوال جز بعین عنایت و اجابت نمی خواند، و با این فضایل
حمیده و خصایل پسندیده در همه احوال مجالست اصحاب کمال و مجالست
اهل علم و ارباب فضل بر خود فرض عین و عین فرض می دانست. و در
اقامت مراسم تکریم این طبقهٔ کرام و تقدیم مناظم اجابت مرام این طایفهٔ
عظام غایت عنایت و نهایت رعایت بظهور آوردی، و اصداف اسماع
جهانیان بلآلی مآثر مأثورهٔ او مشحون شد، وصیت صدق عنایت و آوازهٔ

---

[1] ک: بصلاح داری، [2] فقط آ ـ، [3] فقط ک ـ،

حسنِ رعایتِ او بحالِ اہلِ فضل و ہنر باطرافِ ہفت کشور و اقالیمِ بحروبر
رسید، و چون تابِ آفتابِ عالم آرای و مانندِ نسیمِ صبای جهان پیمای
برِ عالمیان واضح گردید، و خردمندانِ فاضل و ہنرمندانِ کامل از اطراف
واکنافِ عالم دولت مثال روی امید بدرگاهِ معظّم آوردند، و پیوسته [1]
علمای وافر درایت و بلغای متواتر درراست که پشتِ سپاه دانش و روی لشکر
فضل و سرافرازانِ عالمِ علم و پیشوایانِ اہلِ خرد و صدرنشینانِ مجالسِ علومِ عقلی
ونقلی بودند بحضرتِ افاضل مآبِ آن پادشاهِ عالیجناب می رسیدند و خاکِ
بارگاهِ او را سرمهٔ کردار در چشم می کشیدند، و آستانه وار ملازم در قصرِ همایون
می شدند و بشرفِ مجالست اختصاص می یافتند و بواسطهٔ کمالِ کرم
و بذلِ نعم و خوش سخنی و تازه روئی مطیع و منقادِ او گشتند، و ملوکِ جهان
و پادشاہانِ عالمستان از مشاہدهٔ عظمت و جلالتِ اسبابِ سلطنت و فرّ
شکوهِ شهریاری و انتظامِ امورِ جهانداری و تمهیدِ قواعدِ احسانِ او انگشتِ
تحیّر بدندان می گزیدند،

وانواعِ ہنرمندان[2] و پیشه وران را بنوعی تربیت فرمود که ہریک
وحیدِ زمان و یگانهٔ دوران شدند، و مولانا شمس[3] الدّین الهروی شاگردِ

---

[1] کت ب باک: متواتر، آ: مثل متن، [2] برای تذکرهٔ اینهارک به اقتباس از تاریخ رشیدی در اورینٹل کالج میگزین (مئی ۱۹۳۲) ص ۱۶۲ ببعد و حالات ہنروران ص ۱۲ ببعد،

[3] وی را در حالات ہنروران ص ۱۳ "مولانا محمد مسلم به شمس بایسنغری مشهور" نوشته است، صاحب همین رساله گفته که مولانا معروف خطاط معاصر مولانا فریدالدین جعفر بوده است، و شاگرد مولانا سعدالدین عراقی (= تبریزی) بود، و عراقی مذکور شاگرد پیر یحیی صوفی و وی شاگردِ خواجه مبارک شاه زرین قلم و وی شاگردِ یاقوت مستعصمی (حالات ہنروران ص ۱۴)،
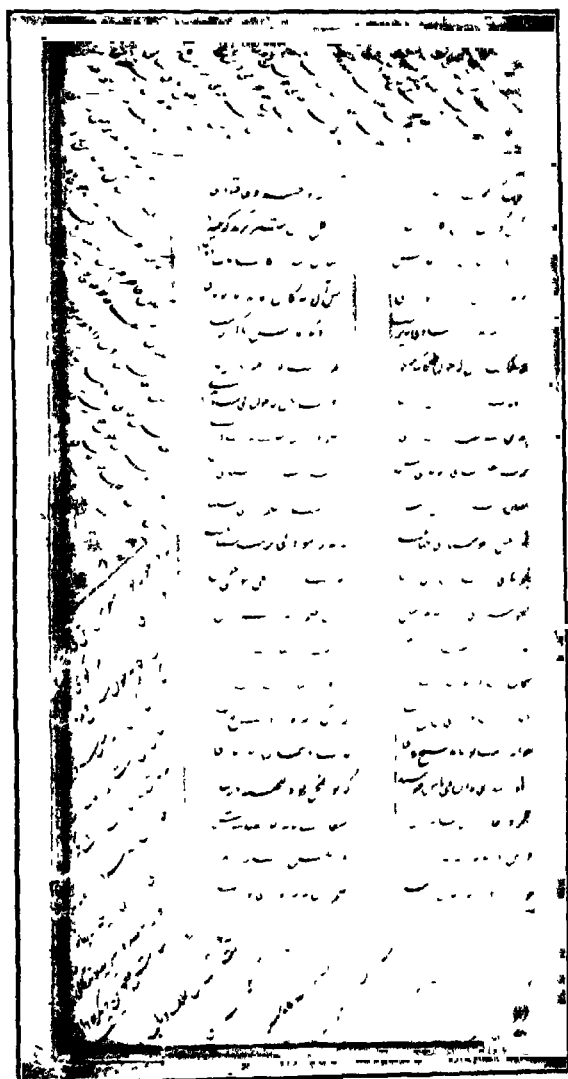
خمسۂ نظامی و خسرو رح
بخط اظہر تبریزی

مولانا معروف خطاط بغدادی را بحسن تربیت بآنجا رسانید که بسیار از خطوط خویش بنام قبلة الکتاب یاقوت المستعصمی کرده مبصران جهان بخط یاقوت قبول کردند[1]، و همچنین مولانا جعفر[2] تبریزی[3] در انواع خطوط بتخصیص نسخ و تعلیق خواجه میرعلی ثانی بود، و امروز مولانا ظهیر الدین[4] اظهر و مولانا شهاب الدین[5] عبدالله و مولانا جلال الدین شیخ محمود شاگردان مولانا جعفر لانظیر عصر اند[*]، و بی تکلف این جماعت در علم و عمل خطوط رشته[6] ع

ابن مقلهٔ صیرفی[7] وقت، یاقوت زمان

[اند]، و آن ملکهٔ روحانی را بصدق همت و فرط مداومت باقصی مدارج امکان رسانیدند بیت

سنان قلم در سه نون بنان	چو گیرند حیران بماند جهان[8]
چو انگشت راداس وش خم دهند	لبی خرمن از فضل بر هم زنند
عطارو شود خوشه چین از شغف	نه بینی که در خوشه یابد شرف[9]

۱۰

و در باقی فنون اقسام قلم گذاری و رقم نگاری از تصویر و تذهیب و سایر شعب

---

[1] در روضة الصفا (۶: ۲۱۳) +: و بهای گران خریدند، [2] وی کتابدار میرزا بایسنغر بود (تاریخ رشیدی محل مذکور) صفوهٔ گذشته، [3] از اینجا تا "مولانا جعفر" در سطر آینده از "با" افتاده است، فقط در "ک" "نسخ و تعلیق" نوشته است در باقی نسخ "نسخ تعلیق" — در "ک" و "ب": امیر، در جای میر، [4] نسخهٔ از خمسهٔ نظامی (و بر حاشیش آن خمسهٔ امیر خسرو) نوشتهٔ مولانا اظهر در کتابخانهٔ کلیهٔ پنجاب موجود است، در آخر شیرین خسرو امیر خسرو نوشته است: تمت الکتاب بعون الملک الوهاب بید الاحقر اظهر تبریزی شهر رجب المرجب سلم (کذا) سنه سبع و سبعین و ثمانمائه دارالامان اصفهان، [5] از تاریخ رشیدی (محل مذکور) و حالات هنروران (ص ۵) معلوم می شود که استادان فن خط اظهر را بهتر از خط استاد وی می دانند، [6] ک: رسته، آ: آسته، [7] خواجه عبدالله صیرفی شاگرد سید حیدر است در نسخ و وی شاگرد یاقوت است و سلسلهٔ شاگردی خطاطان خراسان بخواجه میر سد، (حالات هنروران ص ۱۲)، [8] فقط آ: چهار، [9] یعنی شرف عطارد در سنبله است رک به فرهنگ آنندراج ۲: ۵۴۳ بذیل شرف،

وتفاریج آن بغایت خصوصی[۱] رسانیده از درجهٔ علیا[۲] گذرانیدند بیت

بصورت گری چون برآرند دست | شود عقل مدهوش وفرزانه مست
نمایند صد سحرِ جادو نگار | زِ یک نوک مو همچو مژگان یار
ور آهنگ تذهیب[۳] وجدول کنند | سر از زر خورشید اگر حل کنند
گرشمسه ولوح و ترکش[۴]* شان | بگردون بر د بخت بیدار شان
ملک شان دهد تحفه از روی مهر | زر انجم ولاجورد سپهر

وجلد[۵] ساختن* وباقی نقوش وصنایع پرداختن چنان نازک وزیبا شد که همانا در ازمنهٔ سابقه بسعی ملوک سالفه کمتر میسر شده باشد، و[۶] باقی حرفه ها* زرگری ونجاری وخاتم بندی وحدادی از آنچه در خیال مردم گذرد زیاده تر* شد، وآنجناب مجموع فضلاء وهنرمندان وپیشه وران را بمواجب[۹]

۱۰

انعامات ومواهب عنایات بنوعی[۱۰] خوشوقت داشت که بیش از آن امکان ندارد، وامورِ دیوانی واسبابِ جهانبانی در غایت انتظام سرانجام یافت،

القصه شاهزاده باوجود این کمالات پیوسته شغف تمام بشرب مدام داشت، وزندگانی را اگر همه یک دم بود بی می لعل فام حرام می پنداشت، وچون نرگس ولاله همیشه در هوای جام وپیاله بود، وبسان لب لعل جانان بی[۱۱] راح* ریحانی وشراب ارغوانی دهان نمی گشود، واز صباح تا رواح

---

[۱] فقط ک: قصری، [۲] فقط ک: اعلی، [۳] ک: ترتیب، [۴] قرص زراندود (فرهنگ آنندراج)، بظاهر مراد از Aurum musivum، [۵] ب آ ک: برکار، [۶] فقط ک: ودر جلد ساختن، [۷] فقط ک: ودر باقی حرفها، [۸] ب آ ک: زیاده (بجای زیاده تر)، [۹] فقط ک: بموجب، [۱۰] کذا فقط در ک، در باقی نسخ: نوعی، [۱۱] فقط ک: جز بمی،

بی جامِ راح و خوبانِ (ورق ٣٦٢) بِلاح و دلبرانِ صباح بسر نمی برد، (٦٢)
و مدام از شام تا بام بی ساقی گل اندام و مطربِ شیرین مقام بپایان نمی رسانید[1]،
تا شرابهای گران در مزاجِ شریف و عنصرِ لطیف تصرّفِ تمام کرد و اعضای
رئیسه که بر قانونِ اعتدال مستقیم احوال بود مایل بانحراف شد، و چندانکه
طبیبان نصیحت می نمودند شاهزاده از جامِ نشاط و ساغرِ عشرت جرعهٔ کم
نمی[2] فرمودند* و غذا بغایت کم تناول می نمودند[3] مثلاً در ماهی زیادت از نصف
متّصل مشغول بود و چون ترک فرمودی پنج شش روز مخمور بودی و روزی
دو سه ملازمتِ حضرتِ خاقان سعید نمودی، و باز بمقتضی اَلْعَوْدُ اَحْمَدُ
بر سرِ حرفِ اوّل رفتی و شیشه و صراحی را بند کشودی، تا سببِ شربِ مدام
مرض قوی گشت و ضعف بسیار بر مزاج مستولی شد، و بنورِ یقین دانست ١٠
که کار دیگر[4]ست* و دامنِ مشیّت در قبضهٔ قضا و قدر، آری بر شاخسارِ
فطرت گلِ رخساری کجا شگفت که دبورِ ادبارِ حوادث آن را بر خاکِ
بی باکی نریخت، عقودِ احوال کدام وقت انتظام یافت که باز به اشارتِ
سرِ انگشتِ آجال از هم فرو نگسیخت،

فی الجمله میرزا بایسنغر صبح شنبه هفتم جمادی الاولی عالمِ فانی را وداع
کرد و بسرای باقی رحلت نمود و عمر او سی و هفت[5] سال و چهار ماه بود، و[6] تا
جهان هست سلطانی چو او بر تختِ سلطنت نشسته و سروی

---

[1] در روضة الصفا (٦ : ٢١٣) آنچه از "مخبران صادق القول استماع افتاد" نقل می کند که منجمان شهزاده گفته بودند که "ایام زندگانی پادشاه قریب بچهل سال رسد" و او غمناک شده بعد از آن بشرب الخمور مفرط عادت کرد،

[2] آ ب ب آ اک : نمی فرمود، [3] آ ب ب آ اک : نمود، [4] فقط اک : دیگر بیست،

[5] روضة الصفا (٦ : ٢١٣) شش (بجای هفت)، [6] آ —،

باعتدال او[۱] جویبار مملکت رستہ بیت

بہ کوشش چو رستم بہ بخشش چو حاتم بحکمت چو ہرمس[۲] دلاور چو حیدر

حضرت خاقان سعید چون خبر واقعۂ ناگاہ شنید بغراق فرزند سعادتمند نیک تنگدل و بغایت محزون شد، و قطرات عبرات بر صفحات وجنات می ریخت و چون رعد و برق از آہ و فغان آتش در جہان می انداخت[۳] و بیم آن بود کہ ازین واقعۂ ہولناک و مصیبت سہمناک آیینۂ قمر بی نور گردد، و دست عطارد قلم شود، و مزہر زہرہ از پردہ بیفتد، و تیغ آفتاب در قراب[۴] تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ زنگار گیرد، و حسام بہرام در نیام ظلام شکستہ[۵] شود، و محکمۂ[۶] برشتری تنگتر از حلقۂ انگشتری آید،

۱۰ و ایوان کیوان بہ دود[۷] اندوہ گرد گردد بیت

شد[۸] وقت کہ وقت درسر آید سیلاب عدم بسر درآید
شد وقت کہ این چہار حمال بنہند محفۂ مہ و سال
شد وقت کہ مرکبان انجم ہم نعل بیفگنند و ہم سم

و در آن صبح صبحۂ صبح محشر از عالم اصغر برخاست[۹]، ندبہ و نفیر و نوحۂ امیر و وزیر و صغیر و کبیر گوشوارۂ کنگرۂ کیوان گشت، و آواز فغان و زاری از اوج سپہر زنگاری بگذشت، و آن ایام ہنگام زمستان و موسم برف و باران بود و آفتاب عالم تاب از حجاب سحاب

---

۱ آ ب تا آک : در، ۲ ک: ہرش، ۳ فقط در ک، ۴ قرآن مجید ۳۸ (سورۂ ص): ۳۲
۵ فقط ک، شگفتہ، ۶ محکمہ داوری خانہ وجای حکم کردن قاضی ست، چون مشتری را قاضی فلک گویند اورا داوری خانہ ثابت کردہ است (رک بہ فرہنگ آنندراج ۴۰۲۰۲)، ۷ بمعنی دود چراغ است،
۸ از تحفۃ العراقین خاقانی (مقالۂ اولی وحی قسمی بعرائس الفکر)، ۹ ک : برخواست،

روی جهان آرا می نمود، و ابر چون ماتم زدگان پیوسته گریان بود و رعد و برق سوزان و خروشان،

وحضرت خاقان سعید بباغ [سفید] فرمود که صورتِ واقعهٔ هائله آنجا روی نمود، و زبانِ گوهربار بآیهٔ کریمهٔ اِنّا لِلّٰهِ وَاِنّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن دُرر نثار ساخت، و بآیینِ شرعِ مبین بتجهیز و تکفین پرداخت، و تغییرِ لباس غیرِ گلیم بَرَک[۱] که بر فرقِ همایون نهاد بامری دیگر رخصت نداد، وچون نعشِ غفران مآب مکمّل شد هم در باغ سفید نمازِ جنازه گذاردند، و آنحضرت | در باغ توقّف نموده امرای کبار و اشرافِ روزگار نعش را بر داشتند، و در آن وقت مملکتِ خراسان بتخصیص دار السلطنهٔ هراة چنان معمور بود که زیادت از آن در آیینهٔ گمان صورت نمی بست[*]، از درونِ باغِ سفید تا مدرسهٔ گوهرشاد آغا که مدفنِ شاهزاده آنجا مقرر بود[*] غلبه و ازدحام بمرتبهٔ بود که در هیچ زمان پیش از آن نشان نتوان داد، و تمام خواص و عوام تغییرِ لباس کرده سیاه بر سر بستند[*]، و همهٔ راه از از دود آه و لباسهای سیاه بسانِ شبهای هجران تیره و تاریک [بود] و نعشِ شاهزاده در محفّه و هودج نهاده بعظمت و آیینِ تمام بمدرسه

۳۶۲ ب

۱۰

ـه رک به ص ۵۳۹ و ۵۶۶ و ۵۹۵ که از آن ها استفاده می شود که در باغ سفید منزل بایسنغری بود، نیز رک به دستور الوزرا، ص ۳۴۹، حالا نشانی ازین باغ مثل دیگر باغات تیموریه (باغ زاغان و باغ مراد) پیدا نیست (آثار هرات مطبوعه هرات ج ۱ ص ۵)، ـه قسمی از پشمینه که آنرا از پشم شتر بافند و درویشان ازان قبا و کلاه سازند (فرهنگ آنندراج)، ـه روضة الصفا، در قوّتِ تخیّل نمی گنجد، ـه روضة الصفا: حالا مدفنِ شاهزاده است، ـه آ ـ، ـه روضة الصفا، سیاه پوشیدند، ـه فقط ک ـ، ـه روضة الصفا: بمدرسه رسانیدند و در گنبد عالی ان بقعهٔ شریف مانند گنج بخاک سپردند ـ این دخمه که مشهور به مهد علیا است آرامگاه میرزا علاء الدوله و بایسنغر، الی الآن باقیست (آثار هرات ص ۵)،

وگنبد عالی رسانیدند،* وچون گنج بخاک تیره سپردند[1] بیت

عبرت پذیر شو هم ازین خاک کاندرو
شهزاده ایست که همه شاهان یگانه ایست

روزِ دیگر حضرت خاقان سعید برسم تعزیت در باغ سفید نشست وامرای کبار بترتیبِ آش برنماستند،[2] وسادات[3] عظام و علمای کرام وصنادیدِ عالم و اکابرِ بنی آدم بمجلسِ همایون حاضر می شدند، وحافظانِ کلام الله ختمات کلامِ ملکِ علام به ادا می رسانیدند، وآنحضرت مدت چهل روز هر روز بر[4] مسندِ خلافت ومستقرِ سلطنت[5] می نشست*] ومشاهیرِ ایران وتوران ، اعاظمِ رُبعِ مسکون بر درگاهِ همایون جمع بودند، وهر روز یک دو شاعرِ ماهر مرثیها بموقفِ عرض ومحلِ انها می رسانیدند، ازآنجمله مولانا سیف الدین نقاش که واحدی تخلص می کرد مرثیۀ[6] نیکو گفته است

ومرثیه اینست مرثیه[7]

چندانکه چرخ گشت بدورانِ روزگار	نقشِ وفا نیافت برایوانِ روزگار
همکاسۀ شرابِ فنا بایدش شدن	هرکس که خورد لقمۀ از خوانِ روزگار
در دفترِ زمانه براتِ نجات نیست	این مردمی مجوی ز دیوانِ روزگار
از پا فتاد رستمِ دستان وجان نبرد	از دستِ مکر وحیله ودستانِ روزگار
از روزگار جامۀ جان چاک شد دریغ	دستم نمی رسد بگریبانِ روزگار
در روزگار هیچ حیاتی نمانده است	گوئی که رفته است زتن جانِ روزگار

---

[1] ک + : نادافنیه [فیادافنیه] فی الثری ان عنده - محل للثریا فادانوه [فادفنوه] علی علم،
[2] ک : برخواستند، [3] آ -، [4] روضة الصفا : درباغ سفید نشست (بجای بر مسندِ خلافت ... می نشست)،
[5] فقط ک -، [6] روضة الصفا : ترجیع بندی، [7] ک : فی المرثیه (بجای مرثیه)،

دل در جهان مبند وگر نیست باورت   بنگر یکی بحالت سلطان روزگار
جمشید وقت بود و فریدون این زمان   داود عهد بود و سلیمان روزگار
خرگاه بی طراوت و افتاده تخت[1] خوار   گویند هر زمان چو من اعیان روزگار

شاهزاده بایسنغر عالی جناب کو
جمشید را چه آمد و افراسیاب کو

خورشید زرد گشته و لرزان ازین عزاست   ای ابر خون گری اگرت قطرهٔ حیاست
رفت آنکه بود جامهٔ شاهی بقدّ او   بر لاس اگر پلاس ببر میکنند رواست
او بود روشنائی چشم و چراغ ملک   شمعی[2] چو او ز دودهٔ چنگیز خان نخاست
روباه فتنه باز برآورد سر ز خواب   آن شاه شیر حملهٔ بیدار دل کجاست
خنجر بخود فرو شد و شمشیر خون گریست   پشت کمان شکست و نشد کار تیر راست   ۱۰
بیجان شداست نیزه و پیچان[3] شده کمند   قدّ فلک ز بار مصیبت چنین دوتاست
کاخ و[4] سرا بهمت عالی تمام کرد   بگذاشت این سرا و کنون شاه آن سراست
باغ سفید همچو هنر بی فروغ شد   این هم نشان طالع و بخت سیاه ماست
جمعند اهل بار ولی نیست شاه بار[5]*   وز هر طرف بناله و فریاد این صداست

شاهزاده بایسنغر عالی جناب کو
جمشید را چه آمد و افراسیاب کو

شهباز[6] روح او چو برآمد بصبحدم   در کام روزگار فرو بست صبح دم
با صد هزار دیدهٔ روشن سپهر پیر   بر روی[7]* همی گریست زآن وقت صبحدم

---

[1] ک تا ک: بخت (بجای تخت)، [2] فقط ب: جمعی، [3] ک: بیجان، [4] فقط ب واو را ندارد،
[5] ک: شاهباز، تا: میربار، [6] در ک جمله ابیات این بند را ندارد،
[7] فقط آ: بر رو،

(ر۳۴۶۳)

شاهانِ روزگار و امیرانِ نامدار — گشتند بی وجودِ شریفش همه عدم

بی پرتوِ جمالِ عزیزش برادران — افتاده اند جمله چو یوسف بچاهِ غم

در پیشِ طبعِ روشنِ او تیره بود و خوار [ورق ۳۴۳ الف] — آیینهٔ سکندر و آیینِ جامِ جم

خط خاک کرد بر سر و کاغذ بباد رفت — جدول بخون نشست و سیه شد رخِ قلم

سنجق بریده پرچم و برکنده طوق موی — گیسو کشاده بیرق و افتاده چون علم

سرنای و نای با دلِ صد پاره همچو کوس — در ناله و فغان و نفیرند دم بدم

بی مجلسِ مروّحِ او چنگ و عود و نی — گویند این رموز بنوبت بزیر و بم

شهزاده بایسنغرِ عالی جناب کو

جمشید را چه آمد و افراسیاب کو

۱۰ امروز بی دو گوهرِ آن گوش چون سحاب — افتاده از دو دیدهٔ مردم دُرِ خوشاب

بی او نمانده[۱] در همه آفاق روشنی — عالم سیاه شد چو فرو رفت آفتاب

در بر فگنده ماه لباسِ سیاهِ شب — افتاد آسمان چو دلِ من در اضطراب

بی دستِ شاه جمله سیه پوش گشته اند — شاهین و چرخ و باز درین بوم چون غراب

دلها خراب گشت ازین درد و آه کی — تاریخِ این قضیّه طلب از دلِ خراب

یارب چه حالتست و ندانم چه می شود — باور نکردمی اگر این دیدمی بخواب

سرها نهاده اند برین در سرانِ ملک — دیگر نمی روند ازین در بهیچ باب

در بارگاه چونکه ندیدند شاه را — کردند جمله از دلِ پر درد این خطاب

شهزاده بایسنغرِ عالیجناب کو

جمشید را چه آمد و افراسیاب کو

گر او برفت شاهِ جهان باد در امان — گر گوهری شکست بماناد بحر و کان

---

[۱] آ، نماند،

سلطان معین دولت و دین شاه رخ که باد	بر تخت ملک با دل فرخنده جاودان

یارب بحق حرمت اولاد فاطمه	صبری بده به بیگم غمگین و[1] ناتوان

بی او نمانده در تن پاکش حیات هیچ	مشکل بود حیات کسی را که نیست جان

زین حال صعب و واقعهٔ جانگداز زود	پیغام بر نسیم نبر نزد خدائگان

خاقان روزگار الغ[2] بیگ آنکه هست	جای کینه چاکر او فرق فرقدان

عبد[3] اللطیف گلبن بستان مملکت	مقبول طبع روشن و سلطان انس و جان

سلطان دهر شاه[4] براهیم کز علو	بر تخت فارس تا به ابد باد کامران

آن رستم زمانه و اسفندیار عهد	جوکی[5] بهادر آنکه بود صفدر زمان

دایم بتخت مملکت و مسند پدر	سلطان علای[6] دولت و دین باد شادمان

شه کوکب منیر که هستند وارثش	دارد نگاه شان بکرم خالق جهان	۱۰

و مدت چهل روز درین واقعهٔ جان سوز امرای حضرت از مراسم تعزیت آنچه مناسب دولت بود بجای آوردند، و حضرت خاقان سعید عنان صبر و قرار از دست اختیار داده آرام نمی یافت، و لبسوز سینهٔ آتش بار آب از دیده می ریخت و میگفت بیت

کار من از دست اختیار بدر شد	حاصل عمرم همه هبا و هدر شد

باز عمارت پذیر کی شود ای دل	خانه که طوفان گرفت و زیر و زبر شد

این همه بر من قضا نوشت و قدر خواست	کیست که او مانع قضا و قدر شد

ارکان دولت و اعیان حضرت زمین خدمت بوسیده عرضه داشتند

---

[1] فقط ک ـــ، [2] ابن شاهرخ، [3] ابن الغ بیگ، [4] ابن باینسنقر، [5] ک بر ص ۴۶، ص ۱۱، [6] نیز رک به روضة الصفا و دولتشاه ص ۳۵۲،

که سایهٔ چترِ همای آسا تا انقراض دوران بر سرِ جهانیان سایه بانِ امن و امان باد! تدارکِ هر فایت[1] ممکن است و باز آمدنِ هر غایب[2] جایز، مگر ادراکِ جان رفته و ملاقاتِ روحِ مفارقت کرده که مجموع عقلای روزگار در تدبیرِ این کار جز رضا بقضا چاره ندیدند، وغیر از آنکه زمامِ ارادت بقبضهٔ تقدیر دهند اندیشهٔ دیگر نتوانستند، "لَا یَسْتَطِیعُونَ حِیلَةً وَلَا یَهْتَدُونَ سَبِیلًا"[3]، آنحضرت نصایحِ دولتخواهان بسمعِ رضا اِصغا نموده فرمود که تمام خلایق لباسها که تغییر داده بودند انداخته جامهای معهود پوشیدند. و آنحضرت پرتوِ التفات بر تدبیرِ مهمات مملکت انداخته[4] و نخست فرمود که متروکاتِ شاهزاده مرحوم را | علی فرایض الله[4] میانِ وَرَثه قسمت نمودند.

۲۶۳ب

۱۰

و شاهزادهٔ مرحوم[5] را سه پسر بود: رکن الدّین میرزا علاء الدّوله، و قطب الدّین میرزا سلطان محمد، و معزّ الدّین میرزا ابو القاسم بابر، که آفتاب از فروغ جبینِ سلطنت نمای ایشان اقتباسِ نور می کرد، و مشتری از عکسِ ناصیهٔ همایونِ شان نصابِ سعادت بجهانیان می رسانید. دلایلِ رُشد و نجابت[6] از صفحات[7] احوال ایشان واضح و مخایلِ کمالِ فطانت در محاسنِ افعالِ شان لایح، و هم در زمانِ صِبیٰ و اوانِ نشو و نما نسیمِ صبای جهانگشائی از بساتینِ شمایلِ[8] پسندیدهٔ ایشان بمشامِ جان می رسید، و اخترِ سعادت پرتو از افقِ جبینِ مبینِ ایشان

---

[1] نفظ ک: وفات، [2] نفظ ک: غایت، [3] قرآن مجید ۴ (النساء)، ۱۰۰،
[4] روضة الصفا: کما فرض الله تعالیٰ، [5] آ ب اک تا: عالی جناب میرزا بایسنغر (بجای مرحوم)،
[6] ک اک: نجات، [7] ک تا ب اک: صفایح، [8] نفظ ک: شائل،

طلوع می کرد، و هریک بعنایتِ الٰهی بر سریرِ سلطنت و پادشاهی فرمان فرما شدند، و سالها در خراسان و عراق و سایرِ ممالکِ آفاق پادشاه بودند، چنانچه شرحِ احوالِ هریک درسالهای آینده خواهد آمد انشاء الله تعالی وحده، و حضرت خاقان سعید تمام[1] ولایات[*] که سیورغالِ شاهزادهٔ مرحوم بود بجانبِ رکن الدّین میرزا علاء الدّوله عنایت فرمود، و راه[2] و رسم دیوانِ اعلی که مفوّض بجانبِ مغفرت مآب بود، بمیرزا علاء الدّوله رجوع نمود[*]، و[3] فرزندانِ دیگر را بعداز آنکه حصّهٔ میراثِ خود گرفته بودند مرسوم و انعام و مواجب و اکرام مقرّر داشت[*]، و چشمِ عنایت و نظرِ مرحمت براحوالِ ایشان گماشت،

۱۰ و پیش ازین میرزا محمد جوکی بهادر بموجبِ فرمان عازمِ جانبِ ولایتِ گرمسیر و افغان شده بود، و در آن بلاد و دیار آثارِ تسلّط و اقتدار بظهور آورد، و چون خبرِ واقعهٔ برادرِ اکبر استماع نمود اندوه و اضطرابِ بسیار اظهار فرمود، و بی صبر و قرار متوجّه پایهٔ سریرِ اعلی شد[4]، و بشرفِ تقبیلِ انامِلِ فیّاض سرافراز گشت، و چندان جزع و فزع نمود که بیم بود که از حلیهٔ[5] حیات عاری شود، و در لباسِ ممات متواری گردد، حضرت خاقان سعید فرزندِ دولتمند را بمواعظِ پادشاهانه و نصایحِ خسروانه تسکین و تسلّی داد **بیت**

هر آنچه بود قراری گرفت و تسکین یافت جهان جوان شد و یاران بعیش بنشستند

---

[1] روضة الصفا ۶: ۴ (۲۱۴): ولایتی که، [2] روضة الصفا: و فرمان داد که در دیوانِ بزرگ بجای پدر رهر زند [بنشیند]

[3] روضة الصفا: و میرزا سلطان محمد و میرزا ابوالقاسم را علوفه تعیین فرمود، [4] فقط آ —،

[5] فقط ک: حیلهٔ،

ودرین سال بمسامع جلال رسید که مرتضای[1] اعظم مجتبای[2] اکرم سید شرف الدوله والدین امیر[3] مرتضای[4] ابن المغفور امیر سید علی[5] ابن المبرور امیر سید کمال الدین ابن قدوة السادات امیر سید[6] قوام الدین در ولایت مازندران بشهر ساری وفات یافت وآن مملکت بکلی بهم برآمد[7]، [و][8] حضرت خاقان سعید امیر سید قطب الدین محمد[9] را که فرزند سعادتمند مرتضای مرحوم بود بعین عنایت ملحوظ فرمود و پادشاهی آن ولایت را بجانب او رجوع نمود، وفرمان جهان مطاع مشتمل بر تفویض سلطنت آن مملکت در صحبت معتمدی بجانب امیر[10] سید محمد ارسال فرمود، وجناب سیادت مآب نشاط و انبساط نموده فرستاده را رعایت تمام نمود، وسادات عظام از اولاد کرام امیر سید قوام الدین که درآن ولایت بودند از صمیم دل انقیاد امیر[11] سید محمد نمی نمودند اما چون عنایت آنحضرت در بارهٔ جناب مشار الیه دانستند بعد ازآن خلاف حکم[12] همایون بهیچ وجه نتوانستند و زمام اختیار بدست او دادند و سر بر خط تسلیم و[13] انقیاد نهادند،

---

[1] آ ب ؛ مرتضی ، [2] آ ، مجتبی ، [3] از ۸۲۰ تا ۸۳۷ھ حکمرانی کرد و پدرش سید علی از ۸۰۹ تا ۸۲۰ ، کمال الدین به تخت سلطنت نرسیده ، قوام الدین المرعشی از ۷۶۰ تا ۷۸۱ فرمان روا بود (زمباور ص ۱۹۳) ، [4] آ ، مرتضی ، [5] فقط آ ، علی کیا ، [6] آ — ، [7] فقط ک ؛ برهم آمد ، نسخ دیگر مثل متن ، [8] از روی آ ، [9] از ۸۳۷ تا ۸۵۶ھ حکمرانی کرد (زمباور ص ۱۹۳) ، [10] ک با — ، [11] فقط ب — ، [12] فقط ک — ،

ودرین سال مولانا[1] اعظم قدوة اکابرالامم مولانا فصیح[2] الدین محمد[3] علا[4] که ازمشاهیر علما وتحاریر فقها بود منتصف (ورق ۴۳۶ ل) جمادی الاخری ۶۴ در دارالسلطنهٔ هراة وفات یافت[5] ونعش اورا با بین تمام وغلبه وازدحام[6] بگازرگاه بردند ودر مزار بزرگوار[7] بخاک سپردند[8]،

ذکر آمدن میرزا الغ بیگ کورگان جهت عزای

برادر مرحوم بولایت خراسان

چون خبر واقعهٔ میرزا بایسنغر بمملکت ماوراء النهر رسید و میرزا الغ بیگ صفت آن حالت بشرح شنید کلاه کیانی برخاک انداخت وخلعت خسروانی چاک زده، وازسینهٔ نالان فریاد وفغان برآورده از چشم خونبار سیل بسیار فروریخت، وچند روز مراسم تعزیت اگرچه ۱۰ بتقدیم می رسانید امّا صبح وشام فریاد وزاری از ذروهٔ سپهر زنگاری می گذرانید وخاطر اندوهگین او بنوعی حزین بود که بهیچ وجه تسکین نمی نمود، وبیم آن بود

---

[1] آ: مولانا، [2] حبیب السیر (۳: ۳: ۱۴۵) ترجمه اش را دارد ونسبش را این طور آورده: فصیح الدین محمد بن محمد بن علا، [3] در اک وب بعدش +: عمان المعانی نعمان الثانی، با نیز این کلمات را افزوده امّا 'الثانی' را 'النشتانی' نوشته، [4] اک: بن مولانا قطب الدین محمد علا (بجای علا)، [5] حبیب السیر +: عمر عزیزش از هشتاد متجاوز بود، [6] بعدش در اک +: بازار بازار راه جنایات (خیابان)، [7] اک: نور الانوار قطب الاولیا عبداللّه انصاری قدس سره (بجای بزرگوار)، [8] اک +: کنهارا همچنین باشد بسی درزیر خاک، درب بجایش +: رحمه الله، با: رحمة الله علیه، در حبیب السیر (۳: ۳: ۱۴۶) نیز گفته است که "در پایان مرقد... خواجه عبدالله انصاری مدفون گشت"،

که خلل بمهمات ملکی راه یابد و شاهزاده عنان عنایت از صوب[1] ضبط[2] ممالک بر تابد. اکابر آن دیار باتفاق امرای نامدار بموقف عرض رسانیدند که لله الحمد شاهزاده اعقل سلاطین عالم است و این قضیه پیش عقلاء مسلّم که اَلْفَائِتُ لَایُدْرَکُ پس ملول بودن[2] از جهت امری که تدارک آن ممکن نیست ع

گمان مبر که بود کار مردم عاقل

خاطر شاهزاده اندک تسکین یافت. و خبر واقعه در قشلاق بخارا هنگام شدت برف و سرما بآن جناب رسید و در آن زمان امرای نامدار بالشکر بسیار بجانب دشت و مغولستان رفته بودند، میرزا الغ بیگ

۱۰ چندان توقف نمود که لشکرها مظفر و منصور باز آمدند و از مقدم میمون بهار و اعتدال لیل و نهار در اطراف باغ و بساتین سبزه و ریاحین دمید ع

دمید گرد لب جوی خط زنگاری

شاهزاده پای ظفر در رکاب نصرت انتساب آورده عنان عزیمت بجانب مملکت خراسان معطوف ساخت، و از اکابر ماوراء النهر جناب شیخ[3] الاسلام خواجه عصام الدین که چون آفتاب از غایت اشتهار محتاج تعریف نیست و خواجه افضل الدین کشی و خواجه فضل الله ابواللیثی[4] ع

هریک یگانه که ندارد نظیر خویش[5]

ملازم میرزا الغ بیگ بخراسان آمدند، و نوزدهم ماه رمضان شاهزادهٔ عالیان

---

[1] فقط ک: ضبط صوب، [2] فقط ک: بود، [3] رک به ص ۸۴، ۸۶ ح ۶،

[4] ک: ابواللیث، — ذکرش بر ص ۱۷۶ و ۴۷۵، وی استاد میرعلی شیر بود، برای ترجمه اش رک به لطائف نامهٔ فخری (اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۱ء) ص ۵۲، [5] ب آ: خود،

بدولت ملازمت حضرت خاقان سعید رسید، و آنحضرت فرزند سعادتمند را
در آغوش مهربانی کشید و جراحت تعزیت شاهزادهٔ مرحوم میرزا بایسنغر[۱]
بازتازه شد، و اکابر ماوراء النهر بشرف دستبوس مشرف گشته، آنحضرت
همه را اعزاز و اکرام و توقیر و احترام فرمود، و میرزا الغ بیگ آش بزرگ
داده شرایط تعزیت بجا آورد،

و چون هلال فرخ فال شوال از افق سعادت و اقبال جمال نمود
حضرت خاقان سعید باداء نماز عید و آداب آن وقت سعید قیام و اهتمام
فرمود، و چون عید اول بود که شاهزادهٔ مغفور میرزا بایسنغر از دار غرور ارتحال نمود
آنحضرت اشارت فرمود که آش بزرگ مرتب ساختند، و مهد علیا گوهرشاد آغا
انواع ترتیب و تکلف پادشاهانه مهیا کرده بود، و چند روز پیوسته آشهای بزرگ ۱۰
دادند، و آنحضرت میرزا الغ بیگ را بانعام و اکرام معزز و مکرم ساخته[۲] و اکابر
ماوراء النهر را بتشریفات و عنایات نواخته اجازت مراجعت ارزانی داشت،
و میرزا الغ بیگ بیستم شوال پای دولت در رکاب استعجال آورده عازم
دار السلطنهٔ سمرقند شد،

۱ درین سال میرزا محمد سلطان بن میرزا محمد جهانگیر بن سلطان صاحبقران (ورق ۲۴۴)
امیر تیمور کورگان رقیه سلطان بنت امیرزاده سیورغتمش بن حضرت خاقان سعید را
در عقد نکاح شرعی درآورده طوی بزرگ ساختند و مجلس خرمی و بزم بیغمی
به نیکوتر وجهی پرداختند بیت

هر وقت[۳] خوش که دست دهد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست که انجام کار چیست،

---

۱ نقط ک ب، ۲ ک ب: ساخت، ۳ رک ب ص ۱۱۸،

وقایع سنهٔ ثمان و ثلاثین

ذکرِ وزارتِ خواجه غیاث الدّین سیدی احمد

حضرت خاقان سعید درین سال عنایت فرموده خواجه[1]
غیاث الدّین سیدی احمد بن خواجه نظام الدّین احمد اندخودی معروف
بخواجه سیدی احمد شیرازی رامنصبِ وزارت ارزانی داشت، و زمامِ
حلّ و عقد و قبض و بسطِ مُوجّهٔ دیوانِ اعلیٰ را بقبضهٔ درایتِ او بازگذاشت،
و او بشرکتِ جناب[2] دستورِ[3] اعظم خواجه غیاث الدّین پیر احمد الخوافی در
دیوان نشسته دهم ماهِ صفر مُهر زد، و این خواجه سیدی احمد از بزرگانِ بلادِ
ماوراءالنّهر است بنباهتِ[4] ذکر و شرفِ قدر و عُلوِّ خاندان و رفعتِ منزلتِ
۱۰ پدران از اقران ممتاز و مستثنیٰ بود، و چون منصبِ وزارتِ آنحضرت
یافت انوارِ عدالتِ او بر اطرافِ ممالک تافت،

و درین ولا امیر خلیل[5] الله شروانی از موضع محمود[6] آباد عرضه داشت
در صحبتِ خالق بردی بپایهٔ سریرِ اعلیٰ فرستاد[7] [و] هفتدهم[8] ماهِ صفر

---

[1] برای ترجمه اش رک به دستورالوزراء ص ۳۵۷، [2] ک: دستور جناب،
بآ بب اک: جناب صاحب، [3] فقط ک ب، [4] و یست پسرِ شیخ
ابراهیم که ذکر تزویج دختر میرزا ابابکر باو بذیلِ وقایع ۸۲۴ھ مذکور است، [5] رک به لیست رینچ ص ۱۶۱
و ۲۲۳، [6] از روی آ، [7] فقط بآ، در آ و سخن او (بجای سخن)،

امراء قاصد و عرضه داشت گذرانیده سخن بموفقت عرض رسانیدند[*]، مضمون آنکه: امیر اسکندر ترکمان چون بر تمام ولایت[1] آذربایجان فرمان روان شده[2] قصد مملکت شروان کرد، و حالا بتخریب قلاع و بلاد و تعذیب عباد و عبّاد مشغولست؛ اگر حضرت اعلی عنایت فرموده دست ظلم اورا از سر این درماندگان کوتاه گرداند موجب مزید دولت و سبب بسطت مملکت خواهد بود، آنحضرت با امرا و ارکان دولت مشورت نموده عزم یورش سیم آذربایجان جزم فرمود،

ذکر نهضت خاقان ممالک ستان نوبت سیم بصوب مملکت آذربایجان

چون اخبار طغیان سردار ترکمان و تسلّط او بر ممالک آذربایجان و تغلّب او بر بلاد شروان بسمع همایون پادشاه ربع مسکون رسید۔ و خسروان هفت کشور و فرمان فرمایان بحر و بر بزمین بوس درگاه آسمان جاه او مفاخرت می نمودند، و از مهابت شمشیر آبدار و صلابت خنجر آتش بار او زمین کردار سر بر روی آب افگنده بودند، دولت و سعادت با بخت همایونش همنشین بود و فتح و نصرت با رایت ظفر نگارش قرین، اعلام دولتش بر کنگرهٔ فَتَحْنَا اَقَالِيمَ الْمَمَالِكِ كُلِّهَا افراخته، و کوس سلطنتش طنطنهٔ ع

امروز زمان دولت ماست،

---

[1] ک ب: ولایات، [2] رک به ص ۶۴۰،

در خم طاقِ مقوّسِ فلک و طاسِ نگون گردون انداخته، نعلِ سمندِ باد رفتار[1]
و خمِ کمندِ تابدارش حلقهٔ گوش قیصر و طوقِ گردنِ خاقان شده، و غبارِ
موکبِ منصور سرمهٔ چشمِ کسری و توتیای دیدهٔ فغفور گشته ——
صورتِ واقعه که والیِ شروان عرضه داشت نمود بر خاطرِ کوه وقار
بغایت گران و دشوار بود، و در آن زودی واقعهٔ هایلهٔ شاهزاده مغفور
میرزا بایسنغر واقع شده بود و مردم کوتاه نظر را در آینهٔ خیال چنان می نمود
که چون میرزا بایسنغر از میان رفت مجالِ جدال و طاقتِ مقاومت
نخواهد بود، غافل از انکه ع

ایرج اگر برفت فریدون بکام باد،

۱۰ آنحضرت عزمِ یورشِ سیُم آذربایجان تصمیم فرمود و هر چند ارکانِ
۳۶ ر م) دولت (ورق ۳۶۵) و اعیانِ حضرت در تاخیرِ آن سعی نمودند مفید
نیامد، چه امیر جلال الدّین فیروزشاه در خلوتی بعرض رسانیده بود که چون
میرزا بایسنغر از میان رفت[1] این یورش البته می باید کرد، و آنحضرت
این سخن بسمعِ قبول تلقّی فرموده بود و فرمانِ همایون نفاذ یافت که لشکرها
از اقصای ولایت کاشغر و ترکستان و تمام ماوراء النّهر و ختلان
و قندز بقلان[2] و سانگ[3] و چاریکت[4] و بلخ و شبورغان[5] و مجموع خراسان
و قندهار و کابل و غزنین و حدودِ هندوستان و ممالکِ سیستان و خوارزم
و مازندران و عراق و فارس و شیراز و کرمان و اصفهان لشکری گران
و سپاهی بی پایان در جنبش آمدند، و بیلَجارِ معیّن روان شدند،

---

[1] آ، رفته،　　[2] و بقلان؟ رک به ص ۳۱۶ و ۳۶۹ و ۶۰۱،　　[3] سنگ چرک در
Constable's Hand Atlas of India, 1893 Plate 22　　[4] آ: شبرغان،

و آنحضرت امیر نظام[1] الدّین فرمان شیخ را بحکومتِ دار السّلطنهٔ هراة تعیین فرموده صاحب اعظم امیر[2] علاء الدّین علی شقّانی و خواجه رمضان تونی را بضبطِ دیوان گذاشت، وموکب همایون دوم ربیع الثّانی از مستقرِ دولت و سریرِ سلطنت نهضت فرمود، پرچم عَلَمِ ظفر شعار طرّهٔ عنبر فشانِ حور و صدای کوس و رعد آواز بمسامعِ اعادی[3] و اضداد[4] نمودارِ نفخهٔ صور. وآیاتِ فتح و تائید بر رایاتِ نصرت طراز مسطور و آفتِ عین الکمال از چهرهٔ اقبال و اعزاز دور، بحقّ الملك الغفور،

و چون موکبِ همایون عزیمت نمود در هر منزل بدستورِ معهود بمزاراتِ اکابر و اهل الله رفته و شرف آن مشاهدِ متبرّک دریافته از روحانیتِ ایشان استمداد همّت[5] فرمود تا بآیینِ جمشید و فریدون موکبِ 10 همایون بملکِ رَی درآمد، و روز بروز لشکرهای اطراف و سرداران اکناف ضمایم اردوی همایون می شدند،

حضرت خاقان سعید اواسطِ[6] جمادی الاخری بمملکت رَی رسید و درآن وقت حجابِ سحاب سراپردهٔ سیاه درافضای عالم علوی می کشید (۳۶۵ب) وتتقِ نیلی برچهرهٔ نور بخشِ آفتاب می پوشید، ونقابِ کحلی بر رخِ روشنانِ گردون می بست، وفیلانِ سریع السّیر برمیدانِ آسمان قطار میکرد، وبرق درمیانِ ابرِ تیره بسانِ شعبده بازان شیشهای پرآتش می سوخت، ومانندِ خنجرِ زنگیان مشعلها می افروخت، و[7] رعد بآیین نای رویین[8]

---

[1] دردیل زبده (رک به ص ۵۹۳ ح ۴) اورا "کمال الدین" نوشته است بجای نظام الدین،

[2] برای ترجمه اش رک به دستور الوزرا ص ۳۵۰ — برای شقّان رک به معجم البلدان ۳: ۳۰۶ از حصه ۱۵، [3] فقط ب: اعادی و اصدا و، [4] ب ت: ر —، [5] فقط ک: اوامر، [6] فقط ب —، [7] ک: رویین،

خروش و غلغله در گنبد گردون می انداخت، و از نهیب صیحه نفخهٔ[1] صور در اطراف عالم پیدا می ساخت، گاه از درفشیدن شمشیر برق چشم سپهر خیره می شد و گاه از غریدن فیل مست رعد گوش کیوان کر می گشت، امرای کبار مشورت نموده مصلحت وقت چنان دیدند که آنحضرت اتفاق قشلاق در ملک ری نماید و آن زمستان در آن مملکت اقامت فرماید، آنحضرت مصلحت امراء اجابت فرمود، و فرمان جهان مطاع نفاذ[2] یافت که سپاه ظفر پناه قوریا بابسته یراق قشلاق کنند، و بموجب فرموده عمل نموده کاربند شدند

ذکر وقایع[3] که در یورت قشلاق ظاهر شد

خبر[4] وفات میرزا سلطان ابراهیم در شیراز

چون رایات نصرت آیات بآیین فریدون و کی در ملک ری یراق قشلاق فرمود و غلغلهٔ لشکر قیامت اثر غلبهٔ[5] و کثرت دشت محشر بعالمیان نمود امیر اسکندر ترکمان چون تیر از کمان از ملک آذربایجان بیرون رفت، و سرداران آن ممالک روی امید بدرگاه عالم پناه آوردند، عبدالعزیز ترکمان کوتوال قلعهٔ قبلان[6] بشرف لساطبوس استسعاد یافت[7]، و کلید قلعه تسلیم نمود و در سلک بندگان[8] منتظم شد، و همچنین قلعهٔ کاغذکنان[9] سپردند

---

[1] ق. لغزهٔ، [2] آ: فرمود، [3] ک: واقع، ق مثل متن، [4] ق ــ، ک، وخبر. [5] نقطاک: غلغله، [6] محل وتوحش معلوم نشد که کجاست، [7] آ: یافته، [8] کت: دیگر بندگان، ق مثل متن، [9] بر شاهراهی که از زنجان بهاردبیل رود، رک برای این موضع به لیسترنج ص ۲۲۴،

ابن ایوب یعدُہٗ فیہ اَنّہٗ اذا صارَ الی العراق یُساعِدُہٗ
و یقوم بامرہٖ، وحُبس فی دار الخلافۃِ ثم اُخرِجَ
عنہ فی شعبان سنۃ اثنتین وتسعین وخلع علیہ
و فُوِّضَتْ الیہِ زعامۃُ خوزستان سنۃ اربع وتسعین؛
واشترك بَینہٗ وبین صھرہٖ[1] علی اَبنیۃِ قطب الدین
سنجر، واُعیدَ الی امارۃ الحاج مضافاً الی زعامۃِ
خوزستان سنۃ سبع وتسعین ولم یزل علیٰ ذلك
الیٰ ان مات بتُستر[2] فی جمادی الآخرۃ سنۃ اثنتین
وستّمائۃٍ وحُمِل الی مشھدِ الامام علیّ علیہِ السّلام؛

(۶۱۷) **مُجیرالدین عبّاس**۔ قیل اسمہٗ یعقوب۔
ابن العادل محمّد بن ایّوب الشّامیُّ الامیر،
کان الملك الاشرف[3] لمّا ملك خلاط والارمن و
تلقّب بشاہ ارمن رحلَ عنھا واستناب اخاہ مجیرالدین
بھا وباعمالھا. فلمّا تولّی بھا جلال الدّین[4] منکبرتی بن
خوارزمشاہ واستولی علی جمیع ما بھا اخذ مُجیرالدین
اَسیراً واتّفقَ ان فخرالدین احمد بن الدامغانی کان قد
ارسلہ المستنصر[5] باللہ الی جلال الدین فشُفّع فیہ و

---

[1] ھو سنجر من ممالیك المستنجد، [2] بالضم ثم السکون وفتح التاء الاُخریٰ وراء اعظم مدینۃ
بخوزستان الیوم، معجم البلدان ۲: ۳۸۶، [3] ھو مظفرالدین موسیٰ بن العادل (۵۷۸–۶۳۵ھ)
انظر اخبارہ فی دائرۃ المعارف الاسلامیۃ (۱: ۴۸۴)، [4] م ۶۲۹ھ، الشذرات ۵: ۱۳۰؛
[5] (۵۸۸–۶۴۰ھ)؛

واستصحبه معه ولما علم الاشرف بذلك انفذ
يطلب اخاه فخلع عليه وشرف واعطى مالاً وانفذه
الى اخيه الاشرف فى ربيع الاول سنة ست وعشرين
وستمائة،

(۶۱۸) **مُجیر الدین ابو محمّد عبدالله بن المبارك**
ابن احمد بن سكّينة البغدادى المقرى

ذكره الحافظ محمّد بن الدبيثى فى تاريخه، و
قال: هو من بيتٍ معروفٍ بالقرآءة وكان والده
يؤمّ بالمسترشد بالله فقتل بمراغة، وكان مجير الدين
شيخاً فاضلاً سمع ابا الوقت وغيره، توفّى سنة عشرٍ
وستّمائة؛

(۶۱۹) **مُجیر الدین ابو نصر عبدالله بن نعمة الله بن**
ابراهيم العبّادانى الصوفى[۱]

من اولاد المشائخ والزهّاد وبقية الصالحين والعبّاد
انشد فى بعض الاغراض :-

لا يلحقنّك ضجرةٌ فى سائلٍ فلخير يومك ان ترى مسئولا
لا تجبهنّ بالردّ وجه مؤمّلٍ فدوام عزّك ان ترى مأمولا
واعلم بانّك عن قليلٍ صائرٌ خبراً فكن خبراً يروق جميلاً

(۶۲۰) **مُجیر الدین ابو القاسم عبدالله بن يحيى**
ابن عبدالله بن جعفر البغدادى الكاتب

---

[۱] نسبة الى عبادان وهى بليدة بنواحى البصرة فى وسط البحر، كتاب الانساب ص ۳۸۰؛

من بیت التقدم والریاسة والفضل والادب، وکان کاتباً سدیداً سمع الحدیث وتوفی قبل اوان الروایة فی سنة ثمانین وخمس مائة؛

(٦٢١) **مجیر الدین** ابو الفرج **عبد الرحمٰن** بن علی ابن الحسن الخضری[1] البغدادی الفقیه

من اعیان الفقهاء الادباء واکابر العلماء الفضلاء سافر من بغداد وقدم مراغة سنة ثمانین وکان الصاحب مجد الدین الفضل بن یحیی الطیبی[2] یثق به ویعتمد علیه ویفوض امور الکلیة والجزئیة الیه وهو متودد الی الاصحاب دمث الاخلاق له شعر فی الفنون وشرع فی کتابه مفاتح مفاتیح الغیب لمولٰنا فخر[3] الدین الرازی وکتب الکثیر لنفسه، وکان ادیباً عارفاً ویتصوف، کتبت عنه ونعم الشیخ هو؛

(٦٢٢) **مجیر الدین عبد المؤمن بن جلال الدین** عبد المجید بن عبد الکافی الزجاجی التبریزی

(٦٢٣) **مجیر الدین** ابو عمرو **عثمان** بن ابی بکر بن ابی الفتح الدنیسری الفقیه

کان فقیهاً عالماً متکلماً، ذکر یوماً عنده الظلم فقال: الظلم جبلة فی الحیوان لاسیما فی الانسان

---

[1] نسبة الی خضر وهی قبیلة من قیس غیلان، کتاب الانساب ٢٠٢، ط م س: ص ٢١٢ من هذا الکتاب

[3] م سنة ٦٠٦ھ؛

كما قال الله عزّ من قائل: [1] إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ؛

و سمع ابن عيينة [2] قائلاً يقول: الظلم مرتعه وخيم، فقرأ: [3] وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا، [4] وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ؛

(٦٢٤) مُجير الدين علىّ بن اسمٰعيل الواسطى

قدم بغداد و سمع بها الحديث من الشيخ نجيب الدين ابى بكر محمّد بن سعيد بن الموفق بن ابى البقاء الخازن النيسابورىّ نزيل بغداد؛

(٦٢٥) مُجير الدين ابو الفتح علىّ بن الحسين الاردستانىّ [6] الاديب.

ذكره القاضى ابو النصر الفامى فى تاريخ هراة، و قال: كان عالماً فاضلاً، و يُلقَّب مُجير الدولة، و انشد له فى مدح نظام المُلك الحسن بن علىّ بن اسحاق الطوسى:-

كأنّ سنا الشموع وقد تلالا … يزيد تشعُّلاً منهم تعالا

على انك اذ يرومون اعتلاءً … ويأبى حدّهم الّا استفالا

(٦٢٦) مجير الدولة ابو الحسن علىّ بن سعد الخوارزمىّ البغدادىّ الاديب الوزير

---

[1] سورة ابراهيم الآيه ٣٤؛ [2] (١٠٧ — ١٩٨هـ)؛ قاموس الاعلام: ١: ٣٢٥؛ دائرة المعارف ١، ٩٢٢؛ [3] سورة طٰهٰ (٢٠) الآيه (١١١)، [4] سورة الشعراء (٢٦) الآيه (٢٢٧)؛ [5] (٥٥٦ — ٣٤٦هـ) الشذرات ٥: ٢٢٦؛ [6] نسبةٌ الى الاردستان مدينة بين قاشان واصبهان، معجم البلدان ١: ١٨٤؛ [7] (٣٠٨ — ٥٣٨٥) اعلام ١: ٢٣٣؛

احد تلامذة جار الله الزمخشری[1] ، ومن شعره فی مدحه :-

وجوّلت فکری فی البلاد فلم تقع
علی رجلٍ فی علمه غیر راجلِ
الی ان جری الطیر السنیح فدلّنی
علی فخر خوارزم رئیس الافاضلِ

(۶۲۷) **مجیر الدین** ابو القاسم علیّ بن الفرج بن ابی منصور البعقوبیّ ثمّ الموصلیّ المحدّث

(۶۲۸) **مُجِیرُ الدّین** ابو القاسم علیّ بن ابی الفرج بن ابی منصور بن وَدعان الموصلیّ المُحدِّث

سمع مسند الشافعیّ علی جمال الدین ابی محمّد عبد القادر بن عبد الله الرهاوی بسماعه من ابی زُرعة طاهر بن محمّد المقدسی بسنده[2]

(۶۲۹) **مُجِیرُ الدین** ابو الحسن علیّ بن عماد الدّین محمّد بن ابی بکر العبّاسیّ الواثقی الشّاعر

شابٌّ فاضلٌ ذکیٌّ له فطنةٌ ومعرفةٌ وادبٌ وذهنٌ صافٍ وتهوّس باقتناءِ الکتبِ واجتناء ثمر الادب وقال الشعر فی الفنونِ ، وله طبعٌ سلیمٌ وخاطرٌ مستقیمٌ ، انشد فی لنفسه :-

---

[1] محمود بن عمر الزمخشری المتوفی سنة ۵۳۸ھ ، الشذرات ۴ : ۱۱۸ ؛

[2] م ۵۶۶ھ ، دائرة المعارف ۲ : ۱۵۵ ؛

سَأَلْتُ فُؤَادِی هَلْ تُطِیقُ تَصَبُّراً
إِذا ما نَأَتْ هِنْدٌ ودَامَ مَسِیرُهَا
فَجَاوَبَنِی کیفَ التَّصَبُّرُ والهَوَی
إِذا ما خَبَتْ نارُ الغَرامِ یُثِیرُهَا

(۶۳۰) **مُجِیرُ المُلك** ابوالفتح علیّ بن محمّد بن عبدِاللّٰہِ الطغرائی الوزیر بخراسان

ذکرہٗ عمادُ الدین الکاتب وقال: دَخَلَ بغداد فی خدمةِ السلطان محمّد[۱] سنة خمسٍ وتسعین واربعمائةٍ، وکان احدَ کُتّابِ الانشاء بین یدی نظام الملك ثم صار الیه کتاب الطغراءِ؛

(۶۳۱) **مُجِیرُ الدین** ابوالفضل علیّ بن مُحمّد بن علیّ ابن حَمِیْص السنبلی الادیب

کان عالمًا متهوّسًا لہٗ معرفةٌ بالادبِ، مدح جماعةً من رؤساء العراقِ، وسافر الی آذربیجان، واستوطنَ مراغة فی خدمةِ خواجہ صدر الدین علیّ بن مولانا السّعید نصیر الدین ابی جعفر، ولہٗ اشعارٌ کثیرةٌ فی مدحِہٖ و کان قد بحث شیئًا من الحکمةِ وقَدِم بغداد واقامَ ایّامًا عندَ صَدرِ الدّین محمّد بن الدوامی فی دار ابن علجَہ، وانتقَلَ الی التیش[۲] وبہا مات سَنة ثلاث و سبعمائةٍ؛

---

[۱] م ۵۱۱ھ؛ [۲] لم اقف علیہا بعد وامّا التیش فبلد بالاندلس؛

(٦٣٢) مُجِيرُ الدين ابو القاسم علىّ[1] بن محمّد بن محمّد بن جهير التغلبى نزيل بغداد، الوزير

من بيت الوزارة والرياسة ...[2] .

(٦٣٣) مُجِيرُ الدين ابو عقيل على بن محمود طرمطائى ابن عبد الله القشتمرى الكاتبُ الجُندى

هذا المُجير رأيتهُ بالحِلّة . وهو من اولاد مماليك قشتمر، وداره بالحِلّة مجاورة لدار فخر الدين بغدى بن على بن قشتمر وكان قد تأدّب وكتب وحفظ جُملة وافرة من اشعار العرب ، كتبتُ عنه وكتب عنّى، وكان ظاهر البِشر متودّداً توفى بالحِلّة سنة سبع و ثمانين وستّمائة وقد قارب الستّين رحمه الله ، سَمِعتُهُ يُنشد فى الباقلاء الاخضر :-

فصوص زمردٍ فى غلف دُرٍّ
حكت اقلاعُها تقليم ظفر
وقد خاط الربيع لها ثيابا
لها لونان من بيضٍ وخُضرِ

(٦٣٤) مُجِيرُ الدولة ابو الفتح بن عبد الله بن ابى الفضل الفارسى الوزير بفارس [1/3 ـ 2/112]

ذكره عماد الدين الكاتب الاصفهانى، ومدحه

---

[1] قد وقع ذكر اخيه الكافى جهير بن محمّد فى كتاب الكاف من معجم الالقاب انظر كتاب الكاف (المطبوع ص ١٦) [2] بياض بالاصل ؛

بالهِمَّةِ العليةِ والكرم والسَخَاء، وكان مُمَدَّحًا
ولـه في الدولةِ بفارس اثرٌ عظيمٌ وانشدَ للشريف
ابي المُختار احمد بن محمّد بن علي العلوي البندجاني
يُهَنِّئهُ[1] بالخلع :

قَرَّ العيونُ وصحّت الآمالُ　　وعلى زمانك اَقبَلَ الاقبالُ
وعلى ضمانِ الدهر كلَّ صَبيحةٍ　　لك دولةٌ وسعادةٌ وجلالُ
والى يديك مدى الزمان لنقضِ و الابرام والاعزازُ والاذلالُ

فيها :-

والى الوزارةِ منه كافٍ كافلٌ　　للمُلكِ حامٍ حاملٌ بذّالُ
اولى الوَلاةِ بها الوزيرُ فانّها　　ارثٌ له وله بها استقلالُ
والى مناسبهِ انتهى شَرَفُ العُلى　　والى مناصبهِ انتمى الاعمالُ
ملكٌ بنى لشرفِ الطرفينِ وشدّهما　　قد شادهُ الاعمامُ والاخوالُ

(۶۳۵) مُجيرُ الدين ابو المظفر قرا ارسلان[2] بن داوود بن سُقمان بن اُرتق التُركماني صاحبُ حِصن كيفا

من البيت المعروف بالتحكّم والرياسةِ والسياسةِ
وكان الى مُجير الدين حِصن كيفا واعمالُها وكان
عادلًا في رعيّتهِ[3]؛

---

[1] من شعراء الخريدة، س : فهرست دوزى ص ۲۲۹؛ [2] في الاصل: ويصنعه ، [3] لعلّه يريد فخرالدين ابا الحريق قرا ارسلان (۵۳۹ - ۵۶۲ھ)؛ انظر زامبور (ص ۲۲۸) وتاريخ دول الاسلام (۲، ۱۳۵)؛

(٦٣٦) **مُجیرُ المُلک** ابو المعالی محمّد بن احمد السمرقندی الکاتب

(٦٣٧) **مُجیرُ الدین** ابو عبداللہ محمّد بن الحسن ابن علیّ البیهقی الادیب

ذکرہٗ صاحبُ[1] تاریخ بیهقؒ، وقال، کان مجیر الدین جمیل الملبس نظیف الهیئة فصیح الکلام ملیح النثر والنظام سمع قولَ ابن عبدون المغربی فی وصفِ خمرۃٍ کانت غدوۃً طیّبۃَ المذاقِ ثمّ عادت عشیّۃً خلاً[2] :-

الا فی سبیلِ اللّهوِ کأس مدامة
اتتنا بطعمٍ عهدُہٗ غیر ثابتٍ
حکت بنت بسطام بن قیسٍ صبیحةً
وعادتْ کجسمِ الشنفریٰ بعد ثابت

اراد کصهباء بنت بسطام، وشعر الشنفرٰی[3] :-

فاسقینیها یا سواد بن عمرٍو   اِنّ جسمی بعد خالی لخلٌّ

(٦٣٨) **مُجیرُ الدین** ابو عبداللہ محمّد بن الحسن ابن ابی القاسم محمد العلویّ البزّاز المقری

---

[1] ابو الحسن علیّ بن ابی القاسم زید البیهقی (م ٥٦٥ھ) معجم الادباء ١٣ : ٢١٩ ؛

[2] لم اجدہ فی تاریخ بیهق ؛ [3] لیس هذا قول الشنفری کما قال صاحب المعجم۔ ولا لتأبّط شرّاً کما هو مطبوعٌ فی النسخ المتداولة۔ بل الصحیح انّه لخلف الاحمر فی قصیدۃ طویلةٍ اوّلها :- اِنّ بالشعب الذی دُون سلعٍ لقتیلاً دمه ما یُطَلُّ ؛ سا : شرح الحماسة للتبریزی ٢ : ١٦٠ ؛

[هو محمد بن الحسن بن ابی القاسم محمد] بن الاكرم بن فضل الله بن ابی الحسن الزاهد بن علی الفصير بن ابی القاسم الحسين بن ابی علی الحسن - باملی - بن احمد بن جعفر بن الامير احمد العقيقي ابن جعفر صح صح بن عبد الله ابی بكر بن الامام الحسين الاصغر ابی عبد الله بن علی زين العابدين [بن] الحسين بن علی بن ابی طالب العبدلی روی لنا عنه شيخنا جمال الدين احمد بن مُهَنّا العُبَيدلیّ، و قال: كان شيخاً حسناً كثير المحفوظ متودداً عالماً، انشدنی عنه :-

مفردٌ فی الزمان ليس له فی نسبه من النّاس مُشبهٌ او نظيرٌ
ان يُواجه فطودُ علمٍ ركينٌ او يفاوض فبحرُ علمٍ غزيرٌ

قال: وتوفی سنة ... [۲]

(۲۳۹) مُجيرُ الدين ابو عبد الله محمد بن سليمان ابن محمد الحافظی الحلبیّ الكاتب

من كلامه فی تقليد: لِمَا رأی منهُ من الخلال المحمودة والفضائل المشهورة المشهودة و ثبت لهُ عند تجربته واختباره ما اذن بتخصيصه لهذه المنزلة واختياره؛ منها: امره بتنزيه نفسه مما يُلحق به وصمةً والنزاهة بما يكون لدوقه دنسًا من الدنس وعصمة ؛

---

[۱] الصحيح ابن السعدی والعقيقی هو اخوه محمد ر: عمدة الطالب ص۲۸۱، [۲] بياض بالاصل؛

(۶۴۰) **مُجِیرُالدین** ابوالفضل **محمّد بن عثمان بن ابی القاسم۔ یعرف بابن کاسو۔ الاسعردیُّ الطّبیبُ**

قدم بغداد للاشتغالِ بعلمِ الطبِّ علی الشیخ العالِم الحکیم مجدِ الدین ابی علی عبد[1] المجید بن الصبّاغ؛ وکان شابًّا کیِّسًا من بیت معروفٍ باسعرد، ولہٗ معرفۃٌ بالطبِّ، وکنتُ اتردّدُ الیہِ مُدّۃَ مقامِہٖ بالمُستنصریّۃ، واتعرّفُ منہ اخبار دیاربکر، وکان عالمًا باحوالِہا وملوکِہا ورؤسائِہا؛

(۶۴۱) **مُجِیرُالدین** ابوعلیّ **محمّد بن علیّ بن الحسن الواسطیُّ المُحدِّث**

قال فی قولِہٖ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: لیسَ الغنی عن کثرۃِ العَرَضِ لکنَّ الغنیٰ غِنی النفسِ، وفی روایۃٍ: اِنّما الغِنیٰ غنی القلب، فقال: العربُ تقولُ: یسار النفسِ افضل من یسارِ المالِ ورُبَّ شبعان من النعم غرثان من الکرم؛ وانشد[2]:-

غِنیُّ النفسِ مایغنیک من سدِّ حاجۃٍ
فان زادَ شیئًا عادَ ذاک الغنیٰ فقرًا؛

(۶۴۲) **مُجِیرُالدین** ابوسعد **محمد بن غازی السمرقندیّ الکاتب**

من کلامِہٖ فی تعزیۃٍ: اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ[3]

---

[1] المترجم فی ص ۱۷۲، [2] الشعر لسالم بن وابصۃ الاسدیّ، [3] سورۃ الزمر الآیہ ۱۳؛

اجزل اللہ ثواب الخدمۃ علی احتسابھا افضل جزاء الصابرین عند جزع النفوس واکتیابھا وافاء علیھا ظلاً من البقاء ظلیلاً ورجع طرف الحوادث عن حیازتھا حسیراً کلیلاً وعوّض عمن غبر وذھب بحراسۃ من حاجر منھا وھب (کذا)؛

(۶۴۳) مجیر الدین ابو القاسم محمود بن ابی الفتح المبارک بن ابی القاسم علیّ بن المبارک بن الحسن۔ یعرف بابن بقیرۃ۔ البغدادیّ ثم الواسطی المدرّس بالنظامیّۃ[1]

ذکرہ زین الدین ابو الحسن بن القطیعی فی تاریخہ وقال کان [مجیر[2] الدین فی] ابتداء امرہ خیّاطاً وقرأ الفقہ علی ابی منصور بن الرزّاز، وسافر واقام فی الغربۃ بضع سنین فی طلب الادب والعلم والفقہ بالشّام، واقام بشیراز مدّۃً ثمّ بخراسان، ولمّا رجع الی العراق تولّی تدریس النظامیّۃ فی شہر رمضان سنۃ اثنتین وتسعین وخمسمائۃ، وانشد لمّا صعد السدّۃ[3] :-

خلت الدیار فسدت غیر مسوّد ... ومن العناء تفرّدی بالسّودد

---

[1] ترجم لہ ابن العماد فی الشذرات (۴ : ۳۱۱) والسبکی فی طبقات الشافعیّۃ (۴ : ۳۰۴)؛

[2] انخرق الورق بعد الحلق فصارت اللفظۃ مشتبہۃ؛ [3] لعمرو بن النعمان البیاضی یرثی قومہ؛

وکان مولده ببغداد سنة ثمان عشرة وخمسمائة و توفی بهمذان فی ذی القعدة سنة اثنتین وتسعین وخمسمائة، وکان قد اُرسل الی علاء الدین محمد بن تکش خوارزمشاه وهو یومئذ باصفهان؛

(٦۴۴) مُجیر الدین ابو الثناء محمود بن هبة الله ابن فضل الله الخُراسانی الکاتب

من کلامه :- وازال عتبه علی القدر المُحفظ واعتراضه واماط امتعاضه منه وارتماضه واضحت اغصان مباغیه مزهرة ذات غضارة وغضاضة و استبدل اغتباطه واغتناضه اغتباطه وارتماضه؛ فی کلام ثقیل رأیتُ مثله فی کلام صدر الدین الساوی ما کتبه الی ابیه القاضی رکن الدین الساوی بتبریز سنة اربع وخمسین وستمائة؛

(٦۴۵) مُجیر الدین ابو محمد یعقوب بن ابراهیم ابن یحیی الکرمانیّ المستوفی

کان ماهراً فی صناعة الاستیفاء ومعرفة علم الحساب وسمعتُ انّ له مختصراً مفیداً فی علم سیاقة کتابة الدیوان والحساب یکتبونه فی تلک البلاد ویشتغلون به ویعتمدون علیه؛

له درم ۵۹٦ھ الشذرات ۴ : ۳۲۴ ، له ق : مختصر مفید؛

(۶۴۶) مُجیرُ الدین ابو البقاء یعیش بن نجم بن عبد اللّٰہ البغدادی الوکیل المحاسب [۱۰۵۶هـ/۱۰۸۰هـ]

قال ابن الدبیثی فی تاریخہ: کانت لہٗ معرفۃٌ بالوکالۃ وکتابۃ السجلّات والشروط والمحاضر[و] کان یعظ فی الاعزبۃ سمع اباالقاسم سعید بن احمد ابن البنا وغیرہٗ وتوفّی فی شوال سنۃ ستّمائۃ؛

(۶۴۷) مُجیرالدین ابو الخیر یمن بن مسالب الحبشی الحربی الخصیّ الزاھد

ذکرہ الحافظ ابوطاھر احمد بن محمّد السلفی فی کتاب معجم السفر، وقال: روی لنا عن احمد بن عبد الرحیم الکاتب بفسطاط مصر، وتوفّی سنۃ سبع عشرۃ وخمسمائۃ؛

(۶۴۸) مُجیرالدین ابو الحسن یوسف بن ابی الغنائم احمد بن ابراھیم بن محمد الشیرازیّ ثمّ البغدادی الصوفی

ذکرہ ابو عبد اللّٰہ محمّد بن سعید الدبیثی فی تاریخہ، وقال: سمع ببغداد اباالقاسم اسماعیلؒ بن احمد ابن السمرقندی وسافر الی الحجاز مراراً والی الشام والجبال وکرمان وخراسان وکتب عن اھلھا ولقی اباالوقت عبد الاوّل بکرمان، ورجع الی بغداد وبھا مات سنۃ خمس وثمانین وخمسمائۃ؛

لہ م ۵۳۶ھ؛ الشذرات ۴: ۱۱۲؛

الميم والحاء وما يثلثهما

(٦٤٩) الحافظ ابو شجاع فاتك[1] بن عبد الله الرومي الاصفهسالار

ذكره الرئيس ابو الحسين هلال ابن المحسّن بن ابي اسحاق الصابي في تاريخه، وقال: كان من الامراء الاصفهسالارية في الدولة البُوَيهيّة وكان يرجعُ الى دينٍ ومُروّةٍ ومعرفةٍ بالحروب والسلاح والفروسيّة مُعَلَّماً في ذلك؛

(٦٥٠) مُحبّ الدين ابو سعد احمد بن ابراهيم ابن يحيى الدَرْزِيجَاني[2] المؤدِّب

ذكره الحافظ ابو عبد الله بن الدبيثي في تاريخه، وقال: استوطن بغداد وسمع بها ابا القاسم هبةَ الله[3] بن الحُسين بن الحاسب ومحمّد[4] بن ناصر، واقام بالبصرة

---

[1] المعروف بالمجنون وهو الذي استاذن المتنبّي كافورًا في مدحه فاذن له فمدحه في قصيدة مشهورة اوّلها

لا خيلَ عندكَ تهديها ولا مالُ ... فليسعد النطقُ ان لم يُسعد الحالُ

(وما احسن قوله فيها) كفاتكٍ ودخول الكاف منقصةٌ ... كالشمس قلتُ وما للشمس امثالُ الوفيات ١: ٤٠٦؛

[2] دَرْزِيجان قرية كبيرة تحت بغداد على دجلة بالجانب الغربي؛ معجم البلدان ٢: ٥٦٧، [3] م ٥٤٨، الشذرات ٤: ١٥٢، [4] الحافظ السلامي المتوفى سنة ٥٥٠م، الشذرات ٤: ١٥٥؛

إلى ان مات بها فی جمادی الاولی سنة ستمائة؛

(٦٥١) محبّ الدّین ابوعبدالله احمد بن سابق الدین سعید بن عمر البغدادی المقری

قرأت بخطّه علی کتاب بعض طلّاب العلم :-

إنّی أجزتُ لاهلِ العلمِ مَا سألوا
اجازةً طاب منها الخُبر والخَبرُ
لهُم علیّ بذاك الفضلُ محتسبًا
اذ کان یعلو بهم ذکری وینتشرُ

(٦٥٢) محبّ الدّین ابوالعبّاس احمد بن سلمان ابن ابراهیم - یعرفُ بالسّبتی[1] - العراقیّ الفقیه

کان من الفقهاء العلماء العارفین بالاصولِ والخلافِ؛

قرأت بخطّه فی مدح الامامِ الشافعی :-

لقد زان البلادَ ومن علیها	امامُ المسلمین الشافعیّ
فلا بالمشرقین لهُ نظیرٌ	ولا فی المغربین له کفیّ
امامٌ فی امامته همامٌ	تقیٌ لوذعیٌ الـمعیّ
امامٌ فی امامته هلالٌ	یلوحُ وغیرُهُ فیها خفیّ
امامٌ قبل ان ولدَوه قِدمًا	به قد کان بشّرنا النبیّ
عقیدتُهُ ومذهبُهُ صِراطٌ	الی الفردوسِ فی العُقبی سَویّ
سَعیدٌ من یُوالیه سَعیدٌ	شقیٌ من یُعادیه شقیّ

---

[1] نسبة الی السبت من ایام الاسبوع (والی سبتة بلدة علی ساحل البحر)؛

(۶۵۳) **مُحبّ الدین** ابو العباس احمد[1] بن عبد الله ابن محمّد بن ابی بکر الطبری[2] المحدّث من الحفّاظ و المحدّثین المجاورین بالحرم الشریف بمکة حرسها الله تعالیٰ، کتب لنا الاجازة من الحرم الشریف المقدّس فی موسم سنة تسع و سبعین و ستمائة علی ید الشیخ الصالح ابی بکر بن عثمان المراغی، و کتب فی الاجازة بخطّه انّ مولده فی الخامس و العشرین من جمادی الآخرة سنة خمس عشرة و ستمائة، و ذکر من مسموعاته[3] جمیع کتاب السُنن لابی داود سمعهٗ علی ابی الحسن ابن المقیّر البغدادی باجازته من الفضل بن سهل ابن بشر الاسفرائنی و غیر ذلك، و صنّف کُتبًا مطوّلةً منها شرح التنبیه، و کتاب القِریٰ من ساکنی أُمّ القریٰ، و کتاب ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القُربیٰ، و کتاب السمط الثمین فی فضائل اُمّهات المؤمنین، و غیر ذلك؛

(۶۵۴) **مُحبّ الدین** ابو سعد احمد بن عبد الواحد ابن احمد البصریّ المعدّل

---

[1] م ۶۹۴ھ؛ تراجمه مبسوطة فی الشذرات (۵: ۴۲۵ بما بعدها) و ذیل بروکلمن (۱: ۶۱۵) والمواضع التی ذکرها؛ [2] زاد المصنّف بالهامش فی موضع یتعلّق فی نسبته الی الطبری، [3]: سمع محبّ الدین احمد من شیخنا محی الدین ابی محمد یوسف بن ابی الفرج ابن الجوزی؛

قرأت بخطّه: كان اصحاب رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يرون انّه لا يضرّ مع الاخلاص ذنبٌ كما لا ينفع مع الشرك عملٌ، ومن خطّه: المؤمن فى الدنيا يتزوّدوا لمنافق يتزيّن و الكافر يتمتّع، وكانت وفاته فى سنة احدى وسبعين وستّمائة وهو ممّن سمع معنا الاحاديث الثمانية المستعصميّة بالمدرسة البشيريّة،

(٦٥٥) مُحبّ الدّين مُصدّق - ابوالفتح احمد ابن محمّد بن ابى الفتح - يعرف بمصدّق - البغدادى المحدّث المقرى

من فقهاء المدرسة المُستنصريّة، وكان حافظاً لكتاب اللّٰه العزيز حسن الاداء بقراءته طيّب الحنجرة عارفاً بالتفسير واسباب النّزول، وكان مُمتعًا باحدى عينيه، وفيه يقول شيخنا شمس الدين ابوالمناقب محمّد بن احمد الهاشمىّ الكوفى ويعرض بالشيخ جلال الدين ابن عكبر (ذكرته فى ترجمته الأُخرى) وهذا مصدّق ممّن سمع معنا الثلاثية

ل يريد قول شمس الدين ابى المناقب ويشير الى ما ذكره فى ترجمته بلقب مصدّق -

حنابلة المستنصريّة قد بلوا	بدرس جهول بالجهالة ينطق
ولا غرو ان صبّ العذاب عليهم	اذا الاعور الدجّال فيهم مصدّقٌ

عن ... [1] ... وكانت وفاتهُ في الثاني والعشرين في شهر رمضان سنة سبعٍ وسبعين وستّمائةٍ ؛

(٦٥٦) مُحبّ الدّين احمد بن محمّد بن فتوح البغدادي البزّاز

سمع من مشائخنا الحديث ، وكان مشكور الطريقةِ محمودَ السيرةِ ، قد سمعَ الحديثَ النبويّ ورَوَاه ؛

(٦٥٧) مُحبّ الدين ابو العبّاس احمد بن يوسف ابن احمد بن ابي بكر العَلَوي الكرجي ثمّ البغداديّ المقري

من العُلماء الثقاتِ والحُفّاظ الاثباتِ ، قرأ القرآن الكريمَ على والدِه ، وكان كثير التلاوةِ عارفًا بالتفسيرِ والقراءات ، قال : انشد ابو علىّ هِلالُ بنُ المظفّر الزنجانيّ [2] لنفسِه :-

اودعتُهُ سِرّي مستكتِمًا   فبَثَّهُ الاحمقُ في الحالِ
من يضع السِرّ لديهِ فقد   اودعَ ماءً فوق غربالِ

وكان كثيرًا المطالعةِ عارفًا باللُّغَةِ ، ورُتّبَ شيخ دارِ القران المعروفة بالبشيريّة [3] على ساحل دجلة بالجانب الغربيِّ ، واشتغل عليه جماعة من الاعيان ، سألتُهُ عن نسبِه فذكر انهُ ينتهي إلى الحسن المُثنّى

---

[1] بياض بالاصل ؛ [2] ؟ [3] لو : بالبشيرية ؛ والتكميل عن القياس ؛

ابن الحسن بن علی بن ابی طالب وسألتہ عن مولدہ [۱]
فذکر انہ ولد فی العاشر من جمادی الآخرۃ
سنۃ سبع وخمسین وستمائۃ ، وصنف تاریخا
علی السنین وتوفی فی صفر سنۃ احدی وعشرین
وسبعمائۃ ، وکان قد صلی ولم یعلم بموتہ
غیر زوجتہ ودفن بباب حرب؟

(٦٥٨) محب الدین ابو الحسن ثابت بن محمد اللبلی المحدث

کان من العلماء العاملین والادباء العارفین
کتب الکثیر بخطہ وسمع مشائخ بلادہ وحج
الی بیت اللہ تعالی وجاور ھناک ، رایت بخطہ
علی جزء کتبہ لبعض طلاب العلم فی وصف
قبتین بناھما المعز بن بادیس ورفع سمکھما وسماھما العلمین :-

[۱] کذا اقرأنا اللفظ فی حافۃ الورق لبعد ان الہ طہ حدءٌ قلیل منہ فلم نغیّرہ الی : صلّی ، لخفاء فی المعنی بعد ؛ [۲] کتب علیہ . لبلہ بلد بالمغرب - وھی کما قال یاقوت - قصبۃ کورۃ کبیرۃ بالاندلس ینسب الیھا جماعۃ منھم ثابت المترجم ھھنا ، قال یاقوت : ذکرہ ابو الحسن احمد ابن محمد بن مفرّج البنانیّ فی شیوخہ ووصفہ بالعلم والصلاح ، والی لبلۃ ینسب ابو العباس احمد بن تمیم المعروف بالمحبّ ایضًا ذکرہ یاقوت وقال : توفّی سنۃ ۶۲۵ ، ر : معجم البلدان ۴ : ۳۲۶ بابعدھا ، [۳] (۳۹۸ - ۴۵۴ ھ)
الاعلام ۳ : ۱۰۵۶ ؟

وانشر على العلمين اعلام الثنا ... فقد استقر اللمكارم دارا
نجمان لكن فضلا بسجية ... لا يخفيان مع النجوم نهارا
قمران لكن لا ارى كلفا ولا ... نقصا كما يتعهد الاقمارا
يمحو ضياءهما الدجنة عنهما ... فنرى الليالى فيهما اسحارا

(۶۵۹) محب الدين ابو الفضل جعفر بن مكى ابن جعفر الموصلى الفقيه

حدث عن الشيخ عبد الرحمان بن عبد الحليم الموصلى عن الشيخ تقى الدين ابى محمد عبد العزيز ابن محمد بن المبارك القحيطى عن ابى جعفر محمد ابن عبد الكريم السيدى عن فخر النساء شهدة[1] بنت احمد الابرى[2]، قدم الشيخ محب الدين تبريز وكنت بها سنة سبعين وستمائة، ولم يحصل لى به اجتماع كما يجب ولم اكتب عنه، وتوجه الى شيراز وروى بها عن الشيخ موفق الدين[3] الكواشى، كتب عنه شيخنا منهاج الدين[4] ابو محمد النسفى بشيراز؛

---

[1] (م ۵۷۴ھ) وفيات الاعيان ۱: ۲۲۶؛ [2] نسبة الى الابر جمع ابرة التى يخاط بها وكان المنسوب اليها يعملها او يبيعها، وفيات الاعيان ۱: ۲۲۶؛ [3] هو موفق الدين احمد بن يوسف الكواشى المتوفى سنة ۶۸۰ھ ذكره المصنف فيما بعد؛ [4] هو محمد بن محمد بن محمود النسفى المتوفى ۶۹۳ھ، كما ذكره المصنف فيما بعد؛

(٦٦٠) **مُحبُّ الدّين** ابو الفضل حبيب بن علىّ بن حبيب البغدادى النّاسخ [114 b / 115 a]

كان كاتباً عالماً، كتب الكثير من الكُتُب المطوّلة، وهو اخو شيخنا زكىّ الدين الكاتب، و كان مُحبُّ الدين بن حبيب من احاسنِ الكُتّاب ارباب الآدابِ كريم الاخلاقِ متودّداً الى الاصحاب، قرأتُ بخطّه الرائقِ فى مجموعٍ كتبه لنفسه :-

بى مثل مابك يا حمامَ البانِ ... انا بالقدودِ وانت بالاغصانِ
اعِدى لتَرَنُّمٍ كيف شئتِ فانّنا ... فيما نجنُّ من الهوى سيّانِ
لى مارويتِ من النّسيبِ وانّما ... لكِ فيه حقُّ الشّدوِ والالحانِ

(٦٦١) **مُحِبُّ الدّين** ابو محمّد الحسن بن عبد ابن شهاب الحِلّىّ الواعظ

ذكره شيخنا جمال الدين ابو الفضل احمد بن المهنا الحُسَينى، وقال : سافَرَ الى الشّام وكانَ فصيح الكلام، ولمّا رجع الى العراقِ كتَبَ اليهم رسالةً تشتمل على الاشتياق، له شعرٌ ؛

(٦٦٢) **مُحبُّ الدّين** ابو محمّد الحسن ابن علىّ بن خلف الكِنانى المصرى الصُوفى

قدمَ مدينةَ السّلام سنة ثمانٍ وسبعين وستّمائة، وهى السنة الّتى قدمتُ فيها من آذربيجان، وحضر عندى بمشهدِ البَرِيّة،

وكان كثير الاسفار، وحكى لى انّه سمع ذا النسبين[1] بين[2] دحية والحُسين بالدّيار المصرية وسألته عن مولده فذكر لى انّه ولد سنة عشرين وستّمائة، وكتب لى بخطّه ابياتاً؛

(٦٦٣) **مُحِبُّ الدين** ابومنصور الحسن بن محمّد بن احمد الموصليّ الصّوفي

ذكره القاضى تاج الدين يحيى بن ابى القاسم ابن المفرّج التكريتى فى تاريخه، وقال: صحِبَ المشائخ والصالحين، وهو مشتغلٌ بمحاسبة النفس وترك مالا يعنيه، نزل النظاميّة وحجّ الى بيت الله الحرام صحبة الشيخ شمس الدين ابى محمّد عبدالرحمن بن عبد اللّطيف بن ابى البركات الصوفى سنة خمس عشرة وستّمائة؛

---

[1] هو عمر بن الحسن بن علىّ ابو الخطّاب ابن دحية الكلبىّ الاندلسىّ المتوفّى سنة ٦٣٣ﻫ بالقاهرة، كان حافظاً جليلاً اختلف الناس فى توثيقه لمثالبه فى العلماء، وكان يذكر انّه من وُلد دِحية الكلبىّ وانّ امّه امة الرحمٰن بنت ابى عبدالله بن ابى البسّام من ولد الحسين بن علىّ رض فلذا كان يكتب بخطّه ذو النسبين دحية والحسين، انظر ترجمه فى الوفيات (١: ٣٨١ بما بعدها) وتذكرة الحفّاظ (٤: ٢٠٥ وما بعدها)؛ والشذرات (٥: ١٦٠)؛

[2] كذا عند المصنّف بزيادة كلمة بين، ولم نجدها عند غيره؛

(۶۶۴) **مُحِبُّ الدّین** ابو عبداللہ الحُسین بن السبتی ابن بقا۔ من قریۃ ابی عبداللہ۔ الواسطی ثمّ البغدادی الفقیہ

قدم بغداد وسکن النظامیّۃ واشتغل بالفقہ و الادب وسمع الحدیث الکثیر، واسند عن [1]... قولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: لا یَجْنِی عَلَی المرءِ الّا یدُہٗ، وقولہٗ صلّی اللہ علیہ وسَلّم: ولا تجنی یدٌ علی الاُخریٰ، قال: اراد صلّی اللہ علیہ وسلّم ان لا یُوخَذَ احدٌ بجنایۃِ غَیْرِہٖ ان قَتَلَ اَوْ جَرَحَ او زنیٰ فبیدٍ اصاب؛

(۶۶۵) **مُحِبُّ الدّین** ابو عبداللہ الحُسَین بن عمر ابن ابی محمّد البادرائی المقری

کان من القرّاءِ العلماء، روی بسندٍ ہٖ الی انسِ بن مالکٍ رضی اللہُ تعالی عنہُ قال قال رسولُ اللہِ صلّی اللہ علیہ وسَلّم: اِنَّ الحکمۃَ تزید الشریفَ شرفاً وترفع العبدَ المملوک حتی تُجْلِسَہ مجالس الملوک؛ [قال] قال الشیخ ابو احمد العسکری[2] فی کتاب الحکم والامثال المرویّۃِ عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وسَلّم: قال، لست احفظ ھذا الحدیث مرفوعاً ولیس ھو عندی من کلام الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم؛

---

[1] بیاض بالاصل؛ [2] (م ۳۸۲ھ) کشف الظنون؛

ولعلّهٗ من کلام الحُسین او کلامِ انس بن مالک واللّٰہُ اعلمُ؛

(۶۶۶) مُحبُّ الدّین ابوالفقراءِ الحسین بن یوسف ابن احمد۔ یُعرفُ بابنِ الاعمیٰ۔ الواسطی البطائحیُّ

الشّیخ الصوفی

قدم بغداد واستوطنها وسکن زاویۃَ الرملۃ بالجانب الغربی من بغداد، ویخدم بہا من یرد علیہِ من الفُقراءِ الصالحین والغُرباءِ المترَدِّدین، وکان فاضلاً سمِع الکثیرَ وکتب جیّداً، قرأتُ بخطِّ شیخنا شمسِ الدّین ابی المناقب الہاشمی الکُوفیّ الواعظ قال، سَمِعتُ الشیخ مُحبَّ الدّین یقولُ سَمِعتُ والدِی یقولُ سَمِعتُ الشّیخ ابراھیم الاعزب[1] یقولُ سَمِعتُ الشیخ محی الدینؒ[2] احمد بن ابی الحسن ابن عثمان الرفاعی یقولُ، ماعرَف من قال ولاقال من عرَفَ، ولہٗ اشعارٌ ذوقیّۃٌ؛

(۶۶۷) مُحبُّ الدّین ابوالصفاءِ خلیل بن یوسف ابن سالار بن علی البغدادی۔ ولہٗ نسبٌ فی قریش۔

النّاسخ

الفاضل العالم کتب الکثیر بخطّہٖ، ووقف علی

---

[1] ھو محی الدین ابراھیم بن علیّ الرفاعیّ الآتی ذکرہٗ ، [2] سیذکرہ المصنّفُ ویعیب قولہٗ ھذا؛

تصانیف المتقدمین والمتأخرین، وله خطٌّ مضبوطٌ ملیحٌ صحیحٌ، وله اخلاقٌ حسنةٌ ومقاصدُ مُسْتَحْسَنَةٌ؛ وقد انتخب من الکتب التی طالعها محاسن کلام الحکماء ونکت العلماء ونوادر الادباء ومعانی الشعراء؛

(٦٦٨) **مُحِبُّ الدّین** ابوسُلیمان داؤد بن محمود ابن عبدالرحیم الشامی الکاتب

قرأتُ بخطّه:-

اَفِی کُلِّ یومٍ لی فراقٌ وغُربةٌ ... امرَّ من الصبرِ المُذافِ بعلقمِ
الا یانسیمَ الریحِ ان کنتَ مُحسناً ... اِلیَّ نعرِّجْ بالحَبیبِ وسَلِّمِ
ظفرتُم بنفسٍ لاتزالُ حَزینةً ... علیکم وقلبٍ صیبَ منکم باسهمِ
جمعتُم علی قلبی فراقاً وغربةً ... یقِلُّ علی هذا البقاء المتیَّمِ

(٦٦٩) **مُحِبُّ الدّین** ابوالقاسم سعیدٌ بن محمّد ابن محمّد بن محمّد بن عطّاف الهمذانی الموصلی ثم البغدادی المُعَلِّم

ذکرهٗ محمّد بن سعید فی تاریخه، وقال: کان له مکتبٌ بقراح ابن ابی الشحم، وهو من اولاد المشائخ والمحدّثین، سمعَ من ابیه ومن القاضی محمّد ابن عبدالباقی[2] البزّاز، ومَولدُهٗ فی سنة اثنتین

---

[1] ذکره ابن العماد فی الشذرات (٥: ٩)؛ [2] المعروف بقاضی المارستان المتوفیّ سنة ٥٣٥ھ؛ الشذرات: ٤: ١٠٨؛

وعشرين وخمسمائة وتوفي في شهر ربيع الآخر سنة ثلاث وستمائة ودفن بالوردية؛

(٦٧٠) **مُحِبُّ الدّين** ابو محمّد سعيد بن محمّد بن ابي النجم الحدّادي المقري

اصله من الحدّادية، وقدم بغداد واستوطنها وسكن النظاميّة، وكان كثير التلاوة لكتاب الله العزيز، وكان يروي حديث معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم انه قال: ما عظمت نعمة الله على عبد إلّا عظمت مؤونة النّاس عليه فمن لم يحتمل تلك المؤونة فقد عرض تلك النعمة للزّوال؛

(٦٧١) **المحبّ** ابو الحسن سَمْنُون بن حمزة الخواص البغدادي الصُوفي

ذكره الحافظ ابو بكر احمد بن عليّ بن ثابت الخطيب البغداديّ في تاريخه، وقال [۲]...

[۱] قال الخطيب: مات قبل الجُنيد رح؛ ولم يُعيّن سنة وفاته،

[۲] بياض بالاصل، ولعلّ ارادة المصنّف ذكر العجيبة التي ذكرها الخطيبُ في تاريخه (۹: ۲۳۵) من انّ السمنون سمّى نفسه سمنون الكذّاب بسبب ابياته التي قال فيها۔

فليس لي في سواك حظّ فكيف ما شئت فامتحني

فحصر بوله من ساعته والتفصيل في التّاريخ فليُراجع؛

(٦٧٢) **مُحِبُّ الدّين** بهاء الدين - ابو البهاء صبيح ابن احمد بن سعيد - يعرف با بن خطيب الطيب - الطيبيّ - نزيل بغداد المقرى المعدل

كان من اولاد الخُطباء والمحدّثين العُلمآء، كان يؤمّ النّاس فى الصلوات الخمس بالجامع وكتب لى الاجازة وانفذها الى مراغة سنة سبعين و ستمائة وله سماعٌ على الشيخ الفقيه زين الدّين ابى الحسن محمّد بن احمد القطيعى وغيره؛

(٦٧٣) **المُحِبُّ** ابو الفضل العبّاس بن احمد بن [104 b / 106 a] الحسن بن يزيد - يعرف بالوشّاء[١] - البغدادى المحدّث

ذكره العدل زين الدّين محمّد بن القطيعى فى تاريخه، وقال: حدّث عن ابى ابراهيم[٢] الترجمانى وعبد الملك ابن عبد ربّه الطّائىّ، روى عنه اسمٰعيل[٣] الخطبى وابو على بن الصوّاف[٤]، وكان احد شيوخ الصالحين،

---

[١] نسبة الى بيع الوَشى نوع من الثياب المعمولة من الابريسم، الانساب (ص ٥٨٥)

[٢] لعلّه اسماعيل بن ابراهيم بن بسّام الترجمانى المترجم فى الانساب (ص ٥١١) من شيوخ الحافظ ابى زرعة؛ [٣] (٢٧٠ - ٣٤٩)، الانساب (ص ٣٥٦)؛ [٤] (٢٦٩ - ٣٥٠) الانساب (ص ٣٠٣)؛

وقال : توفى المحبّ فى جمادى الاٰخرة سنة ثمانٍ وتسعين ومائتين ؛

(٦٧٤) المُحِبّ عبدالله بن احمد المقدسىّ

(٦٧٥) مُحِبُّ الدِّين ابو البقاء عبدالله بن عبدالله العكبرى النحوى المقرى

ذكره ياقوت الحموى فى كتاب مُعجم الاُدباء[1] وقال : كان اماماً كبيراً ضريراً امام مسجد ابن حمدى بالريحانييّن ومتقدّم الاضرّاء به ، وكان ديّناً ورعاً صالحاً متقلّلاً حسنَ الاخلاقِ قليل الكلامِ فيما لا يُجدى نفعاً ؛ لم يخرُج من رأسه كلمةٌ فيما علمت إلّا فى علمٍ او مَا لا بُدَّ له منهُ فى مصالحِ نفسِهٖ ، وكانَ رحمهُ اللهُ رقيق القلبِ ، تفرّدَ فى عصرِهٖ بعلم العربيّةِ والفرائضِ ، سمِعَ من ابن الخشاب[2] وحضر مجلس الوزير عون[3] الدين ابن هُبيرة فى القرآءة والسّماع ، وله تصانيف كثيرةٌ ، ولهٗ شعرٌ روى لنا عنهُ جماعةٌ من مشائخنا ، وكان

---

[1] لا يوجد فى المطبوع من معجم الادباء له ترجمة ، وهو ابو البقاء العكبرى المعروف بكلّياته ، تراجمه مبسوطة فى الشذرات (٥ : ٦٧-٦٨) والوفيات (١ : ٢٦٦) ونكت الهميان (ص١٧٨) وذيل بروكلمن (١ : ٤٩٥-٤٩٦) ؛ [2] عبدالله بن احمد ابو محمد ابن الخشاب (٤٩٢-٥٦٧ھ) معجم الادباء (١٢ : ٥٢) والوفيات (١ : ٢٦٧) والشذرات (٤ : ٢٢٠ بما بعدها) [3] يحيى بن محمد المتوفى سنة ٥٦٠ھ ، الشذرات (٤ : ١٩١) ؛

مولده سنة ثمان وثلثين وخمس مائة وتوفى
فى شهر ربيع الاوّل سنة ستّ عشرة وستّمائة
ودُفن بباب حَرب؛

(٦٧٦) **مُحِبّ الدّين** ابو محمّد عبد الله بن خالد
ابن عبد الحميد الغَرّافى[1] الفقيه

كان من فقهاء المدرسة النظاميّة وكان
سهل الاخلاق مُتَواضِعًا يُديم الحضور فى مجالس
الذكر وسماع الاحاديث النبويّة، سمعَ معنا
على شيخنا جار رسول الله صلّى الله عليه وسلّم
عفيف الدّين عبد السّلام بن محمّد بن موسى ورع
البصرى وغيره؛ كتبتُ عنه وسألتُه عن مولده
فذكر لى انّه ولد فى سنة تسع وعشرين وستّمائة
وتوفّى ببغداد؛

(٦٧٧) **مُحِبّ الدّين** عَبدُ الله بن عمر البغدادى
الكاتب

ذكره شيخنا ابو طالب بن انجب فى كتاب نُزْهَة
الابصار فى معرفة النُّقباء الاطهار، وقال انشدنى
لنفسه فى مدح النّقيب قطب الدين الحسين ابن
الاقساسى من قصيدة اوّلها:-

كم وقفة لك فى خلال المنزل   غاضت بفائض دمعك المتهلّل

[1] م ٦٩٦هـ؛

ولكم سألت الربع عن سكّانه　　فابى وكنت كسائلٍ لم تسألِ
وكفى المتيّم حيرةً تسآله　　رسمًا عفا وصوامتًا من جندلِ

منها :-

فلكم غنيت بها ليالى جوّها
مغنى الهوى مع كلّ ظبيٍ اكحل
من كلّ مائلة القوام كأنّها
غصنٌ يميل مع الصّبا والشمأل

(۶۷۸) **مُحِبُّ الدّين** ابو عبدالرحمٰن عبد الله
ابن محمّد بن ابى بكر الغسّانى الكاتب

قرأتُ بخطّه : انشدنا الشّيخ عمادُ الدين ابو نصر
محمّد بن شيخ الشيوخ شهاب الدين عمر بن محمّد
السّهرورديّ البكريُّ سنة سبعٍ وثلاثين وستّمائةٍ:-

وفى الاحباب مُختصٌّ بوجدٍ　　وآخر يدّعى معه اشتراكا
اذا اشتبكت دموعٌ فى خدودٍ　　تبيّنَ مَن بكى ممّن تباكى

قال : وانشدنا الشيخ رضى الدينؒ الصّغانى لنفسه :-

جرتْ نفسى مع الاهواءِ دهراً
ولا تجرى الى الطّاعات جريه
فلمّا جئتُ عبّادان ارستْ
وليس وراءَ عبّادان قريه

له الحسن بن محمد بن حيدر الهندى اللغوىّ المتوفى سنة ۶۵۰ھ؛
الشذرات (۵: ۲۵۰)؛

(٦٧٩) مُحِبُّ الدِّین ابو المعالی عبداللہ بن محمّد ابن سهل الصوفی

کان من العارفین الفضلاء[1]؛

(٦٨٠) مُحِبُّ الدِّین ابو محمّد عبد الجبّار[2] بن عبدالخالق بن عکبر البغدادیّ المدرّس

قد تقدّم ذکرہٗ فی کتاب الجیم فی ذکر من یُلقَّبُ بجلال الدین، و کان لقبه قدیمًا محبّ الدّین و سمعتُ انّه التزم بجماعةٍ من الأئمّةِ والعلماءِ ضیافةً لینقل لقَبَهٗ الی جلال الدین وان بعض الاصحابِ حضر عندہٗ وصار یُخاطِبُهٗ بمحبّ الدین فی محاوراتِه؛ فقال لهٗ: لقبی جلال الدین؛ فقال: لم احضرِ الوظیفة التی التزمت بها لِلاصحابِ وما انت عندی الّا محبّ الدین؟ فالتزم لهٗ بالضیافة واعطاه ما طاب به قلبُه؛

(٦٨١) مُحِبُّ الدِّین عبدالرحمٰن بن الحسین ابن ابی النجیب الفارقی الکاتب

من کلامه فی تقلیدٍ: ولما خلا منصب القضاء ممّن ینظم عقودہ و یُجَدّد بملابس الجمال عهودہٗ و یُرَقّ بتولّیهِ اعوادہٗ و یحتوی علی عاتقِه بالمیامن

---

[1] الترجمة ناقصة؛ [2] توفی سنة ٦٨١ھ؛ ذکرہ ابن العماد فی الشذرات (٥: ٣٧٤) والعزّاوی فی تاریخ العراق (١: ٣١٤)؛.

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحة
لَیْثٌ	مَحْلِكِ	رجز	۱۲	۳۰۲
یا حبّذا	مِدَاكِ	″	۱۲	۳۲۰
ماذا	المُدَّكِي	″	۱۲	۳۲۴
كأنّ	سُكِّ	″	۱۲	۳۶۴
صَلَامَةٌ	مُدَّكِّي	″	۱۵	۲۳۳
أمّ حُبَيْنٍ	بُرَيْدِيكِ	″	۱۶	۲۵۹
یا أمّ	بُرَيْدِيكِ	″	۱۶	۲۶۰
هذا	بالتّرْكِ	″	۱۹	۳۴۲
وَاكْتَشَفَتْ	عَضَنَّكِ	″	۶	۴۵۸
یا عزّ	سُبْحَانَكِ	″	۷	۲۴۶
وَاكْتَشَفَتْ	بَنْكِ	″	۸	۳۰۴
فَدَحَّهَا	بَكْبَكِ	″	۱۰	۳۰۷ (= ۲۰: ۲۲۸)
وَاكْتَشَفَتْ	دَمَكْمَكِ	″	۱۰	۳۰۷
أبِيتُ	الذَّكِي	″	۱۲	۳۱۰ (= ۱۵: ۱۲۸)
اصْبِرْ	لِلْمَبْرَكِ	″	۱۲	۳۵۳
قالت	أشْتَكِي	″	۱۵	۷
وَيْحَكِ	لَكِ	″	۱۶	۲۴۸
تُلَيْحُ	النَّبَازِكِ	″	۱۲	۳۵۵

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحة
تَعَرَّضَتْ	الزَّوَّاكِ	رجز	۵	۱۹۳
و الله	الأرَّاكِ	″	۱۱	۲۴
حُيِّيتِ	أرْنِهاكِ	″	۱۲	۳۱۹
في	والشَّبَّاكِ	″	۱۲	۳۳۳
فأوْرَكَتْ	ايزالكِ	″	۱۲	۴۰۴
تَعَرَّضَتْ	الحَيَّاكِ	″	۱۳	۳۳۳
تَرَاكِها	أوراكها	″	۱۲	۲۸۶
عَلَى	مَنْصُوكِ	″	۱۲	۳۱۰
اذا	لِفِيكِ	″	۱۹	۲۴۰
يَطُشُّها	الفَكَّا	″	۲	۴۷۰
اذا	فاصْطَكَّا	″	۴	۳۳۰
صَبَّحْنَ	التَّكَّا	″	۴	۴۷۲ (= ۱۲: ۳۷۲)
ان	رَكَّا	″	۱۲	۳۳۷ ص
ارْمَتْهُ	رَكَّا	″	۱۲	۳۵۷
يا مَكَّةُ	عَكَّا	″	۱۲	۳۸۰
إنْ	وَكَّا	″	۱۲	۴۰۶
صُبَيَّةً	رُمْكا	″	۱۹	۱۸۱
يا ابْنُ	عُصَيْكا		۲۰	۱۵۴ (= ۳۳۰)

ل

[1] انظر ايضا (۲۰: ۲۷۲)

[2] انظر ايضا (۱۵: ۳۹۵)

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
ولی	جیاءلُ	طویل	۱۱	۱۴۶
لَہا	جیاءلُ	//	۱۱	۱۴۶
تعاف	نَصْشَلُ	//	۱۱	۱۶۶
فما	أطوَلُ	//	۱۱	۲۱۲(=
(او وما)				۱۳: ۴۳۷)
فُضولُ	أجْمَلُ	//	۱۱	۲۱۷
متی	تنْكَلُ	//	۱۱	۲۸۱
أتَرانا	نَصْزِلُ	//	۱۱	۴۱۷(=
				۱۴: ۲۲۰)
اذا	تُطَفَّلُ	//	۱۳	۴۲۸
فقدت	المُضَلَّلُ	//	۱۲	۱۳۳
فظلّ	يُقَلْقِلُ	//	۱۲	۲۱۲
لما	تَنَبَّلُ	//	۱۲	۲۲۵(=
				۱۴: ۱۶۶ع)
تَمَهّق	حُفَّلُ	//	۱۲	۲۲۷
فملّك	عَلُ	//	۱۲	۳۸۵
تَصْلِي	يتأجّلُ	//	۱۳	۱۲
اذاما	يُوَكَّلُ	//	۱۳	۱۳(=
				۱۷: ۱۱۹)
اذا	يَتَبَسَّلُ	//	۱۳	۵۶

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
لقد	المُبَسَّلُ	طویل	۱۳	۵۸
بَعِلْتَ	تَبْعَلُ	//	۱۳	۶۲
لَرُعْت	مُبْقِلُ	//	۱۳	۶۴
عَفَا	فَتَنَبَّلُ	//	۱۳	۸۵
له	يَتَنَشَّلُ	//	۱۳	۹۵
وماء	مُرَحَّلُ	//	۱۳	۱۰۶
الی	المُجَدَّلُ	//	۱۳	۱۰۷
أمِنْ	أحْبُلُ	//	۱۳	۱۴۲
بها	مُحْتَلُ	//	۱۳	۱۵۱
أداحيتَ	وحَرْجَلُ	//	۱۳	۱۶۰
اذا	حُفَّلُ	//	۱۳	۱۶۷(=
				۱۹: ۲۵۷ص)
فَقَرَّبتَ	وأسْألُ	//	۱۳	۲۲۹
دَعَتْ	خُذَّلُ	//	۱۳	۲۳۷
بكی	دَوْبَلُ	//	۱۳	۲۵۰
ولو	المُتَرَحِّلُ	//	۱۳	۲۹۸
رَبَتْ	تَنَزَّلُ	//	۱۳	۳۱۳(=
				۱۷: ۲۸،
				۲۸۹)
أذخت	مُسَحَّلُ	//	۱۳	۳۴۷

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحة
اذا	یَتَسَلْسَلِ	طویل	۱۳	۳۶۶
أَلا	صِنْبَلِ	〃	۱۳	۳۱۳
ولست	مَعْزِلِ	〃	۱۳	۴۶۷
تکاد	تَعَمَّلُ	〃	۱۳	۵۰۳
لبیك	مُعَبَّلُ	〃	۱۳	۵۰۹
زعمت	أهول	〃	۱۳	۵۱۱
نقول	مُغْزَلُ	〃	۱۴	۴
فیوما	تَغَوَّلُ	〃	۱۴	۱۲۱ (=۲۰: ۱۵۲)
وأن	التَّفَضُّلُ	〃	۱۴	۲۱
شهدت	عسل	〃	۱۴	۴۷
فلو	تُفَیَّلُ	〃	۱۴	۵۰
فقلت	تُقْتَلُ	〃	۱۴	۶۸ (=۲۰: ۹۱)
اذا	تَتَحَوَّلُ	〃	۱۴	۹۹
فعودا	کابل	〃	۱۴	۱۰۰
کأن	کربل	〃	۱۴	۱۰۶
وبیداء	هیکل	〃	۱۴	۱۳۹
فقلت	تَنَبَّلُ	〃	۱۴	۱۶۷
نفیل	منتل	〃	۱۴	۱۶۸
تنخلتما	أتنخل	طویل	۱۴	۱۰۵
أناخ	المنزل	〃	۱۴	۲۱۰
فیوما	هیضل	〃	۱۴	۲۲۲
لعمرك	أول	〃	۱۴	۲۲۸ (=۱۷: ۳۲۹)
شآم	مسحل	〃	۱۴	۳۴۰
فلا	فتحملوا	〃	۱۴	۳۵۶
وإني	أطول	〃	۱۵	۹۸
وکنتم	یجعل	〃	۱۵	۱۵۲
أبي	تسئل	〃	۱۵	۲۸۴
کسوب	یتمول	〃	۱۵	۲۸۷
اذا	مغسل	〃	۱۵	۳۹۵
ولي	یعلل	〃	۱۶	۲۵۷
اولئك	والمتحول	〃	۱۷	۱۷۸
فلم	تصلل	〃	۱۷	۲۳۳
ولا	تجهل	〃	۱۸	۲۸
اذا	یرحل	〃	۱۸	۳۳
سقى	المحلل	〃	۱۸	۲۲۳
یدب	یرسل	〃	۱۸	۲۴۵
عفا	أجمل	〃	۱۹	۴۰

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
الى	القلافل[1]	طويل	۴	۱۲۸
بعتام	عاذل	،	۴	۱۵۳
ولم	نحاول	،	۴	۳۰۷
سرى	شامل	،	۴	۳،۳،۱ (= ۷: ۲۱۱)
وعاج	المطافل	،	۵	۳۵
بأبيض (او بأشهب)	عاسل	،	۵	۳۵۹ (= ۱۳: ۷۱)
اذا	عوامل	،	۵	۳۶۰
وانى	محافل	،	۶	۱۵۶ (= ۱۳: ۱۶۸)
لكان	مقاتل	،	۶	۱۹۴
فلو	مقاتل	،	۶	۱۹۴
حقائبهم	سلاسل	،	۶	۳۵۰ (= ۱۳: ۳۶۶)
كأن	حافل	،	۷	۱۷۱ (= ۱۷: ۲۳۰)
اذا	قافل	،	۸	۶۱

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
ورب	المناهل	طويل	۸	۱۵۱
فقلصى	غاول	،	۸	۳۴۸
وكانت	القنابل	،	۹	۳
وقد	لقابل	،	۹	۲۸
وفدير	الأرامل	،	۹	۱۱۹
على	نائل	،	۹	۱۴۹
ليبك	أرامل	،	۹	۱۵۳
فمابال	الحلاحل	،	۱۰	۱۹۳
تناول	الأجادل	،	۱۰	۴۲۶
فدالك	سائل	،	۱۱	۳۵۳ (= ۱۴: ۲۳۰)
ليالى	مواصل	،	۱۲	۶۲
ألوزين	القوابل	،	۱۲	۱۵۸
أتى	فالنصائل	،	۱۲	۲۱۸
رغا	الحبائل	،	۱۲	۳۲۰
الى	عائل	،	۱۲	۳۹۷
أرانى	تائل	،	۱۳	۸
أتانا	قائل	،	۱۳	۶۵
ستدرك	بلابل	،	۱۳	۷۳

[1] انظر ایضا (۴: ۲۳۵۹)

[1] انظر ایضًا (۱۶: ۱۵۱ء)۔ [2] انظر ایضًا (۱۷: ۱۶۵ء)

صدر البيت	قافيه	بحر	مجلد	صفحه
				٢٠: ٥٤٣،)
مُطارة	يُعَاجِلُهُ	طويل	١٥	١٩١
مَرَتْهُ	حَوَامِلُهُ	"	١٥	١٩١
غَدَوتُ	عَوَاذِلُهُ	"	١٥	٢٢٩
أَبَى	قَاتِلُهُ	"	١٦	٦٩
فَقُلتُ	قَاتِلُهُ	"	١٦	١٥١
وكَمْ	مَعَاقِلُهُ	"	١٦	١٥٢
وقَائِلَةٍ	شَمَائِلُهُ	"	١٦	١٥٦
سَرَتْ	ثَوَاكِلُهُ	"	١٦	٢٠٨
وان	نازِلُهُ	"	١٧	٧٤
وَحاوَلَنِي	كَاهِلُهُ	"	١٧	١٦٥
يُفَرِّجُ	حائِلُهُ	"	١٧	٢٥٤
وقَومٌ	نُشَاكِلُهُ	"	١٧	٢٦٤
فَعَيْهَات	نُحَاوِلُهُ	"	١٧	٤٥١
تَرَكْنَا	يُجَادِلُهُ	"	١٨	١٠
ويَومًا	نَوَافِلُهُ	"	١٨	١٥٧
ألا	قَائِلُهُ	"	١٨	٢١٠ (=
				٢١١،)
أُتَيْتَ	تُنَاضِلُهُ	"	١٨	٢١٨
تَمَطَّيتَ	ظَائِلُهُ	"	١٨	٢٦٧

صدر البيت	قافيه	بحر	مجلد	صفحه
عَلَى	كاهِلُهُ	طويل	١٩	١٧٦
فَوَدَّعَن	قاتِلُهُ	"	١٩	١٨٩
يَجُوعُ	مَقَاتِلُهُ	"	٢٠	٦٨
لَعَمرِى	سُعَالُ	"	٢	١٣٠ (=
				١٥: ٤٣١،)
تَذَكَّرتُها	والجَالُ	"	٣	٣١٧ (=
				١٨: ٣١٣،)
وحالِفُ	خالُ	"	١٣	٢٤٧
جَزَونِى	دوالُ	"	١٣	٢٦٩
خَلِيلَىَّ	زوالُ	"	١٦	٢٦٠
ونَضرِبه	قَذالُهُ	"	١٣	٢٢٠
فلما	ظِلالُها	"	١	١٥٢
لحواها	رِمالُها	"	١	٢٨٠
فما	مَقَالُها	"	٢	٤٢٩
أُمُنِى	بالُها	"	٣	٣٢٤
تَلَقينِى	ضالُها	"	٤	٢٠٢ (=
				٦: ٢١٨،)
خَلِيلَاىَ	سَيَنَالُها	"	٥	٣٤
يُعانِدنَ	حِبالُها	"	٥	١٢٢
رَعَتْ	نِصَالُها	"	٥	١٢٣ (=

[1] انظر ايضا (١٤: ١٠١)

صدر البيت	قافية	بحر	مجلد	صفحة
هَبِـيا	رَسُولُ	طويل	٢٠	٣٨٢
تَدَنّيا	مَلِيلُهَا	"	١	٧٥
نَتُوجٍ	سَلِيلُهَا[1]	"	١	٧٨ (=
				١١: ١٨٨)
ماخاصمَ	خَلِيلُها	"	١	١٤٠ (=
	(او حَلِيلُها)			٢٠: ٩٤)
يَنُوءُ	مَقِيلُها	"	١	٣٤٢
عَسُوف	تَلِيلُها	"	١	٣٦٥ (=
				٣٨٣،
				٧: ١٩٤)
وظلماءَ	اقِيلُها	"	١	٣٨٢
لِمَيْثاءَ	نَسِيلُها	"	٣	١٤
تَسئجُ	شَلِيلُها	"	٣	٢٨ (=
				١٣: ٣٨٤)
واذْ	وَصُولُها	"	٣	١٠٠
كأنّا	سُهولُها	"	٣	١٠٤
رِتاجُ	شَلِيلُها	"	٣	١٠٥
وإنّ	يَسْتَبِيلُها	"	٣	١١٧
حَدَرْناه	جُولُها	"	٤	٢١٩ (=
				١٣: ١٤٠)
تَناهَيْتُمُ	قَتِيلُها	طويل	٤	٢١١
ولَسْنا	ذَلِيلُها	"	٤	٣١٤
وكُحْلُ	خَلِيلُها	"	٥	١٤٣
كأنّي	فُحُولُها	"	٧	١١٢ (=
				١٠: ٢٢١)
تُبارِى	نُزُولُها	"	٧	١١٢
أقَرَّتْ	بزولُها	"	٦	١٢٢
أحاديثُ	يَسْتَمِيلُها	"	٧	٢٢٤
وبَيْضاءَ	زَوِيلُها	"	٧	١٨٠ (=
				١٣: ٣٣٣،
				٣٣٧،
				٢٠: ١٦٥ع،
				١٦٦ص)
تَرَبَّصْ	جَلِيلُها	"	٨	٣٠٦
اذا	طُولُها	"	٩	٢٧
اذا	هُجُولُها	"	٩	٦٤ (=
				٢٠: ٤٨)
وجَوْنٍ	خَصِيلُها	"	٩	٢٨٣ (=

[1] انظر ايضاً (٣: ٧٨)؛

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				۱۳: ۲۱۹)،
فأضحت	نَجيلُها	طويل	۹	۲۹۵
لدنْ	اصيلُها	″	۹	۳۳۱
تُنزّ	وقولُها	″	۱۰	۴۲۲
فلم	أبيلُها	″	۱۱	۴۱
ألا	كسُولُها	″	۱۱	۲۸۵
فانّي	خليلُها	″	۱۲	۳۳۹
أبامالكٍ	نؤولها	″	۱۳	۳۸
أجارتكم	وحليلُها	″	۱۳	۵۷
نَبيذ	فسبيلُها	″	۱۳	۵۸
وانّ	بستبيلُها	″	۱۳	۷۸
جريدة	عبولُها	″	۱۳	۱۰۸ (= ۱۹: ۱۱۷)،
كأنّي	نسُولها	″	۱۳	۱۱۵
تعالوا	حجولُها	″	۱۳	۱۵۴
وانّ	وخميلُها	″	۱۳	۲۳۵
ويوماً	فضولُها	″	۱۳	۳۴۴
على	سُمولُها	″	۱۳	۳۶۸
فكيف	طبيلُها	″	۱۳	۴۳۴
لقد	وظلولُها	″	۱۳	۴۴۲

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وحفّة	شمولُها	طويل	۱۴	۲۶
فلا	فسولُها	″	۱۴	۳۳
اصالحكم	قبيلُها	″	۱۴	۶۰
وتيماء	كتولُها	″	۱۴	۱۰۲
سيأتي	مبولُها	″	۱۴	۱۶۱
وكنتُ	نحولُها	″	۱۴	۱۶۲
ولو	قبيلُها	″	۱۴	۲۵۸
وداخلك	دخولُها	″	۱۴	۲۶۱
تسلسل	تميلُها	″	۱۵	۳۹
فلا	كفيلُها	″	۱۵	۱۱۱
وكنتُ	نحولُها	″	۱۵	۲۸۳
لكنّك	يقولُها	″	۱۶	۱۲۳ (= ۲۵۱، ۱۷: ۳۵۹، ۲۰: ۲۴۳)
تغنّيه	سحيلُها	″	۱۶	۱۴۰ (= ۱۹: ۱۸۴)،
فلوكانت	يقولُها	″	۱۶	۳۰۱
بنى	سبيلُها	″	۱۶	۳۰۱
ولو	رسولُها	″	۱۷	۱۷۷

[1] انظر ايضاً (٢: ٧٢)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
یمانیة	کحلِ	طویل	۴	۱۲۰۱ (=۴۲۱، ۸: ۵۳، ۳: ۴۰، ۱۹: ۵۴)
ترامی	بالخشلِ	″	۵	۴۱
نقلتُ	بخلِ	″	۵	۶۳
قُلتُ	قتلی	″	۵	۱۵۹
أرا	شغلی	″	۶	۲۱۹
تری	ضحلِ	″	۶	۳۳۷
وألقی	یحلی	″	۷	۱۳
دراح	الحبلِ	″	۷	۱۹۵ (=۱۳: ۱۴۹)
وانّ	فعلِ	″	۷	۲۴۸
ولا	الفسلِ	″	۷	۲۴۸
یقودان	والرّسلِ	″	۷	۳۶۷
وانّی	البغلِ	″	۸	۳۹
مھالسة	بالضّحلِ	″	۸	۱۳۶
أبوا	زحلِ	″	۸	۲۶۵

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
مَنایا	الحبُبلِ	طویل	۷	۱۳۱۰ (=۱۰: ۲۰۷، ۱۳: ۱۰۴، ۲۰: ۱۶۲)
لعمری	رجلِ	″	۹	۶۸
من	الجزلِ[1]	″	۹	۷۰
متی	الإدلِ	″	۹	۱۸۴ (=۱۳: ۱۳)
ومفرھة	بالقفلِ	″	۹	۳۸۷ (=۱۴: ۷۹، ۱۷: ۲۱۴)
فلمّا	الشّبلِ	″	۱۰	۷۲
أحقّا	ذی الأثلِ	″	۱۰	۲۶۹
ولمّا	الرجلِ	″	۱۰	۳۲۸
فرغن	النّحلِ	″	۱۰	۳۲۹
وانّ	النّحلِ[2]	″	۱۱	۵۲
فیا عجبا	قبلی	″	۱۱	۷۳
جزیتك	قبلی	″	۱۱	۱۰۷
وتمنعھا	عجلِ	″	۱۱	۱۷۷

---

[1] انظر ایضاً (۱۵: ۱۴۴)، [2] انظر ایضاً (۱۳: ۱۰۶).

[1] انظر ایضاً (۱۵: ۳۱۷)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
(او ویوما)				۹۶:۱۳)
ولکنّنی	المُتَشَلشِلِ	طویل	۱	۳۶۷ ر=
				۳۸۵:۱۳
				۱۶۱:۲۰
				۲۰۳)
یَدِبُّ	المُعَسَّلِ	〃	۲	۳۵ ر=
(اوتَدِبُّ)				۲۷۵:۱۸
علی	مِرجَلِ	〃	۲	۱۰۳ ر=
				۲۷۱:۱۳
				۹۱:۱۶)
تَظَلُّ	یَذبُلِ	〃	۲	۱۱۷
تَوَخّاہ	مِحمَلِ	〃	۲	۱۹۰ ر=
				۱۱۴:۱۲
				۱۸۹:۱۳)
اذا	تَنجَلِی	〃	۲	۲۱۹
اَلَم	حَنظَلِ	〃	۲	۲۸۰
یُحَرِّکُ	مَنهَلِ	〃	۲	۳۸۴ ر=
				۳۵:۸)
وَھابِ	مَجفَلِ	〃	۳	۴۰ ر=
				۱۲۰:۱۳

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
				۲۲۶:۲۰)
واَنتَ	بِاَعزَلِ	طویل	۳	۱۶۶
بِرَمّاحۃٍ	مُعَجَّلِ	〃	۳	۲۷۸
کَاَنَّ	المُفَلفَلِ	〃	۳	۲۹۵ ر=
				۴۸:۱۴
				۱۸۶:۱۶)
ضَرَحنَ	مَقتَلِ	〃	۳	۳۵۸
طَوَت	مُسبَلِ	〃	۳	۴۱۷
وما	جَدوَلِ	〃	۳	۴۶۷
تَعَدَّت	مُتَامَّلِ	〃	۴	۵۶
فیا	تَنجَلی	〃	۴	۱۱۳
نُعاطِیہ	المُعَسَّلِ	〃	۴	۱۱۳ ر=
				۳۰۲:۱۹)
وَقَبلی	المُضَلَّلِ	〃	۴	۱۱۴ ر=
				۴۲۰:۱۳)
وفِتیانٍ	مُسبَلِ	〃	۴	۳۳۹
وقد	ھَیکَلِ	〃	۴	۳۷۴
مِسَحٌّ	المُرَکَّلِ	〃	۴	۳۸۱ ر=
(او مِسَحٌّ)				۳۱۳:۱۳
ومِسَحٍّ)				۲۹۷:۲۰)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
فألحقنا	تـزيّلِ	طويل	۵	۱۸۷ (= ۶ : ۱۲۱)
أخاريد	مجدّلِ	//	۵	۱۹۹
فشدّت	نصّلِ	//	۵	۲۷۲
فأدنى	مضلّلِ	//	۵	۲۹۱ (= ۱۱ : ۴۲۹)
دريرٌ	موصّلِ	//	۵	۳۶۷
فعنّ	مذيّلِ	//	۵	۳۸۴
كما	معسّلِ	//	۶	۹
تجاوزت	مقتلي	//	۶	۶۹
غدائره	مرسلِ	//	۶	۷۲
ولغرز	فنقتلِ	//	۶	۲۳۳
اذاهي	الهمرجلِ	//	۶	۲۴۲
حلوب	التأمّلِ	//	۶	۲۴۹
وما	مقتّلِ	//	۶	۲۴۹
وكأنّ	بمنخلِ	//	۶	۲۵۴
وألقيتها	مضلّلِ	//	۶	۳۶۳ (= ۲۰ : ۱۶۵ غ)
فقمت	مرجّلِ	//	۷	۱۰۵

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
تصدّ	مطفلِ	طويل	۷	۱۴۳
ألكني	جندلِ	//	۷	۱۵۱
فلمّا	عقنقلِ	//	۷	۱۹۱
وبالمعرسانيا	حفّلِ	//	۸	۱۳
كأن	عنصلِ	//	۸	۲۴۲
ظعائن	مغولِ	//	۸	۳۱۱
غدائره	مرسلِ	//	۸	۳۲۳
بها	المخبّلِ	//	۹	۱۸
اذاما	المفصّلِ	//	۹	۳۱
أصاح	مكلّلِ	//	۹	۱۲۰ (= ۱۴ : ۱۱۷، ۱۸ : ۱۷۵)
كأنّ	علِ	//	۹	۱۲۵
فملّك	من علِ	//	۹	۲۷۳
وألقى	المحوّلِ	//	۹	۳۶۳
وجرّت	متحلِ	//	۹	۳۴۴
فتلك	مغيلِ	//	۹	۴۸۵[1] (= ۴۸۶ ص)
رفعت	عيطلِ	//	۹	۴۹۷

[1] الطوائف ايضاً (۱۹ : ۳۱۶)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				١٩: ١١٧)
وراكِفةٍ	مُجعفلِ	طويل	١٣	١١٩ (ر= ١٨٢)
وما	بأجمَلِ	//	١٣	١٣٤
اذا	جُنبُلِ	//	١٣	١٣٦
علام	الجَندلِ	//	١٣	١٣٦
فلم	مَجهَلِ [1]	//	١٣	١٣٨
الى	ومحوَلِ	//	١٣	١٣٩
كأنَّ	جندلِ [2]	//	١٣	١٤٤ (ر= ١٥: ١٤٤)
وأشعثَ	مُحتَلِ	//	١٣	١٥٠
وانّي	المُحجّلِ	//	١٣	١٥٣
كبعرِ	المُحلّلِ	//	١٣	١٧٩ (ر= ٢٠: ٦٨)
ولا	خَوتَلِ	//	١٣	٢١٢
كما	تُخصّلِ	//	١٣	٢٢٠
فانك	خنشُلِ	//	١٣	٢٣٦
ديار	حنشُلِ	//	١٣	٢٣٦
فلمّا	المُخيّلِ	//	١٣	٢٤٥
وشوهاء	المُدجّلِ	طويل	١٣	٢٥١
مُكوراً	المُتربّلِ	//	١٣	٢٨٠
ولست	مُرسّلِ	//	١٣	٣٠٣
متى	المُتعبّجلِ	//	١٣	٣٠٦ (ر= ٤٤٩)
أبانا	المُرعّلِ	//	١٣	٣٠٧
ترى	المُسرولِ	//	١٣	٣٥٦ (ر= ١٩: ٢١٠)
غداة	تسلسلِ	//	١٣	٣٦٠
فعاد	مُشتعلِ	//	١٣	٣٧٧
ألا	انجلي	//	١٣	٣٨٤
غدت	مَجصَلِ	//	١٣	٤٠٦ (ر= ١٩: ٣٢١)
وسلهبةٍ	وتطوّلِ	//	١٣	٤٣٩
أتانا	فانزلِ	//	١٣	٤٣٩
اذا	المُصّلِ	//	١٣	٤٧١
وانّ	مُعوّلِ	//	١٣	٥١٣ (ر= ١٤: ٢٣٣)
يُحفّره	مُتغلغلِ	//	١٤	١٤

[1] انظر ايضا (١٩ : ١٩٥)　[2] انظر ايضا (١٧ : ٣٠)

[1] انظر ايضًا (١١: ٣٣٠)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
(۱۴: ۲۹۴)				
أبتَ	المفاصلِ	طويل	۱	۴۵۷
فهاجَ	ونائلِ	″	۱	۴۷۸ ر=
(۱۳: ۲۸۸)				
مناتينُ	الحبائلِ	″	۲	۲۷ ر=
(۱۲: ۲۳۱)				
أبينا	جاملِ	″	۲	۲۹
وما	نازلِ	″	۲	۳۴ ر=
(او فما) (۱۱: ۱۲۸)				
(۱۲: ۳۸۴)				
(۱۹: ۳۴۶)				
بأطيبَ	الأسافلِ	″	۲	۳۴ ر=
(۱۳: ۲۵۹)				
فلم	بطائلِ	″	۲	۴۸
اذا ما	وائلِ	″	۲	۱۴۵ ر=
(۵: ۳۱)				
اذا	عواسلِ	″	۲	۲۷۳ ر=
(۱۰: ۳۸۴)				
(۱۹: ۲۳)				
فصدّبَ	كاهلِ	″	۲	۲۸۱ ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
(۴: ۲۵۸)				
وما	الاجادلِ	طويل	۲	۳۳۶ ر=
(۵: ۷۰)				
وكلُّ	ذابلِ	″	۲	۳۶۰ ر=
(او ذائلِ) (۱۳: ۲۷۷)				
(۲۰: ۵۰)				
لبستَ	المنافلِ	″	۲	۴۳۳
رميناهم	للحمائلِ	″	۲	۴۵۶ ر=
(۹: ۴۸۳)				
(۴۸۲ ع)				
(۲۰: ۲۱۹)				
وشرّ	حابلِ	″	۳	۶۰
ألا	باطلِ	″	۳	۱۷۳ ر=
(۹: ۲۰۷)				
ومستنبح	مقابلِ	″	۳	۱۷۸
ومستلفج	جلائلِ	″	۳	۱۸۲
فقبحتم	حائلِ	″	۳	۲۲۱
وظلّ	الأيايلِ	″	۳	۲۳۰
دعْ	الرّواحلِ	″	۳	۳۵۳ ر=
(او فدعْ) (۵ [illegible] ۲ص)				

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وأبيض	بالأرامل	طويل	۱۳	۹۹
تأبّط	حفائل	〃	۱۳	۱۶۹
ألا	الحفائل	〃	۱۳	۱۶۹
فتلك	حائل	〃	۱۳	۲۰۱
وينقاد	الدّواغل	〃	۱۳	۲۶۱
أهمّ	الأراجل	〃	۱۳	۲۸۲
شديدة	قافل	〃	۱۳	۳۲۱
وكنت	الزّوائل	〃	۱۳	۳۳۴
أساءلت	تسائل	〃	۱۳	۳۳۸
سبحل	وناعل	〃	۱۳	۳۴۴
رأيت	الشّمائل	〃	۱۳	۳۸۸
وإنّ	مطافل	〃	۱۳	۴۲۷
ترى	كالعثاكل	〃	۱۳	۴۵۱
على	المعادل	〃	۱۳	۴۶۱
وإنّي	يعادل	〃	۱۳	۴۶۱
راحوا	وناعل	〃	۱۳	۴۶۵
تمنّى	عاسل	〃	۱۳	۴۷۱ (= ۲۰، ۲۱۷)
جزى	آجل	〃	۱۳	۵۱۸
وتفترّ	غلاغل	〃	۱۴	۱۵

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
مطافيل	المفاصل	طويل	۱۴	۳۸
وعزبة	القنابل	〃	۱۴	۸۸
جمعتك	اللّبابل	〃	۱۴	۱۲۹
كأنّ	المتماحل	〃	۱۴	۱۴۰
بعيد	المتماحل	〃	۱۴	۱۴۰
بسائلن	المراجل	〃	۱۴	۱۴۵
فحطّ	النّواصل	〃	۱۴	۱۸۶
ألا	ناصل	〃	۱۴	۱۸۶
فلو	بناطل	〃	۱۴	۱۹۰
ألا	غوائل	〃	۱۴	۲۰۳
وإنّي	طائل	〃	۱۴	۳۵۴
ألا	غوائل	〃	۱۵	۱۵۵
فما	النّواهل	〃	۱۴	۲۰۵
جعلت	الصّواطل	〃	۱۴	۲۲۴
فإن	تجامل	〃	۱۴	۲۵۴
كأنّ	بالأزامل	〃	۱۴	۳۶۸
كلى	قابل	〃	۱۵	۱۳۱
يطرّحن	والمناجل	〃	۱۵	۳۶۱
رأيتك	طائل	〃	۱۶	۱۹۵
فلم	واصل	〃	۱۶	۲۴۸

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحة
حصان	الغوافل	طویل	۱۶	۲۷۶ ر= ۱۷: ۳۸،
وکلّ	الاسافل	″	۱۷	۳۴
اذا	الحوافل	″	۱۷	۳۶
بماءٍ	وابل	″	۱۷	۱۰۹
تری	الذّوابل	″	۱۷	۱۱۹
وکائن	المعابل	″	۱۷	۲۰۳
هم	الجوازل	″	۱۷	۲۳۶
وحاملةٍ	ناعل	″	۱۷	۲۸۶
اذا	السّلاسل	″	۱۷	۳۸۰
لنا	ناعل	″	۱۸	۱۸
أخالد	القبائل	″	۱۸	۴۴
وأهلةٍ	نائلی	″	۱۸	۷۷
فلا	آکلی	″	۱۸	۸۱
وکم	بفاعل	″	۱۸	۸۲
وقائلةٍ	کاهل	″	۱۸	۱۸۶
أریت	طائل	″	۱۹	۴
اذا	حافل	″	۱۹	۲۹
وینهض	الصّلاصل	″	۱۹	۶۴
تقلّدت	حامل	″	۱۹	۸۲

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحة
کأنّا	الرّواحل	طویل	۱۹	۹۶
لعمرک	نائلی	″	۱۹	۲۲۴
لمن	حائل	″	۱۹	۲۳۴
علونا	بالاماثل	″	۱۹	۳۱۶
ألا	موائل	″	۱۹	۳۴۶
لقلت	فاعل	″	۱۹	۳۵۹
رباع	الزّواکل	″	۱۹	۳۶۱
لخیتک	بغافل	″	۲۰	۱۱۰
ألا	هوامل	″	۲۰	۱۶۰
لمن	حائل	″	۲۰	۲۰۱
ولکن	الاوائل	″	۲۰	۳۴۶
کأنّ	البالی	″	۱	۲۰۱
تداعین	سلام	″	۱	۴۹۵
تذکّرتها	والحالی	″	۳	۲۹
سلیم	الفالی	″	۳	۱۳۴
دیار	هطّال	″	۳	۲۱۳ه
اذا ما	اهلالی	″	۳	۵۰۳
کأنّی	شمالی (او شیمالی)	″	۴	۱۰ ر= ۱۱: ۳۰، ۱۳: ۳۸۷،

[۱] انظر ايضا (۱۳: ۹۱)۔

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
تربّست	أصيل	طويل	٧	٣٩٨
فقلت	حذول	″	٨	٢١٤
فما كنت	سبيل	″	٩	٢١٨
أخذت	شليل	″	١١	٦١
ولا	ببديل	″	١٢	٢١٠
معاذ	بتجبيل	″	١٣	٣٨
فلا	بحبول	″	١٣	١٤٦
سيصبح	دبيل	″	١٣	٢٥٠ ر=
				١٥: ٣٥٩،
				٢٠: ٦٣،
لقد	بركسيل	″	١٣	٣٠١ ر=
	(او برسول)			٣٠١،
				٣٠٢)
فلا	بشكول	″	١٣	٣٧٩
اذا	يصميل	″	١٣	٤٠٩
فرشنى	بعسيل	″	١٣	٤٧٤
ترى	بقفول	″	١٤	٨٠
وعوراء	بقبيل	″	١٤	٩١
ومن	قليل	″	١٤	٢٠٧
ومنتخب	بمعقول	″	١٤	٢٣٩ ر=

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				١٧: ٣٨٨،
لملقى	بوصيل	طويل	١٤	٢٥٥
أجل	صليل	″	١٥	٢٣٦
أراني	منيل	″	١٨	٥٦
وإنّي	ذلول	″	١٨	٢٠٩
قصرنا	تقبيل	″	١٩	٢٩١
ولا	زميلي	″	٢٠	٥٩
يدبّ	سهلا	″	٢	١٦٥
وحيّ	جدلا	″	٢	٢٣٨
ونحرا	الحملا	″	٦	٣٥٠
عليهن	وغلا	″	١١	٣٦٣
وتلصق	حملا	″	١٢	٢٠٦
ألِكنى	عزلا	″	١٢	٢٧٣
فإن	ثكلا	″	١٣	١٢
وأتوله	جبلا	″	١٣	١٠٣
لكلّ	الفسلا	″	١٤	١٧٩
أناة	هلا	″	١٤	٢٣٠
تباهى	خدلا	″	١٥	١٩ و٢٠ ص
اذا ما	جصلا	″	١٧	٢٨٢
سواس	فضلا	″	١٩	١٣٥

امیدواران امتحان مولوی و مولوی عالم و مولوی فاضل ۱۹۴۲ء کے لئے

اطلاع

مندرجہ ذیل متبادل کتب امتحانات ۱۹۴۲ء کے لئے داخل نصاب کی گئی ہیں۔ سوالات تمام متبادل کتابوں پر ہونگے۔ امیدواران امتحانات کو اختیار ہوگا۔ کہ متبادل کتابوں میں سے جونسی کتاب انہوں نے مطالعہ کی ہو۔ وہ اس سے متعلقہ سوالات کے جواب لکھیں۔

مولوی پرچہ سوم۔ اتمام الوفاء فی سیرت الخلفاء از محمد الخضری کے ساتھ تاریخ الخلفاء سیوطی (شروع سے تا اختتام خلافت امام حسنؓ) متبادل ہے۔

مولوی عالم پرچہ پنجم (۱) محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ حصہ دوم ایڈیشن سوم (ص ۷۴ تا ختم) کے ساتھ تاریخ الخلفاء سیوطی (خلافت حضرت معاویہؓ تا اختتام خلافت مروان) متبادل ہے۔

(۲) کتاب الوسیط فی الادب العربی قاہرہ ایڈیشن ہشتم ۱۹۳۰ء (بحذف العصر الخامس صفحہ ۳۱۷ تا آخر) کے ساتھ ادب العرب (اردو) حصہ اول از ڈاکٹر زبید احمد۔ الہ آباد یونیورسٹی۔ متبادل ہے۔

مولوی فاضل پرچہ دوم۔ تاریخ الادب العربی از احمد حسن الزیات (حصہ داخل نصاب) کے ساتھ ادب العرب (اردو) حصہ اول از ڈاکٹر زبید احمد الہ آباد یونیورسٹی (صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۷۶) متبادل ہے۔

پرچہ سوم۔ تاریخ الادب العربی از احمد حسن الزیات (حصہ داخل نصاب) کے ساتھ ادب العرب (اردو) حصہ اول از ڈاکٹر زبید احمد الہ آباد یونیورسٹی (صفحہ ۱۷۷ تا اختتام) متبادل ہے۔

نوٹ :- ادب العرب (اردو) حصہ اول مصنف سے بقیمت للعہ ملتی ہے۔

فروری ۱۹۴۲ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ: یہ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

فہرستِ مضامین

ضمیمہ بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۴۲ء

نوٹ:۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام عبد اللہ داس پرنٹر چھپا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

پری چهره ترکانِ مجلس فروز — بشب شام رابسته بر نیمروز
پلنگ افگناں شیر گیر آمده — خرد جامِ می را اسیر آمده
حریفاں ندیمانِ شیرین سخن — ندیماں حریفانِ سیمیں بدن
چو بادامِ ساقی همه مستِ خواب — زجرعه شبستانِ مستاں خراب
زده ماه خوش نغمه در چنگ چنگ — کشیده براسب طرب تنگ تنگ
نواگر بتاں برگرفته سرود — زده چنگ در زُهره آوای رود
ملک زاده در ساغر آویخته — زهر کس[51] می اندر قدح ریخته
چو جم جامِ یاقوت برداشته — زلعلِ رواں قُوت برداشته
برافروخته زآتشِ می عذار — برانگیخته زآتشِ دل شرار
گُل از دفترِ حُسن او یک ورق — برآورده گلبرگش از می عرق
کمرکش غلامانِ زرّیں کلاه — کمربسته بر[52] گوشهٔ بارگاه
زمی شیرگیراں شده شیرگیر — برآورده بر شیر گردوں نفیر
شه شیردل مست و مدهوش بود — دو آهوش در خوابِ خرگوش بود
هژبراں سرافگنده در کوی او — پلنگ افگناں صیدِ آهوی او
دو آهوے صیّادش از باده مست — زجامِ پلنگ افگن افتاده مست
ولی[53] شیرگیر آهوے دلبرش — زخونِ جگر دائم آب[54] و خورش
بدیں ساں چو پاسی زشب درگذشت — زخونِ دل آبش زسر برگذشت[55]
نظر کرد و آزاده بهزاد را — یکی راستی سروِ آزاد را
نشسته ندید اندراں بزمگاه[56] — برآورده بر چرخ گردنده آه

---

۵۱ ب ج زنرگس، ۵۲ ب۔ در، ۵۳ ا۔ دل، ۵۴ ا۔ آبشخورش، ۵۵ ج۔ زخونِ دلش آبش ازسر گذشت،
۵۶ ج۔ ندیدش چو شمع اندراں بزمگاه ،

که آیا کجا رفت و حالش چه بود　　چه پیش آمدش[51] در خیالش چه بود
ملالش گر از باده بگرفته است　　مگر مست در گوشهٔ خفته است
چو بهزاد را در شبستان ندید　　زخرگه سراسیمه بیرون دوید
بگردید در صحن بستان سرای　　بنالید چون مرغ دستان سرای　۴ا
بسی جست و در بوستانش نیافت　　چو عنقای مغرب نشانش نیافت[52]
زناگه نظر کرد در پای سرو　　گرانمایه را دید همتای سرو[53]
بخاک اندر افتاده چون پیل مست　　برون رفته هوش از دل و دل ز دست
سمن برگش از غم زریری شده　　رخ لاله رنگش چو خیری شده
ز پای اندر افتاده بر چشمهٔ　　چو آزاده سروی لب چشمهٔ
ستاده ببالینش سرو بلند　　خم اندر خم افگنده مشکیں کمند
دو زلفش دو[54] گرد رخش سرفراز　　دو چشمش دو آهوی روباه باز　۴ب
شبش سایبان بسته بر آفتاب　　سر زلفش افگنده بر ماه تاب
رخش گلستان و لبش دلستان　　زده سنبلش حلقه بر[55] گلستان
صد آشوب در بابل از جادوش　　شده ترک گردون ز جان هندوش
چراگاه آهوش گلزار جان　　چلیپای گیسوش زنار جان
میان موی و بر موش از موکمر　　دهان تنگ و شیرین[56] چو تنگ شکر
دو گیسوش دلبند و رخ دلکشای　　وصالش روان بخش و لب جانفزای[57]
دل افروز خورشید شب زیورش　　روان بخش یاقوت جان پرورش
تواناش جادو ولی ناتوان　　دلآراش هندو ولی دلستان[58]

---

[51] ا۔ آمد و، [52] این شعر از متن ج افتاده است، [53] ب ج۔ همپای سرو، [54] ج۔ بگرد رخش سرفراز، [55] ا۔ در، [56] ب۔ شیرین تر از نیشکر، [57] این شعر از نسخهٔ ج ساقط شده است۔

شهنشه چو آن زلف و رخسار دید — سر انگشتِ حیرت بدندان گزید
ندانست کان ماه یا روی اوست — شبِ تار یا زلفِ هندوی[1] اوست
بدو گفت حوری بگو یا پری — مهِ نخشبی لعبت آزری[2]
ندانم بهشتی بدین خرّمی — و یا حور عین یا بنی آدمی
پری[3] چهره خورشید شبگون نقاب — چنین گفت کای شاه گردون جناب
منم آذر افروزِ آتش عذار[4] — رخم آتش و آب ازو شرمسار[5]
چراغ چگل شمع توران زمین — خور خاوری شاهِ خوبانِ چین
فروزان رخم روز شب پرور[6] است — کمین خادمِ سنبلم عنبر است
ملک زاده گفت ای بتِ خاوری — ندانم چه کردی بجادوگری
کزین گونه شیری شکارِ تو شد — برین رهگذر[7] خاکسار تو شد
چه مرغی تو اے کبکِ طوطی[8] کلام — که افتادت این مرغ زیرک بدام
بتِ پرنیان پوش مشکین کمند — بپاسخ در آمد که ای ارجمند
چو سلطانِ چشمم[9] در آمد بصید — درافتادش این صیدِ لاغر بقید
خروشان پلنگی در آمد زکوه — شد از آهوی شیر گیرم ستوه
گوزنی مگر بر کمر می گذشت — بهنگامِ نخچیر بر طرفِ دشت
کماندارِ چشمم چو بکشود شست — درافگندش از کوه چون پیل مست
مرنج ار زدم آهوی را به تیر — که او شیرِ نر بود و من شیر گیر[10]
من آن شاهبازم که بازانِ شاه — نیاید بچشمم به نخچیرگاه
باهوی شیر افگنِ می پرست — بسی کرده ام صیدِ پیلان مست

۱؎ ا ج- سوادِ شب از زلفِ هندوی اوست، ۲؎ ا ج مه نخشب از لعبت آزری، ۳؎ ج- پری روی، ۴؎ د- مشکین عذار

۵؎ د- رخم آب و آتش ازو شرمسار، ۶؎ ب، روزِ شب انور د- روز و شب زیور، ۷؎ ا ج- خاک ره، ۸؎ د- کبک و طوطی خرام،

۹؎ د- چشمم، ۱۰؎ در نسخهٔ ب محذوف است۔

مگس گرچه با باز بازی کند نشاید که با باد[1] بازی کند
بگفت این و دامن کشاں برگذشت دوان[2] همچو سرو روان برگذشت
بطارم فرو شد چو تابنده ماه بماند از پیش چشم فرخنده شاه
چو بگرفت بهزاد را شاه دست نظر کرد بهزاد و بر[3] پای جست[4]
چو بسری بپای شه اندر فتاد همه راز دل پیش شه[5] برگشاد
که ای بر همه خسروان شهریار مرا در چنیں ورطه معذور دار
ترا عیب کردم بد بو انگی که مغرور[6] بودم بفرزانگی
کنوں آنچناں گشته ام پای بند که هرگز نیابم خلاص از کمند
غریقم به بحری که پایانش نیست اسیرم بدردی که درمانش نیست
دلم دانهٔ[7] دید و پر برگشاد بدان دانه در دام عشق[8] او فتاد
چو چشمش بدان[9] چشم بادام بود ندانست کان دانه بادام[10] بود
دلی داشتم پیش ازیں برقرار خردمند و فرمان[11] بر و هوشیار
ببرد از برم ناگهاں دلبری زبون گشت در دست[12] زور آوری
من آنم که دائم بفرّ همای وطن داشتم زیر پرّ همای
در اقصای عزلت مکاں داشتم بقاف خرد آشیاں داشتم
چو باز سپید از سر دست شاه زدم بال بر قبّهٔ بارگاه
به پرواز رفتم بایوان عشق گرفتم[13] هوای گلستانِ عشق
چو بلبل بباغ آشیاں ساختم بدیں دام خود را در انداختم

---

[1] ج. باز، این شعر از متن ب افتاده است، [2] ب ح. روان، [3] ب. وز پای جست، [5] ب. کرد یاد، [6] ج معروف، [7] ج. دانه را دید، [8] ب. دام غم، [9] ج. دران، [10] ا. یا دام بود، [11] ج. فرمان، [12] ج. بردست، [13] ا ج. هوا تا گلستانِ عشق. ب. گرفتم صدای،

تو هم صید این دام و این دانهٔ — بشوریدگی[1] چون من افسانهٔ

مرا دل ده اکنون چو دل دادهٔ — بدام محبت در افتادهٔ

تو دانی مگر سوز آتش که چیست — که هم شمع داند که پروانه کیست

چه داند کسی حال آن کوهکن — که نشنیده باشد ز شیرین سخن

کسی حال مجنون خبر باشدش — که در کوی لیلی گذر باشدش

کسی آگه از پیر کنعان بود — که خلوتگهش بیت احزان بود

طبیب ار بدردی گرفتار نیست — مر اورا غم[2] از درد بیمار نیست

برو حال مجنون ز دیوانه جوی — که عاقل بتابد[3] ز دیوانه روی

تو دانی که در ره شتر راندگان — ندانند احوال وا ماندگان

ز سوز دل آنها خبر داده اند — که از دل درین آتش افتاده اند

ترا عیب می کردم اندر الم — کنون غرقه گشتم بدریای غم

دلم از[4] می عاشقی مست شد — مگر دستگیری که از دست شد

ازان با تو گفتم[5] من این ماجرا — که درد دلم را تو دانی دوا

همایون[6] همایش بسی پند داد — پس آنگه بپاسخ زبان برکشاد

که ای رفته از دیده پایت بگل — خرد رفته از دست و از دست دل

چنین صید تیر نظر گشتهٔ — برو سر بنه زانکه سرگشتهٔ

درین وادی آنها که ره رفته اند — در اول قدم ترک سر گفته اند

کسانی درین ره بسر برده اند — که دل[7] داده و جان بدر برده اند

اسیران که دلشان گرفتار اوست — به بینند خود را چو بینند دوست

---

[1] ا-بسوزندگی، [2] ب، غم و درد بیمار، [3] ا ج-نتابد، [4] ا-کز، [5] ج-می گویم، [6] ج-همای همایون، [7] ا ج-جان داده-

بر آنکس حرام است دعویِ عشق — که در خود[1] نه بیند تجلیِ عشق
طریقت روان خود[2] بدین کی رسند — گر از خود گذشتند در وی رسند[3]
ز جان درگذر تا بجانان رسی — چو در درد میری بدرمان رسی
تو در بندِ اگر مردهٔ زندهٔ — چو در بندِ خویشی ازان بندهٔ
بسا کس که جان داد جانان نیافت — فرو رفت در درد و درمان نیافت
ز میدانِ[4] جانان کسی جان ببرد[5] — که خون خورد و بر[6] خاکِ میدان بمرد
برو خون خور و خونِ دل کن سبیل — که آتش گلستان شود بر خلیل
در آتش بسوز از[7] دم از دل زنی — کز آتش بود شمع را روشنی
مرا شمع سوزنده می گفت دوش — که ای بی خبر ز آتشِ دل خموش
من آنم که با آتشم سرخوش است — اگر زانکه پروانه در آتش است
چو یکچند ازین سان سخن راند شاه — نهادند رخ سوی آرام گاه

عتاب کردن شمسه دخترِ شاهِ خاورزمین آذرافروز را و پس آشکارا کردن رازِ عشقِ خویش

ملک شاه ران شاهِ خاور زمین[8] — یکی دخترش بود چون حور عین
ببالا خرامنده سروِ بلند — بگیسو بر آشفته مشکین کمند
درخشان رخش چشمهٔ آفتاب — دُرافشان لبش چشمهٔ نوش ناب[9]
دو جادوی مخمورش از خواب مست — دو هندویش افگنده بر آب شست

---

[1] ب۔ برخود، [2] ا۔ چوں بدین حق رسند، [3] ب۔ چو، [4] ج۔ بمیداں، [5] ب۔ نبرد، [6] ا۔ در،
[7] ب۔ از دل اردم زنی، [8] ب۔ ملک شاہ آں شاہِ خاورزمین، [9] ج۔ آب۔

لبش نوش داروی هر دردمند — سر زلفش آشوب هر پای بند
دو برگ گلش سوسن[۱] مشکپوش — دو لعل لبش شهدِ شکر فروش
شبِ دلستانش شبستانِ دل — رخ[۲] لاله رنگش گلستانِ دل
سیه زلف و در زلفِ مشکینش ماه — زنخ سیب و در سیبِ سیمینش چاه
مهش طالع از شامِ خورشید پوش — گذشته شبِ روزپوشش ز دوش
سمن[۳] بوی و نسرین[۴] بر و خوش خرام — پری روی و مه طلعت[۵] و شمسه نام
مگر در گذر شاه را دیده بود — بزنار گیسوش گرویده بود
دلش رفته از دست و پایش بگل[۶] — مهش رفته از چشمِ خورشش بدل
شده صید آهوی شیر افگنش — شکسته دل از جعد[۷] مشک اشکنش
بر آشفته چون چینِ گیسوی خویش — دو تا گشته چون طاقِ ابروی خویش
چو بادام میگون شده نیم مست — برون رفته چون زلفِ[۸] شبگون ز دست
دلش دست در زلف جانان زده — غمش چنگ در دامن جان زده
چو بلبل شده فتنه بر گلشنی — چو آهو شده صیدِ شیر افگنی
دلِ ریشش[۹] از دیده بگشاد آب — سنانهای مژگان بخون داد آب
ولیکن کس از خویش و اقرانِ او — نبود آگه از دردِ پنهانِ او
مگر اشک گرمش که همراز بود — و یا آهِ سردش که دمساز بود
چو دید آذر افروزِ دلجوی را — بت یاسمین[۱۰] بوی گلروی را
بر آشفت و گفت ای بر آشفته موی — کجا بودهٔ تیره شب باز گوی — ۵ ب
پراگنده زلف از کجا می رسی — ز بستان چو باد صبا می رسی

---

۱ ب، لاله، ۲ ج. گل، در نسخهٔ ب شبستانِ جان و گلستانِ جان نوشته اند. ۳ ج. سمن پوش، ۴ ب. سیمین بر
۵ ج. مه پیکر، ۶ این شعر از متن ب افتاده است، ۷ صیدِ قلب اشکنش، ۸ ا. شام، ۹ ب. دلش ایش؛ از دیده،
۱۰ ب. یاسمین روی گلبوی را۔

بروی کہ چوں غنچہ خندیدۂ | بوی کہ در باغ گر دیدۂ
مگر فتنہ بودی کہ برخاستی | چو سرو از چمن می رسی راستی
چو ریحانِ تر دستہ[۱۵] بربستۂ | دلِ سنبل از طرہ بشکستۂ
دل لالہ از غُصّہ خوں کردۂ | ز برگِ سمن آبِ گل بردۂ
کہ در بوستاں سر برافراشتی | مگر با صنوبر سری داشتی
بگو راستی را[۲۵] کجا بودۂ | ببالا بلا بودہ تا بودۂ
کماندارِ چشمت کمانکش چراست | دو ہندویت آیا پر آتش چراست
چہ گویم صبا را کہ دادت بباد | دگر چینِ زلفت صبا برکشاد
کہ نشکیبی از گلشن و طرفِ جو[۳۵]ی | گر آزادہ سروی شدی راستگوی
جدائی ز نرگس خمارت کند[۴۵] | چو دوری ز گل خار خارت کند
خم آورد در سروِ سیمیں و گفت | سمن بر چو گل زاں سخن برشگفت
ندیدہ بخوبی سپہرت مثال | کہ ای آفتابِ سپہرِ جمال
قمر روی[۵۵] مہرِ ترا مشتری | ببرجِ شرف شمسۂ دلبری
بگویم[۶۵] چو آزادہ سروِ تو راست | جہانِ ملاحت بفرمان تراست
زمانی بہ بستانش آہنگ بود | دلم ہمچو پستہ دہاں تنگ بود
قدح نوش می کرد در بارگاہ | دگر چوں شنیدم کہ فرخندہ شاہ
بچینم ز باغِ نظر خوشۂ | مرا در دل آمد کہ در گوشۂ
برغ چمن باز گویم غمی | نہم گوش بر قولِ مطرب دمی
در افتاد ماہی چو ماہی بہ شست | ولی ہندوم را چو بکشود دست

---

۱۵ ب - دستہ بستہ، ۲۵ ا - تا، ۳۵-۴۵ این دو اشعار در نسخۂ ب محذوف شدہ ۵۵ ب - مہر روی ترا،

۶۵ ج - جہانِ ملاحت بفرمانِ تُست ، بگویم چو آزادہ سروِ تو رُست

خدنگ افگن شیر گیرم بتیر — گوزنی[1] بزد بر لب آبگیر
گمانم چنان بود از شاخ سرو — به پیکان در آرم خرامان تذرو
ولیکن چو تیرم برون شد ز شست — خطا گشت[2] و در شاهبازی نشست
چو آن شاهباز از هوا در رسید — همان لحظه شاه از قفا در رسید
بر آمد ز مرغان و بلبل نوا — بیک ره خروشی که ای بی نوا
بر جبت همای آشیان ساختست — نکو[3] بر سرت سایه انداختست
چه مرغی که سیمرغت افتد بدام — چه برجی که خورشیدت آید ببام
تو تیهو و طاوس زصید تو — تو هندو و کاوس در قید تو
چو صبح امیدم دمیدن گرفت — دو چشم نشاطم پریدن گرفت
چه دیدم جهانی پر از دلبری — مهش مهربان و فلک[4] مشتری
مهی طالع از برج شاهنشهی — بقد راست مانند سرو سهی
خضر تشنهٔ چشمهٔ زندگیش — سزد سرو آزاد را بندگیش
خرامنده سروی بطلعت چو ماه — چو گل رفته در ارغوانی قبا
چو خورشید با تیغ گیتی کشای — چو جمشید با جام گیتی نمای
هنوز آتشش خالی از بوی دود — ندیده کس از آتشش[5] روی دود
هنوز آتشش برده آب حیات[6] — بر آتشش مرده آب حیات
خط سبزش افگنده دفتر بر آب — سر زلفش افگنده چنبر بر آب
روان را هنوز آتشش آتش فشان — در آبش[7] توان داد از آتش نشان
شده ز آتشش آب شمع چگل — ولی آتشش خالی از دود دل

---

۱ ج: بزد آهوی، ۲ ج: خطا کرده، ۳ ب: مگر، ۴ ر: قمر، ۵ ب: آتشین،
۶ این شعر از نسخهٔ ب افتاده است، ۷ ر: در آتش،

نیفگنده طوطیش پر بر شکر | فگنده لبش شوری[1] اندر شکر
چو آن نکته با شمسه می‌کرد گوش | درو خیره می‌گشت و می‌شد ز هوش
چو باز آمدی گفتی ای[2] ماه روی | چه دیدی بیا یک بیک باز گوی
بدانست مهوش کز آن حال چیست | دل شمسه در بند سودای کیست
بلعل بدخشان زمین بوسه داد | پس آنگه لب درفشان بر گشاد
بصد لابه گفت ای بت دلگسل | نگار ختن شمع چین و چگل
چو دانی که در هر دمت همدمم | بهر حال در خدمتت محرمم
اگر زانکه گشتی[3] گرفتار دل | چه پنهان کنی از من اسرار دل
کسی را که دردی بود از حبیب | نشاید که پنهان کند از طبیب
پری وار در پرده رانی سخن | بیا پرده از کار خود بر فگن
بت بربری لعبت آزری | مه خرگهی شمسهٔ خاوری
بخندید و سر درج در بر گرفت | لب درفشان را بدر در گرفت[4] (۶ و)
ز عناب بگشود خوشاب را | بخوشاب بگرفت عناب را
که خاموش کین نکته ناگفتنی است | وزین گونه در دانه ناسفتنی است
مرا با نگاری که در پیش نیست | سری هست لیکن سر خویش نیست[5]
شدم صید شیر افگنی برگذار | چو خورشید بر شیر گردون سوار
همای همایون به پرواز بود | چو باز از پیش چشم من باز بود
گرفتم هوا همچو باز سپید | هوا در سر و چشم دل پر امید
که[6] باشد که چون در هوایش پرم | مگر سایه افگند بر سرم

---

[1] ج: شور ها در شکر، [2] ج: آن، [3] این شعر از متن ر. ب ساقط شده است، [4] ب: بنمود، [5] این شعر از متن ب افتاده است، [6] ب: که باشم که اندر هوایش پرم،

بهم[1] بال بشکست و هم پر بریخت | ز تیر قضا چون توانم گریخت
نگار پری چهره آذر فروز | دلش بازمی داد کای دل فروز
مخور غم که غم خون مردم خورد | چو آتش همه آب مردم برد[2]
مبادا گلت زعفرانی شود | بخون نرگست ارغوانی شود
پری وش نگاری که دلخواه تست | به تیره شبان طلعتش ماه تست
مخور غم که او نیز غمخواره ایست | دلش فتنهٔ روی مه پاره ایست
طبیب ار بدردی نشد پای بند | چه داند دوای دل دردمند
همای ار نهد[3] بر سپهر آشیان | و یا همچو عنقا شود بی نشان
میندیش کو هم درآید بدام | شبی همچو روزت برآید ببام
چو شمع آذر افروز[4] مجلس فروز | دلش بازمی داد تا وقت روز

از ین گونه با یکدگر دم زدند
همی آب بر آتش غم زدند

رسیدن مهرشاه در نخچیرگاه بخدمت همای

عقاب سپیده چو پر برکشید | غراب شب از آشیان بر پرید
خور از تیغ کوه آتشی برفروخت | شب تیره را همچو هندو بسوخت
شهنشاه خاور بعزم شکار | بگلگون برآمد[5] چو ابر بهار[6]
روان در رکابش پلنگ افگنان | چو سلطان سیاره خنجر زنان[7]
کمرکش بتان قیامت قیام | کمر بسته بر سرو طوبی خرام

---

۱ آ: بهم، ۲ آ: خورد، ۳ ج: کند، ۴ ب: آتش افروز، ۵ آ: درآمد،
۶ ج: چو باد بهار، ۷ این شعر با سه اشعار لاحقه در نسخهٔ ب موجود نیست،

چو آهوی مستان شده شیرگیر — زابرو کمان کرده وز غمزه تیر
نوند سواران دریا گزار — شتابان بصحرا چو ابر بهار
یک انداز ترکان نخچیر جوی — بنخچیر شیران درآورده روی
چو شهزاده رخ سوی صحرا نهاد — سواری برآمد[۱] ز صحرا چو باد
پری وش مهی بر نوندی سوار — بزیرش یکی بور دریا گزار
جهنده چو برق[۲] و رونده[۳] چو ابر — پرنده چو مرغ و دلاور چو ببر
شتابان زمین کوب هامون نورد — نهان کرده چرخ فلک را ز گرد[۴]
چو شه را بدید از تگاور بجست — بلب صفحهٔ خاک را نقش بست
ملک زاده شبرنگ را پیش راند — دو چشمش در او صاف و او خیره ماند
بدو گفت کای رشک سرو سهی — فروزان ز تو فرّ شاهنشهی
بگو کز کجائی و نام تو چیست — بدین مرز فرخنده کام تو چیست
زمین را ببوسید فرخ سوار — پس آنگه چنین گفت کای شهریار
جوانی غریبم ز اقصای شام — برآشفته ایام و گم کرده[۵] نام
جدا مانده از یار و دور از دیار — سراسیمه چون باد و چون خاک خوار
امیدم زهر گوشهٔ خوشهٔ — نصیبم زهر خوشهٔ توشهٔ[۶]
بهر کشوری شیر کردم بسی — بجز سایه همدم ندیدم کسی
مرا بود شاهی خداوندگار — بهر نیک و بد بنده را غمگسار
کنون مدتی شد که گردون پیر — جدا کردش از خسروانی سریر

---

۱ ج: درآمد، ۲ ب: باد، ۳ ج: دونده، ۴ این شعر از متن ب ساقط شده است، ۵ ب ج: گم گشته، ۶ آ ب: امیدم زهر گوشهٔ توشهٔ، نصیبم زهر توشهٔ خوشهٔ، ۷ ج: صید، ۸ ب: همره،

همای که بود آشیانش سپهر ‏ ‏ نشیمن گهش اوجِ رخشنده مهر

زمین و زمان خرم از فرِّ[1] او ‏ ‏ مه و مهر در سایهٔ پرِّ او[2]

چو خورشید رخ سوی صحرا نهاد ‏ ‏ چو عنقا با قصای قاف اوفتاد

ازانگه نهادم سر اندر جهان ‏ ‏ بهر مرز پویان بهر سو دوان

چو یعقوب بی نور دلبند خویش ‏ ‏ بهر گوشه جویای فرزند خویش

زخود در گذشتم که در روی رسم ‏ ‏ ولیکن ندانم کنون[3] کی رسم ‏ ‏ ٦ب

ازان آبِ چشمم زسر بر گذشت ‏ ‏ که آن آفتابم زسر در گذشت

چو دریای خون شد کنارم زچشم ‏ ‏ که بی رویش این چشم دارم زچشم

ولیکن درین راهم این[4] در خور است ‏ ‏ که از چشمهٔ چشم[5] آبشخور است

شنیدم که چون دل زما بر گرفت ‏ ‏ بچین رفت و راهِ خطا بر گرفت

بآهنگ چین چونکه بشتافتم ‏ ‏ نشانش بخاور زمین یافتم

فلک بین که چون می دواند مرا ‏ ‏ تو گوئی که خون می خوراند[6] مرا

ملک زاده گفت آخر ای نوجوان ‏ ‏ زمانامِ خویش از چه داری نهان[7]

کسی را که گوهر گرامی بود ‏ ‏ کند نام پیدا چو نامی بود

که ما هم غریبیم و آشفته کار ‏ ‏ جفا دیده از گردشِ روزگار

جوان گفت کای شاهِ فرخنده بخت ‏ ‏ منم مهر شاه پورِ فیروز بخت

منوشنگ شه را منم ابنِ عم ‏ ‏ خداوندِ دیهیم و عالی عَلَم

چو بشنید ازو شاه با دین و داد ‏ ‏ بجست از فرازِ تگاور چو باد

---

١ ج: بخت، ٢ ج: بُدی مهر در سایهٔ تخت او، ٣ ج: درو،

٤ ج: او، ٥ ج: چشم، ٦ ج: خون می چکاند، آج: خون می دواند!

٧ ج: زمانام خود را چه داری نهان،

گرفتش چو سیمین ستون درکنار | زمژگان گهر کرد بر روی نثار
پس آنگه چنین گفت کای نیک رای | منم شاه شامی گرامی همای
جدا گشته چون شاه خاور ز شام | کنون کرده در ملک خاور قیام[1]
بنقشی[2] پری گشته از عقل و دین | شده فتنه یکباره بر نقش چین
چو باز فلک پر برافراخته | بخاور زمین آشیان ساخته
چو یکچند ازین گونه گفتند راز | نهادند رخ سوی کاشانه باز
یکی بزم خرم برآراستند | ز سیمین بران جام می[3] خواستند
نوا برکشیدند رامشگران | قدح برگرفتند سیمین بران
عقیقین[4] می اندر قدح ریختند | می و مشک باهم برآمیختند
نواگر بتان رود بنواختند | برآوای بلبل نوا ساختند
پری چهره ساقی مه مشک موی | بکف بر نهاده می مشکبوی
برین گونه شاهان بآئین جم | قدح نوش کردند تا صبحدم

رفتن شهزاده همای با بهزاد و مهرشاه بباغی و عاشق شدن مهرشاه بر شمسهٔ خاوری

سحر چون برآمد ز طرف[5] چمن | نسیم گل و نکهت یاسمن
شمیم روان بخش باد بهار | خبر داد[6] از آیندگان تتار
بکیوان برآمد خروش خروس | وز ایوان شهزاده آوای کوس

---

۱ ب : مقام، ۲ ہہ : بنقش پری ، ۳ ب : جام زر ، ۴ ب : عقیقی ،
۵ تو ہہ : بطرف چمن ، ۶ ب ہہ : نشان داد ،

روان بخش شد بادِ مشکین نفس | سراینده مرغانِ شیرین نفس
دُر[1] ایوانِ گل بر بتا شیرِ صبح | فروخوانده بلبل مناشیرِ صبح
نسیمِ صبا گشته عنبر نثار | چو چینِ سرِ زلفِ مشکینِ یار
ملک را بکامِ دلِ دوستان | زد انداز حرم خیمه در بوستان
چو خورشید با تیغِ گوهر نگار | برون آمد از قبّهٔ زرنگار
روان گشته با شاهِ گیتی پناه | گرانمایه بهزاد با مهرشاه
زناگه برون آمد از پنجره | خرامنده سروی چو کبک از دُره[2]
زده سنبلش بر رخِ دل فروز | حبش بر ختن شام بر نیمروز
رخش آفتابِ جهانتابِ دل | خم ابروش طاقِ محرابِ دل
لبش روح پرور ولی می فروش | شبش مهر فرسا ولی روز پوش[3]
فروزان رخش شمعِ ایوانِ جان | خرامان قدش سروِ بستانِ جان
بر زلفِ پرچینش مشکِ خطا | چو هندو به بازارِ چین بی بها
رخش داده از آب[4] رضوان نشان | سرِ زلفِ شوریده در پا کشان
بسیب و ترنجش روان انظر | بدستش ترنجی معنبر ز زر
بیفگند[5] تا شاهِ گیتی پناه | ازان[6] بر کند در ترنجش نگاه
قضا را ز دورانِ گردان سپهر | بزد بر سر[7] دوش شهزاده مهر
چنان زد که نارنج گون شد برش | ز[8] زخمِ معنبر ترنجِ زرش
چو تیرش خطا گشت گفت این خطاست | که کارم شود زان سهی سرو راست

---

[1] ق ج: بر، [2] قب: کبکِ دره، [3] ج: شبش روز فرسا ولی مهر پوش،
[4] ج: بارغ، [5] ج: بر، [6] ج: گزان، [7] ب: برسر و دوش، ج: بیفگند بر دوش، [8] ج: به،

مرا چون بر خشنده ماهست مهر　　چرا ماه مهرم نماید سپهر
چو از شمع دارد دل خسته داغ　　بجوید[1] به پروانه نور از چراغ
دران نار پستان نظر کرد مهر　　ز مهرش چو آبی شد از ماه مهر
چو از باغ وصلش ترنجی بیافت[2]　　بدان چاشنی سوی سیبش شتافت
ز بادام آن رشک سرو سهی　　چو برگشت و نشنید بوی بهی
بصد لابه گفت ای فروزنده ماه　　سزد گر کنی در غریبی[3] نگاه
رخم ز آتش دل[4] چو آبی نگر　　وزین به نگر تا بیابی مگر[5]
ترنج ترا چاشنی کرده ام　　ولیکن ز سیب تو پژمرده ام
دلم بستهٔ پستهٔ تنگ تست　　بدست آرش اکنون که در چنگ تست
بزرین ترنجم ربودی قرار　　ازان سیب سیمین مرادم برآر
چه نسبت کنندت به پسته دهن　　که بی مغز باشد ز پسته سخن
شکسته دلم صید بادام تست　　ز بادامت افتاده در دام تست
تو چون غنچه در قرطهٔ[6] فستقی　　مرا دیده پر[7] بادهٔ راوقی
گل یاسمن بر بت بربری　　مه لاله رخ شمسهٔ خاوری
بگرد گلش سنبلش را طواف　　سر مویش اندر سخن مو شکاف
چنین گفت کای مرد گم کرده نام　　بشو[8] زندگی پخته سودای خام
چو دهقان در بوستان بر گشاد　　مرنج از ترنجی ز شاخی فتاد[9]
تو کوتاه دستی و نابهره مند　　مزن دست در شاخ سرو بلند

---

[1] آ : نجوید، [2] ب : نیافت، [3] آ : بر غریبان، [4] ج : آتش غم،
[5] آ : دگر، [6] آ قرطه دارد و قرطه خرمای بزرگ را گویند، قرطه معرب کرته باشد،
[7] ج : ۱۰ - این شعر از متن ب ساقط شده است ، [8] ب : ز سوزندگی، ج : ز شوریدگی، [9] آ : دبار او فتاد

ز عشق گلت می کند خار خار[1] — بر آور چو بلبل خروش هزار

تفرج حلالست ازین شاخ و بس — که کس را نباشد بر آن[2] دسترس

اگر سوی باغ آمدی در نگر — پس آنگه چو باد صبا بر گذر

ترنجی چو دریافتی در گذار — ترا با گل و سیب سیمین چه کار

ز دل گرمی است این دم سرد تو — ز صفراست این گونهٔ زرد تو

دلت سیب سیمین تمنا کند — ترنجت ولی دفع صفرا کند

ترا صبر سازد نه شیرین رطب — بخلت چه باشد[3] ازین پس طلب

مرا با تو این گفتگو چون فتاد — بروکت سر و کار با خویش[4] باد

پس آنگه رخ آورد سوی همای — که ای سرو در خسروانی قبای

شب صبح خیزان بروی تو روز — چراغ دلم را ز مهر تو سوز

ز ماه جهانتاب شب زیورت — درخشنده مهر از هوا بر سرت

دلم چون فتادست در قید تو — تو صید همایون و ما صید تو

غم درد ما خور که دردت مباد — سیه روی از آه سرد[5]ت مباد

تو سلطانی و ما بدین در گدای — مگس بین که دارد هوای همای

درآورد شب گرد روز تو دست — ز روز رخت ایچ[6] روزیم هست

دلم در هوایت بروزی فتاد — که روزی چنان روزی کس مباد

ملک زاده گفت ای فروزنده ماه — جهان بین جان را برویت نگاه

بماه رخت کی رسد دست کس — که کس را نباشد بمه[7] دسترس

---

[1] ج : خوار خار، [2] ک : بدان، [3] آ : چه حاجت، صبر تو می از دوای تلخ باشد،

[4] ج : باخون فتاد! [5] ب : روی زردت مباد، [6] ک : صبح روزیم،

[7] ب : همه!

زسیبت[1] وز نرنج تو نارم نصیب ‌ ‌ ‌ مرنج ار زسیبت ندارم نصیب
مرا از ترنج تو دوری به است ‌ ‌ ‌ زسیبت دلم را صبوری به است
زنجی فگندی و من مست عشق ‌ ‌ ‌ مفگن که در نارم از دست عشق
زاشکم چو نارنج گون گشت خاک ‌ ‌ ‌ زنجم برفت[2] از دل دردناک
ز بادام ترکی بنار اندرم ‌ ‌ ‌ که سیبش ندانم[3] بدست آورم
چو زان نار پستان زخم شد چو به ‌ ‌ ‌ مرا نار او از ترنج تو به
چو نارش چنین می گدازد مرا ‌ ‌ ‌ ترنج تو دانم نسازد مرا
دل نازکت گر کنون صید ماست ‌ ‌ ‌ شکاری گرفتی که در قید ماست
شکار تو شد شیر گیری چنین ‌ ‌ ‌ که کردست بر شیر گردون کمین
ترا ماهیی گر برون شد ز شست ‌ ‌ ‌ بدنبانت[4] افتاد ماهی بدست
ز مهر ار مهی را گرفتی بدام ‌ ‌ ‌ چه ماهی که ماهیست کامد ز شام[5]
مکن بی نصیبش ز روز وصال ‌ ‌ ‌ که مهر رخت را مباد[6] از زوال
چو دید آن پری روی زنجیر موی ‌ ‌ ‌ که شاه از ترنجش ترش کرد روی
ز بادام بر لاله عناب ریخت ‌ ‌ ‌ بدان خاک ره از سر شک آب ریخت
چو نومید گشت از همایون همای ‌ ‌ ‌ ثنا گفت و برگشت و شد باز جای
۷ ب
پس آنگه شهنشاه انجم سپاه ‌ ‌ ‌ بخرگه در آمد چو رخشنده ماه[7]
چو جمشید بر تخت زرین نشست ‌ ‌ ‌ کله بر سر و جام زرین بدست
کمر بسته بهزاد بر پای تخت ‌ ‌ ‌ وگر دهرشه شاه فیروز بخت
زده چنگ در چنگ رامشگران ‌ ‌ ‌ روان گشته می بر کف دلبران

---

۱ ج: زسیمین ترنج تو، ۲ ج: بشد، ۳ ج: توانم، ۴ آ: بدستانت،
۵ ج: آمد بکام، ۶ آ: نباشد، ۷ ب: چو خورشید وماه،

مه رود زن رود بنواخته[1] ‌ ‌ زعشاق هر دم نوا ساخته

پری چهره ترکان طوبی خرام ‌ ‌ بیاد ملک زاده پر کرده جام

شه مهر پرور گرانمایه مهر ‌ ‌ خروشی برآورد بر ماه ز مهر[2]

چو شمع اشک می ریخت بر روی زرد ‌ ‌ روان کرده بر چهره سیلاب ورد

بکف بر نهاده عقیق مذاب ‌ ‌ ز نرگس روان کرده یاقوت ناب

ز مهر رخ شمسهٔ خاوری ‌ ‌ ز جان گشته نومید و از دل بری

جهان از دم آتشین سوخته ‌ ‌ ز دل شمع گردون برافروخته

برآورده مرغ صراحی خروش ‌ ‌ سمن عارضان جام می کرده نوش

رخ از آتش می برافروخته ‌ ‌ گهی ساخته عود و گه سوخته

بدینگونه تا خیل شب در رسید ‌ ‌ سپاه شه روم شد ناپدید

فرود آمد از تخت زرین همای ‌ ‌ دلارام جو شد بآرام جای

ز مستی ملال از شرابش گرفت ‌ ‌ چو بخت من خسته[3] خوابش گرفت

چو چشم همایون مشکین نقاب ‌ ‌ فرو رفت یک لحظه آن[4] شب بخواب

دیدن شهزاده همای همایون را در خواب و رو نهادن بچین

خوشا طلعت دوست دیدن بخواب ‌ ‌ ولی کس نه بیند بشب آفتاب

خوشا با خیال سر زلف یار ‌ ‌ رسن بازی دل بشبهای تار

خوشا با گل و سنبل دلفروز ‌ ‌ شب تیره در خواب[5] بردن بروز

---

[1] ب: پرداخته، [2] ج: برماه و مهر، [3] و: خفته، این شعر از متن ب افتاده است، [4] و: چشمش، [5] ب: بخواب،

بشب چشمِ عاشق نه بیند بخواب — مگر رویِ[1] معشوقِ شنگون[2] نقاب
عجب نبود ار تشنه خوابش برد — که در خواب بیند که آبش برد
چو شد شیرگیر آهوش مستِ خواب — درآمد ز پای هوشش از دستِ خواب
چو گلزارِ جنت یکی باغ دید — همه باغ پُر لاله و شنبلید
یکی بوستان چون رخِ دلستان — همه بوستان سربسر گلستان
روان گشته در پایِ آزاده سرو — پری چهرهٔ چون خرامان تذرو
بجلوه درآورده شمشاد را — یکی[3] راستی سرو آزاد را
قدش سرو در بر سرو سیمینش ماه — رخش ماه و شب را بر و تکیه گاه
مهش مشکبوش[4] و شبش مشک سای — غمش جانگزای و لبش جانفزای
چو خرم بهشتی پُر از رنگ و بوی — سمن بوی و گلروی و زنجیر موی
خرامنده در باغ سرو بلند — خم اندر خم افگنده مشکین کمند
روان گشته با نرگسِ می پرست — چو گل دستهٔ دستهٔ گل بدست
پراگنده گیسو و دامن کشان — ز عنبر شکن طرّهٔ عنبر فشان[5]
پرستار با او دو نسرین عذار — یکی بر یمین و یکی[6] بر یسار
ز زر بسته بر کوه سیمین کمر — روان کرده از لعلِ شیرین شکر
برستانسرا این صدا[7] در زدند — جهان را چو گیسو بهم بر زدند
که خیزید کان حورِ عین می رسد — همایونِ فغفورِ چین می رسد
چو بشنید نامِ همایون همای — برون شد ز دست و درآمد ز پای
چو سروی بخاکِ رهش در فتاد — پس آنگه لبِ دُرفشان برگشاد

---

۱ ب: چشم، ۲ ج: مشکین، ۳ ج: گل، ۴ ج: مشکبوی،
۵ در نسخهٔ ب محذوف است، ۶ ج: دگر، ۷ ج: ندا،

که ای مرهم جان[1] و آرام دل — دلم را لب دلکشت کام دل
شب زلفت از چین بشام اوفتاد — شکاریست[2] لاغر بدام اوفتاد
زهی کرده شام تو بر چین کمین — فتاده شب روز پوشت بچین[3]
من از شام و در چین زلف تو قید — تو در چین و آورده از شام صید
میان تو یک موی و از موی کم — من از غم چو موی نه[4] در موی خم
چو هندوی زلف تو در آتشم — ز خورشید روی تو بر آتشم
ز نقش رخت نسخهٔ دیده ام — چه نقشی که مثل تو نشنیده ام
من از نقش رویت در اندیشه ام — که صورت پرستی شود پیشه ام
تو در چین و نقش توام در خیال — چه نقشی که مثل تو باشد محال ۸ر
تو در دلبری و من از دل بری — بگو تا کی از بیدلان[5] دلبری
دلم مدتی شد که در دست تست — گرفتار آن زلف چون شست تست
ز آهوی چشم تو صید تو شد — چو آهو گرفتار قید تو شد
نشان تو می جویم از هر چه هست — حدیث تو می پرسم از هر که هست
چه نقشی تو ای لعبت آزری — که نقشی[6] ندیدم بدین دلبری
دلم را چو زلفت قراری مباد — مرا جز غمت غمگساری مباد
زهی قامتت سرو آزاد دل — چو دادم ترا دل بده داد دل
بدین ره گر از مات باری رسد[7] — وزین رهگذارت غباری رسد[7]
مخور غم که این درد و غم بگذرد — چنین مگذر از ما که هم بگذرد
بفریاد ما رس که فریاد ما — بگیر و ز چرخ برین داد ما

---

[1] ج : ریش ، [2] ق : شکاریش ، [3] در نسخهٔ ب محذوف است ، [4] ق : من از غم چو موی و در موی خم ،
[5] ق : دلبران ، [6] ج : صورت ، [7] ج : رسید ،

غمِ کارِ ما خور که غمخواره ایم بکن چارهٔ ما که بیچاره ایم
بتِ ماه پیکر مشکموی[1] گلِ یاسمن رویِ گلبرگ بوی
بمه زلفِ عنبر شکن بر شکست تُنُک شکرِ زرخِ شکر شکست
سرِ درجِ گوهر فشان برگشود پس آنگه بپاسخ زبان برگشود
که ای فارغ از مهربانی و بس چو سوسن سراسر زبانی و بس
کنون از همایون چه یاد آوری که صیدِ تو شد شمسهٔ خاوری
مرا اگر میان چون دهان هیچ نیست[2] کنون با توام در میان هیچ نیست
فراخ است دل چون دلِ تنگِ تو کلوخی نیرزد کنون سنگِ تو
ببازارِ ما دل که آن نقد تست چه ارزد که قلبست و لبس نادرست
تو بر تخت شاهی و دعوی عشق ندانسته رمزی ز معنیِ[3] عشق
مقامِ محبت سرِ تخت نیست سرافگندگان را سرِ بخت نیست
اگر عاشقی ترکِ شاهی بده بخونِ دلِ خود گواهی بده
دلِ دردمندت که دیوانه ایست بمستی و جانبازی افسانه ایست
درین زلفِ مشکین چه کارش بود کجا طاقتِ زخمِ مارش بود
که گفتت رهِ عاشقی پیش گیر برو سر بنه یا سرِ خویش گیر
چه پیچی درین زلفِ پُر پیچ و تاب چه بینی درین نرگسِ نیم خواب
چو[4] در خوابی ار حور بینی مرا یقینم که در خواب بینی مرا
گر از چشمهٔ چشمت آب آمدی کیت در چنین ورطه خواب آمدی
تو در آتشی[5] و آبت آید بچشم زهی چشم اگر خوابت آید بچشم

---

[1] و: مشکبوی، [2] ب ج: مرا چون میان گر دهان ... الخ، [3] ب: سودای عشق،
[4] ب: چه، [5] ج: تو در چشمی، آبت آید بچشم،

همای این سخن چون بگوش آمدش — دل خسته در بر بجوش آمدش
برآورد بانگ و درآمد ز خواب — ز چشمش روان گشت چون لاله آب[1]
برون آمد از قصرِ گوهر نگار — غریوان و گریان چو ابرِ بهار
بکُه کوبِ سرکش درآورد زین[2] — روان شد سوی مرز توران زمین
بری گشته از ملک و فرماندهی — ملول از سرِ تختِ شاهنشهی
نه کس همرهش جز غمِ عشقِ یار — نه کس محرمش[3] جز دلِ بی قرار
عنان داده برقِ زمین کوب را — قرین گشته دردِ دل آشوب را
بدینگونه می راند با درد و غم — پس آنگه بسر حدِّ چین زد علم
تو نیز ای دلِ تنگ ازین تنگنای — برون شو کزینسان فراخ است جای
چو افتاده آهوی سر در کمند — درین شهر تا کی شوی شهر بند
برو ترک این محنت آباد گیر — لبِ دجله و راهِ بغداد گیر
چو ایوبؑ در بندِ کرمان مباش — چو یعقوبؑ در بیت احزان مباش
ز هر گوشه درمانِ دردی طلب — ز هر چشمهٔ آب خوردی طلب
ولی صبر کن تا خلاصت دهند — جفا کش که تشریفِ خاصت دهند
بکرمان ز غم گر دلت جان دهد — صبوری خلاصت ز کرمان دهد
ز میدانِ این توسنِ تند خوی — بچوگانِ همت توان برد گوی
تو همت بران دار کازاده وار — برون آئی از چنبرِ روزگار
که این هفت فغفور تاجت[4] دهند — خواقینِ گردون خراجت دهند
ولی سلطنت در گدائی طلب — نوایِ دل از بی نوائی طلب

---

[1] ب: صد جوی آب، [2] نسخهٔ ج بجای زین لفظ پای و بجای زمین همای دارد،
[3] ق: همدمش، [4] ق: باجت،

سلاطین گدایان این خرگهند | شهان خاک بوسان این درگهند
برو دست ازین خود پرستی بدار | چه دیوانگان سر بمستی برآر
هرآنکو ازین باده سرمست شد | ره نیستی رفت تا هست شد
تو گر بی دلی خیز و فرمان ببر | بده جان و از چنگ غم جان ببر
مراد دل از نامرادی برآر | ز دریای غم دُرّ شادی برآر[1]
چو گل در یغلطاق دیبا مکوش | چو بر مشکبو باش[2] و پشمینه پوش
کسانیکه در نیستی خو کنند | ز هستی تبرّا چو خواجو کنند

رسیدن شهزاده همای بسعدان بازرگان

چو لعل خور از کان برآورد سر | ز زر بست کوه کمر کش کمر
شه شرق[3] از تیغ کوه تیغ زد | سر تیغ بر جوشن میغ زد
ز شبرنگ خور کوه پولاد چنگ | درآمد[4] چو فرهاد پایش بسنگ
ز خاور زمین شاه شاهی نژاد | بسر حد چین راند توسن چو باد[5]
ز ناگه بمنزلگهی در رسید | همه مرحله پر گل و سبزه دید
درو کاروانی پر از مرد و زن | شده بر لب آبگیر انجمن
یکی پیر فرخنده سالاربار | بسی دیده نیک و بد روزگار
ز اندازه بیرون ورا سیم و زر | به پیشش غلامان زرّین کمر
نژادش ز ایران و در چین مقام | چو سعد فلک پیر و سعدانش نام
چو شهزاده را دید بر پای جست | رکابش ببوسید و بگرفت دست

---

[1] آ: سر به پستی برآر، [2] نسخهٔ ب این شعر ندارد، [3] ب: مشک می پاش،
[4] ق، شه مشرق، [5] ب: که آمد، [6] نسخهٔ ج این شعر ندارد،

اسے طالع سخت نیں جلایا　　تو بھی میرے کام کچھ نہ آیا　　(ق ۱۱۰ا
اس طور سے نل سخن سناوے　　بیراگ کا راگ غم سے گاوے
دم دم میں دمن دمن پکارے　　پل یاد سجن کی نا بسارے
اے شمع کہاں ہے تو کہاں ہے؟　　آتش زن خاناں کہاں ہے؟
بن دیکھیں ہی زخم تس لگایا　　بیداد تجھی رحم نہ آیا

کاری[113] لاگو گھاو رت جاؤں کاسوں کہوں
تو سووے سکھ نیند ہوں تجھ بن دوکھ یہ سہوں

جس رین تھی نل کو بیقراری　　کرتی تھی دمن بھی آہ و زاری
یہ نیہہ سمندر ہے اپارا[114]　　دو طرف سے کانٹھ[115] ہے کنارا
دل دو نو طرف سے ہوئے پایل　　وار ایک سے ہوئے دونوں گھایل　　۱۰
حیران رہے سداں پیاری　　ظاہر نہ کرے یہ گھاو کاری
ہنستی رہے نت سہیلیاں سنگ　　بھینتر سے جلا کرے سدا رنگ
ہر رین خیال من میں لاوے　　نیناں سے ہمیشہ خون بہاوے
دل دل میں کہے کہ کیا بلا ہے　　کس آگ سیں یہ جگر جلا ہے
یہ کون مجھے ستاوتا ہے　　بھید اپنا نہیں بتاوتا ہے
کس شوخ نے تیر میرے مارا　　گذرا ہے جگر کے وار پارا
یہ دل بھی[116] فقط نہیں ہے بیمار　　نس نس منے بڈھ گیا[117] یہ آزار
اس دوکھ منے رین دن گذارے　　آنسو سدا مکھ پی نار ڈھارے　　ق ۱۱۰

[113] گھاؤ کاری لگا کہاں جاؤں کس سے کہوں - تو سکھ کی نیند سووے میں تجھ بن دکھ سہوں ،
[114] بے کراں ، [115] یا شاید "کانٹے ہے" یا "کاٹے ہے" ، کا بگڑا ہوا ہے ،
[116] کذا - 'ہی' بھی ہو سکتا ہے ، [117] بڑھ گیا ۔

آنچل کرے پھاڑ پارہ پارہ | دل کو ہنسے نس کو آہ مارے
دل زور[118] برہ سے بسمبہ کیناں | آخر ہوا تن پر ایک ہیناں[119]
بعداز دو دکھ و درد بیقراری | بیخواب "و" خور د، گریہ زاری
دلدار کا نام اپنے جاناں[120] | نل نام سناں، مقام جاناں
لکھوا ہی منگائی نل کی صورت | دیکھا کرے چھپ[121] کی اوسکی مورت

یہ چتر[122] چھپ چھپ سے لیے سکھین کہے پکار
یہ مورت ہی ایسکھی مورا پران ادھار

اوس نقش کو دیکھ جیو آوے | مورت یہی میرا غم بھلاوے
جن سنگ تھا پیار اوس پری کا | دعوی تھا او نہیں برابری کا
اون سے نہ چھپا رتی تھی یہ غم | کہتی تھی احوال بیش او رکم
پیتم کے خیال ہیں بیک بار | بیہوش ہوئی چو نقش دیوار
ہم عمر و سہیلی اور کنیزاں | ہمزاد[123] عزیز و باتمیزاں
کنوری کا احوال[124] تنگ دیکھا | مکھ سرخ کو بلد رنگ دیکھا
سب کوئی پڑا اسی فکر میں | مشغول رہیں ایسی ذکر میں
سنکر کے یہ حال تنگ دائی | کنوری کے قریب جلد آئی
ایسی اسے کیوں ہے بیقراری | جادو کیا ہے کسو نے بھاری
پہل تجھ سے ہمیشہ ہو ہی پیرا | یہ خام ہے زرد کون بیسرا[125]؟ (ق ۱۱ الف)

---

[118] روز (فی الاصل)، [119] کمزور (Prakrit)، [120] جانا، [121] جب (فی الاصل)،
[122] اسی تصویر کو چھپ چھپ کر دیکھے [لیے] او سکھیوں سے کہے۔ اے سکھی یہ صورت میری روح کی قوت ہے، [123] ہمداد (فی الاصل) [124] حوال (فی الاصل) [125] بہل = کذا، پیرا = پیلا، دوسرا مصرع واضح نہیں؛ "یہ فلم ہے زرد کون بیڑا یعنی کس درد سے یہ رنگ زرد ہے، ممکن ہے یہ مفہوم درست ہو،

ماتا وپتا کا دل ہوا خون — بالی پی کیا کسو نے افسون
رونے لگے راو اور رانی — بیٹی سے کہا زمہربانی
مادر و پدر کی جان پیاری — سچ کہہ اری اے ایانی[۱۲۶] باری
کس درد سے تو ہئی[۱۲۷] نمانی — کیوں ہے تیرا رنگ زعفرانی
کس درد نے آئی[۱۲۸] تو ستائی — کن دوت[۱۲۹] نے آگ یہ لگائی
کا ہے سے ہوا ہے دل تیرا خون — لیلی سے ہوئی بشکل مجنون

پرتی[۱۳۰] چھلی ہے تو منتر سے واہ بس کریں
جی مانس ہو کوی ایک ٹھور جگ بس کریں

جو خواب مینے تجھے چھلا ہے — بہ خام خیال کیا بھلا ہے
خوش بیٹھ نرہ اوداس پیاری — اس باے جگر کو مت جلاری
کنوری کو دیا بہت دلاسا — پایا نمرض ہوئی نراسا
رمال و طبیب و فال بیناں — سیانوں نیں بہت ہجوم کیناں
سب نے کہا راج یہ ایانی — دیکھ اپنی شکل ہوئی دیوانی
جب آرسی میں جمال دیکھا — حسن اپنا نپٹ کمال دیکھا
اوس خیال میں باوری بھئی ہے — بالی کو عقل بسر گئی ہے
کنوری کا پتا متا او پاو تیے[۱۳۱] — شاید کہ علاج دوکھ کا پاویے
یہ کیا ہے بلای ناگہانی — لڑکی ہوئی کا ہے سے دیوانی

(ق ۱۱ ب)

---

[۱۲۶] نادان بالی، [۱۲۷] ہوگئی، [۱۲۸] آکر، [۱۲۹] قاصد،

[۱۳۰] اگر کسی پری نے تجھے فریب کیا ہے تو اس کو بس میں کرلیں اور اگر کوئی آدمی زاد ہے تو بھی تمام دنیا کی ایک ایک جگہ کو زیر نگیں کریں فیضی کے ہاں یہ شعر ہے ؎

دیدی بر ہے اگر پری را
درکار کنم فسونگری را
ور زادۂ صنفِ ہے تو در خواب
دانا ننہد بکار بر خواب

[۱۳۱] تیار کرنا۔ تجویز کرنا،

شیشہ پی کہاں سے پڑگیا سنگ　　بالی کا ہُوا ہے زرد کیوں رنگ

چھوٹے نکے بھت بہت پری کا منتر　　منتر سے علا وہ اور جنتر

مل سارے سکھی کتھا سناویں　　آزار پری کا کچھ نپاویں

غمناک ہوئے پدر و مادر　　ارکان سبھی و دو برادر

بہ جیت[132] سبھو نکے منہیں بیاپا[133]　　اس اگ سیں جاڑا آ بیاپا

جس کے تئیں عشق کی نہ ہو پیڑ　　کیا جانے وہ درد دل اری پیر[134]

احمد دی عشق کا نشا ئے　　کر نوش تیں جو تجکو پیاسے[135]

نیہہ[136] اگن جس تن برہ، سو من ہوا اوجیار

نیہہ پیا لا جن پیا سو اُو پر کھ بہا نہار[137] [= نہار]

سورج کوئی جیب[ع] میں چھپاوے　　تو عشق و مشک کو چھپاوے

یہ برہ بیوگ کب چھپے ہے　　جوں سورج خود دپے[138] ہے

دن ایک دمن او داس منہیں　　دہکی تھی اگن برہ کی منہیں

بیٹھی تھی دمن کے پاس آلی[139]　　ہم عمر چہیت رسجان بالی

دیکھی جو دمن کی بیقراری　　بے تاب ہوئی وہ غم کی ماری

لاچار ہو کر وہ انت بھاگی　　پٹ رانی کے کان جا کی لاگی

جو درد چھپاوتی تھی بارے　　مرتی ہے اوسی گرہ[140] کے مارے

ہے لعل ورق پی ل کی مورت　　دیکھے ہے ہمیشہ اوسکی صورت　　(۱۲ ل)

---

[132] جنپ (فی الاصل)، [133] بیاپنا = To run through، [134] پیر (فی الاصل)، [135] مصرعہ ساقط الوزن ہے۔ [136] جس تن میں محبت کی آگ جلے (= برہے) اس کا من روشن ہو جاتا ہے۔ جس نے عشق کا پیالا پی لیا۔ وہ آدمی نہال ہو گیا، [137] مشکوک ہے۔ نہار = نہال بنایا گیا ہے، [138] روشن ہونا [139] آلی = ہمنشین، سہیلی (Playmate)، [140] کرہ (فی الاصل)، ع جیت (فی الاصل)،

مورت سے لگا ہے اوسکا نیہا[141] | اوس سے ڈہی ہے زرد اوسکی دیہا[142]
اس بھید کو سکے پاٹ رانی | کہی راج سے یہ برہ کہانی
سن راؤ نیں آدمی چلائے | ارکان سبھی بولا منگائے
حاضر ہوئے خیر خواہ سارے | خلوت کری پاس سب بٹھارے[143]
سنتے ہوا رہے رفیق جانی | کیا تم سے کہوں کتھا کہانی
حیران ہے اب ضمیر میرا | رہتا نہیں نین نیر میرا
ہے سخت دمن پہ بیقراری | مرتی ہے برہ کے غم سے ماری

رہتے[144] ہے اوبندی آن تج نینن دھارے نیر
پھندی پھاندہ میں نیہہ کے پیرا بہو سریر

غالب ہے جنون اوسپے بھاری | نیناں سے کرے ہے خون جاری ۱۰
اس برہ کا سخت ماجرا ہے | رسوا ہیئے عشق کی بلا ہے
برنگ[145] ہے مکہہ پی یہ سیاہی | ہے لاج بخاندان شاہی
برداشت نہیں ولیک لاچار | شادی کا کروں میں ٹھاٹھ تیار
لیکن میرا ننگ اور ناموس | رسوا ہوا عشق سے صد افسوس
افسوس بلا ہے ناگہانی | یک بارگی آئی یوں تلانی[146]
ہیہات عجب محال کامی | بدنام ہوا زنیک نامی
یہ درد کہ راؤ نے سنایا | گویا کہ کٹی پی لُون[147] لایا (ق)

---

[141] محبت، عشق [Platts]، [142] جسم، [143] بٹھالے = بٹھائے،
[144] خواب و خور کو ترک کر کے آنکھوں سے اشکبار رہتی ہے۔ محبت کے پھندے میں پھنس گئی ہے اور جسم پیلا پڑ گیا ہے۔ [145] شاید برنگ ہو بیرنگ بھی ہو سکتا ہے بمعنی Adverse (Platts)
[146] جلد، آناً فاناً، [147] لُون = نمک،

رو رو کے تمام ہم نشیناں　　کہنے لگے ملکے پیش بیناں
رو نگ ایک کے سو ہیں راج دارو　　کاہے کوں ہوئے ہو جیں بابرو
یہ بھید نکہہ[148] کہ سب عیاں ہے　　جو پرگھٹ[149] اوسکا کیا بیاں ہے
جو اپنی بھلائی راؤ چاہو　　اس چاند کو سورسا تھ بیاہو
یہ راہ و رسم ہے سدا سے　　چھوٹے بڑے شاہ اور گدا سے
راجا نے کہا کہ اے رفیقاں　　ہر غم سے منے یار اور رفیقاں
مجکوں بھی یہی پسند آئی　　جو تم نے صلاح مجھ بتائی
لیکن نہیں بیاہ کا یہ ہنگام　　میرا ہے نیا نپٹ ابھی خام

مات[150] پتا کر کے متا آیے سُت کے پاس
دیکھ بتھا ای پرچاویں سُت مت ہوی اُداس　　۱۰

کی[151] جانِ پدر خموش رہ تو　　بیہوش نہ رہ بہوش رہ تو
اس عشق سے کیا بساہے[152] پیاری　　لازم نہیں ایسی بیقراری
کر صبر کہ کام ہووے[153] ہے حاصل　　اس کام سیں ہم نہیں ہیں غافل
موقوف ہے وقت پر سبھی کام　　مت کر تو جہاں میں ہم کو بدنام
ماباپ کی سنکے یہ نصیحت　　دونی ہوئی تب دمن فضیحت
ماباپ کی بات سن پیاری　　نیڈر ہوئی لاج کھوی ڈاری[154]
اب لاج و ڈر گنوای دیناں　　عالم کا حجاب کچھ نہ کیناں　　(ق ۱۳ ال)

---

۱۴۸ نکہہ (فی الاصل)،　۱۴۹ ظاہر،　۱۵۰ ماں باپ مشورہ کے بعد لڑکی (سُتا) کے پاس آئے، اور اس کی حالتِ غم کو (بتھا) دیکھ کر پرچانے لگے مبادا اُداس ہو جائے،　۱۵۱ = کاے (= کہ اے)،　۱۵۲ بساہ = بھروسہ یا شاید یہ لفظ 'لیا' ہو،　۱۵۳ = ہووے،　۱۵۴ کھو ڈالی۔

چادر کو اتار سر پھکارا[155]   پلکان ہوئی خون کا فوارا
لے نام پکار کر کہ اے نل   جیو جانسے ہوں میں تجھ پہ مایل
ہے مجکوں جنون تجہ بناں[156] رہے   جاتی ہے یہ مفت میری جانئیے
یہ گھاو کہ ہے جگر میں کاری   نل نے کیا ہے یہ وار بھاری
یہ مجکوں نہیں ہے خود بخود غم   نل مجھکوں رولاوتا ہے ہردم
بدنام نہیں ہوئی ہوں مائی   نل نے میری لاج سب گنوائی
ہر طرف سے خلق دوش بر دوش   سنتے تھے یہ بات گوش در گوش
ملتے تھے ہتھکیاں[157] زن و مرد   رڑکی ہے یہ عشق میں نپٹ فرد

اگر اگن[158] میں جی برہ بگت بہی بہکای
نیہہ سو نہا نیناں نال بہیں برہا بری بلای

کیا بات[159] کہوں کہ نل بیوگی   تھا درد رہ سے مثل روگی
بستی و جنگل میں دل نہ لاگے   کہن[160] شہر و کہن جنگل کوں بھاگے
دن ایک صبح کہ[161] وقت پیارا   گلزار کی سیر کوں سدہارا
شاید کہ چمن میں جیو لاگے   یہ درد[162] و شتاب دور بھاگے
جس وقت دہرا قدم چمن میں   دونی اٹھی آگ تن بدن میں
ہر پھول پی دیکھ بلبل مست   جاتا تھا بیوگی کا دل از دست   (ق ۱۳ اب)

---

۱۵۵ پہکارنا = ننگا کرنا (*Prama*) ، ۱۵۶ بغیر، ۱۵۷ یہ لفظ صاف نہیں ہوا، شاید ہتھکیاں ہو جمع ہتھکی ۔ تصغیر ہتھیلی ، ۱۵۸ اگر جب آگ میں جلتا ہے۔ تو سارے جگ کو بہکا دیتا ہے۔ محبت کے بغیر آنکھیں جاری نہیں ہوتیں ۔ یہ فراق بھی عجب بلا ہے ، ۱۵۹ مات (فی الاصل) ، ۱۶۰ کبھی ، ۱۶۱ بجائے 'کے' ، ۱۶۲ اصل میں درد اور شتاب کے درمیان 'و' ہے ۔

ہر سرو پی دیکھ قمریاں[۱۶۳] مست | نل کھوتا تھا اپنا دل خود از دست
پھرتا تھا جو دیکھتا چمن کو | دل بیچ چھبہ[۱۶۴] تھا وہ دمن کو
پھرتا تھا چمن کی سیر کرتا | جیو جان سے اپنے نیر کرتا
یکبارگی از طرف سراندیپ | سب دیپوں میں ہے وہی سرِ دیپ[۱۶۵]
اوڑنے ہوئے جانور ہوا سے | اب جلد و تیز تر صبا سے
ہر پنکھ کے بال و پر سنہری | سونیکی سی بوند پڑتی گہری
نل دیکھ ہوا بہت ہی خوشحال | چیلے سے منگایا ریشمی جال
پھولوں منے پھول اور آیے | مل بیٹھ کے پنکھ چھپایے
پر مانده مثال پتر، جیو تے | آکر کے اوسے چمن میں ٹوٹے
چیلے سے کہا کہ جال دے ڈار[۱۶۶] | ان پنکھوں کو پکڑ لیے یک بار ۱۰

چیلے[۱۶۷] ڈارا جال پنکھی سارے اوڑ گئے
تنہہ میں پنکھی ایک داؤ جوک بندی بہے

تب جال سے پنکھ کو نکالا | لے پنجرے میں شتاب ڈالا
جب آن دھر اکنور کے آگے | دو عاشق مل کے رونے لاگے
از قدرتِ قادرِ جہاندار | بولن لگا جانور[۱۶۸] بیک بار
لڑکا جیسے بول بولتا ہے | پہلے ہی زبان کھولتا ہے
کہنے لگا اس نمن[۱۶۹] سیے باتاں | بیراگ بہری برہ سنگا تاں (۱۴ لو)

---

[۱۶۳] قمرآں (فی الاصل)، [۱۶۴] کذا۔ شاید 'چھپاتا' سے بگڑا ہوا ہے،

[۱۶۵] اصل میں ریپ۔ دیپ بمعنی جزیرہ، [۱۶۶] ڈال، [۱۶۷] چیلے نے جال ڈالا مگر سارے پرندے اُڑ گئے۔ ان میں ایک پنکھی داؤ سے گرفتار ہو گیا۔ [۱۶۸] جانو ر (فی الاصل)

[۱۶۹] طریق پر۔ مانند،

کی[۱۷۰] راؤ مجھی نگر قفس میں　　میں آپ ہی ہوں برہ کے بس میں
کافی ہے برہ کا پنجرا رے　　ناحق مجھی مت قفس میں ڈارے[۱۷۱]
ان جانوروں میں ایک پنچھی　　او سنتے لگی ہیں میری انکھی
سو اوڈگیا پنکھیوں کے ہمراہ　　میں رہ گیا ایکلا[۱۷۲] ابھی آہ
اب مجکوں قیامت ہے جدائی　　بیراگ نے آگ تن میں لائی
میں یار کے سنگ تھا چمن میں　　خوشوقت تھا راؤ اپنے من میں
مل سیر کریں[۱۷۳] گے اس چمن کی　　بسریں[۱۷۴] گی نکر ٹک اپنے من کی
اب تو نی پکڑ قفس میں کیناں　　جلتی کو جلای آور د بناں
معشوق سے میں جدا کیا رے　　دوکھ پر مجھے دوکھ علبش[۱۷۵] دیا رے
تو میرا اشکار کیا کریگا　　مردیکو تو مار کیا کریگا
تو چھوڑ کہ میں سرت[۱۷۶] سنبھاروں　　کچھ کام تیرا ابھی میں سنواروں　　۱۰

کنورا[۱۷۷] رچھپی رہ گیا پوچھا ہو پنکھراج
کہہ پنکھی تو مورلا کہا سنوارے کاج

پنکھی نے جواب جب سنایا　　نل کوں بہت ہی پسند آیا
بولا کہ ارے برہ میں اوستاد　　شاگرد تیرے ہیں قیس و فرہاد
میں پنکھ اگرچہ مشت پر ہوں　　ہر ایک زباں سے باخبر ہوں
جانوں ہوں جنون عشقبازاں　　واقف ہوں زناز عشوہ سازاں　　رق ۱۴۱

---

[۱۷۰] کاسے = کہ اسے ، [۱۷۱] ڈالے ، [۱۷۲] اکیلا ، [۱۷۳] شاید 'کریں گے' ہو ،
[۱۷۴] یہاں 'بسرے گی' ہونا چاہیئے ، [۱۷۵] بجاے 'عبث' ، [۱۷۶] ہوش سنبھالوں '
[۱۷۷] کنور کو یقین آگیا (رنشچے رہنا = یقین آجانا) یا کنور اٹھ کھڑا ہوا۔ (رنشین = اٹھ کھڑا ہوا۔ یا آگے بڑھا) اور پوچھنے لگا۔ اے پرندے بتا تو میرا (مورلا) کیا کام سنوار سکتا ہے ،

کہتے ہیں کہ تجسا اس بہانیں — عاشق نہیں دوجا اس زمان میں
اس جگ میں جوکوئی اہل جاں ہے — ہر یک میں تمہاری داستاں ہے
سب جانوران بوستانی — بھاکھیں[178] ہیں کتنا تیری کہانی
ہے عشق سے حال تنگ تیرا — کیسر ہوا ہے یہ رنگ تیرا
چاہیے ہے کہ تو خبر منگاوے — معشوق کا بھید جلد پاوے[179]
لکھ خط کہ شتاب لیکے جاؤں — پیغام زبانی سب سناؤں
پنکھی سے سنا جو یہ دلاسا — مردیکو ہوئی جیون کی آسا
نل ہوکے اکیلا سب سے بارے — دریاو[180] کے بیٹھ کر کنارے
کاغذ و دوات جلد لیناں — قط مار قلم شگاف کیناں
سیاہی نہ کہ خون دل جلے کا — احوال برہ کی دیوبیے چا[181]
کیا خط کہ نیٹ بکٹ کہانی — لکھنے لگا بھید نل نہانی
نل چتر کہ تھا ہنر کا جاماں[182] — اسطور لکھا برہ کا ناماں

نین[183] نہ بھئی بچولیاں سَرَوَن سُننے نہ نین
سو کرتار سراہیے دیا برہ جیو لین

سرنامہ بنام پاک شاہی — جس کی ہے چرعرش بارگاہی
اوس سے ہے نین میں روشنائی — دو دل میں اوپا[184]ئے آشنائی

۱۰

---

[178] بیان کرتے ہیں، [179] پاویں (فی الاصل)، [180] دریا، [181] یہ لفظ حل نہیں ہوا۔ ہوسکتا ہے کہ دیباچہ سے بگاڑکر دیوبیے چا بنایا ہو۔ 'دیوبوجا' اور 'دیولیکھا' بھی ہوسکتا ہے۔

[182] بجاے جامہ۔ ناماں بجاے نامہ، [183] دوہا صاف نہیں۔ مفہوم یہ ہے نہ آنکھیں (نینن) قاصد (بچولیاں) بن سکتی ہیں نہ کان بین سن سکتے ہیں (اصل میں نین ہے۔ بین نے بین پڑھا ہے) سو اس خدا کی تعریف کیجے۔ جس نے برہ کو جی لینا عطا کیا یا سکھایا، [184] پیدا کرے، ظاہر کرے۔

سینہ میں دیا برہ کا باسا — پوری کرے آس ہر نراسا (ق ۱۸۵)

گر ہوے سکھی سدا سے بھوگی — ایک پل میں کرے برہ بیوگی

کرتار[۱۸۵] گری سو ہو پیاری — سکھ چین و بھوک بیقراری

بلبل سے پیام ہے چمن کو — ہے نل سے سلام اب دمن کو

اے باعثِ عشرتِ دلِ من — آسانیِ کارِ مشکلِ من

اے سرورِ جملہ نازنیناں — سرتاجِ تمامِ مہ جبیناں

ہے حسن تیرا جگت ا وجارا[۱۸۶] — ہے نام تیرا جگت کی مالا

تجھ حسن سے چاند سور لاجیں — تارے سبھی لاج راج بھاجیں[۱۸۷]

گھر بیٹھ جگت کیا دِوانا[۱۸۸] — کیا حسن ملا ہے تیرا جاناں

بجلی کا تیری نین میں باسا — مسکان[۱۸۹] تیرا رکت[۱۹۰] کا پیاسا

ہاں مجھکو بیوگ تیں دیا ہے — بن دیکھے جیو [میں][۱۹۱] بس گیا ہے[۱۹۲] (۱۰)

تجھ برہ کا باغ جب سے پھولا — گلزار و بہار سب میں[۱۹۳] بھولا

گل[۱۹۴] بال ہوا ز بیقراری — لگتے ہیں بدن پی بال بھاری

اب تیرا خیال روبرو ہے — تجھ شوق بدن میں مو بمو ہے

اوکھد[۱۹۵] میری روگ کے کچھو بھاکھی کوی

کہیں دمن جب ہوئی ات بیں چنگا ہوی

---

۱۸۵ شعر مشکوک ہے۔ 'گر ناز کرے' یا 'کرتار کرے' دونو معنی دے سکتے ہیں۔ 'پیاری' کا لفظ بھی مشتبہ ہے مطلب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر خدا چاہے تو سکھ آرام' بھوک بیقراری' دونو حالتیں آدمی کو عزیز ہو سکتی ہیں، ۱۸۶ بجاے 'اجالا'، ۱۸۷ بھاگیں، ۱۸۸ بجاے 'دیوانہ' ۱۸۹ مسکن = مسکنا = تبسّم، ۱۹۰ خون، ۱۹۱ میرا اضافہ ہے ۱۹۲ کیا (اصل)، ۱۹۳ ہیں (فی الاصل) ۱۹۴ گل کر = لاغر ہو کر، ۱۹۵ میرے روگ کا علاج کوئی کچھ ہی بیان کرے۔ میں تو تب ہی تندرست ہوں گا جب دمن ملیگی' یا یہ روگ تب ہی دور ہوگا جب دمن ملیگی،
(اوکھد = اوشدھ = دوا)

(ق ۱۵ اب)

یہ آگ کہاں سے من میں جاگی — یہ سیل[196] بیوگ تن میں لاگی

نس[197] دن میرا جای سب اکارت — سکھ چین کرا ہے تونے غارت

تجھ بن نہیں میری زندگانی — آمل اری اے رفیق جانی

میں بھوکھ و نیند سب گنوائی — پانی میں آگ تیں لگائی

مہ پارۂ دلفروز جانی — تو کیسی کری ہے زندگانی

پل پل مجھے زندگی ہے بھاری — کہہ کیسی ہے تواری پیاری

احوال سب اپنا اب بتا تو — کر رحم زیادہ مت ستا تو

یہ نیہہ[198] کا اُولے[199] بھی اری جال — کیا جلک[200] نیے لاوے کیسا طوفاں

مجھ لیکھ لیکھا[201] بیوگ تیرا — تمنیں میری جان روگ تیرا

۱۰ جس دن سے ہوا تیرا دیواناں — تجھ غیر میں اور کچھ سجاناں[202]

میں چھوڑ کی بت پرستی اے یار — باندہا[203] تیری بندگی کا زنار

گذرا تیری یاد میں[204] خرد سے — دل دین و خیال نیک و بد سے

میں تیری بیوگ بیچ گذرا — جوگن[205] تیری جوگ بیچ گذرا

جلد آؤ کہ خون میرا انسو کا — لاگا ہے میری برہ کا لوکا[206]

اوٹھی ہے جگر سے آگ میرے — ڈستا ہے ہیی[207] کو ناگ میرے

مدت سے ہوں انتظار تیرا — اب جیو جلا ہے یار میرا

---

[196] Sela = برچھی، [197] رات، [198] neha = محبت،

[199] 'زور' بھی مناسب ہے، [200] کیاں (فی الاصل) [201] بجائے لکھا،

[202] نہ جانا، [203] ناندہا (فی الاصل)،

[204] باو (اصل) [205] 'جوگی' چاہیئے۔ [206] شعلہ۔ اصل میں 'لوکا' ہے، [207] ہیا = دل،

جگت[۲۰۸] راج تجھ کارنے درب لٹاویں نت
تو بھی درس تو راؤ دیکھن پاویں کت

اوس ملک و مال پر تو مت پھول — اور راونکے خیال پر تو مت بھول (ق ۱۶ ل)
راجا نہیں میں، تیرا بھکاری — مجھ حال پر رحم کر پیاری
ہے تن میرا کھیت زعفرانی — ٹک تیر کرائی آ[۲۰۹] جانی
ہے باغ و بہار عشق تیرا — مَدٌ[۲۱۰] ہے و خمار عشق تیرا
تجھ ہاتھ میں شیشہ اور شہر ہے — وہ کام کرو جو خوب تر ہے
تو مست ہے مست تیری نیناں — عاشق کا ہج[۲۱۱] ہے جیو لیناں
جو چاند سے آ ملے ستارا — لگتا ہے سبھی خَلق کو پیارا
اکجا ای کرے جو لعل و موتی — ہوتی ہے سوای اُونکی جوتی ۱۰
تو رانی راج میں پیاری — تو جوگن میں درس بھکاری
اب ہاتھ پکڑ کہ جان جا ہے[۲۱۲] — یہ سنگھ[۲۱۳] بھوگ مانس کھا ہے
جو تم کرو سو تمہیں کون ساجے — ایک ہاتھ سے تاری[۲۱۴] کیونکر باجے
یا مجکوں بولاؤ آؤ یا تو — گمراہ کو راہ اب بتا تو
ہے دل میں نپٹ ہی اضطرابی — بھیجا ہے سوال میں جوابی
جو اس کا جواب بیگ[۲۱۵] لاوے — تو جیو قرار چین پاوے
لکھ بھیج جواب جلد جانی — از لطف و کرم و مہربانی

---

[۲۰۸] راجے مہاراجے تیری خاطر خزانے لٹاتے ہیں۔ پھر بھی تیرا درشن وہ کب کر سکتے ہیں،
[۲۰۹] = آکر، [۲۱۰] شراب، [۲۱۱] اصل میں ہج ہی ہے۔ جو حل نہیں ہوا۔ شاید 'ہیچ' ہو، [۲۱۲] جاے ہے، [۲۱۳] شیر [یا سنک = فکر۔ قدر]
[۲۱۴] تالی، اصل میں تاری ہے، [۲۱۵] جلد،

ٹک بوجھ[216] کہ حال تنگ میرا   پورا کرو یہ سوال میرا

لکھ یہ[217] پاتی برہ کی، کنچن تار لپیٹ

گیوں پر لوا باندہ کے تن من کیتس بھینٹ

(ق ۱۲ اب)

رخصت کیا پنکھ باوفا کوں   اوڑ جای ملا ترت ہوا کوں

گل لای رہا کنور کی پاتی[218]   مل پنکھوں کا ہوا سنگاتی

بجلی کے نمن ہوا پرلوا[219]   چت لای رہا کنور کی سیوا

جب پنکھ سندر دمن کے پیٹھا[220]   ماڈ ہی[221] کی منڈلی[222] آی بیٹھا

اب جیت[223] کو دور سے چلاوے   پہچان دمن کے پاس آوے

دیکھے تو دمن اوسی صحن میں   پھرتی تھی جو[224] سرو اوس چمن میں

۱۰ ہیں سنگ سہیلیاں ہزاراں   گلزار ہو موسم بہاراں

کنوری یہ نگاہ چست کر کر   اوزار پروبال سست کر کر

دیکھا جو نپٹ حسن دمن کا   بھولا وہ تماشہ چمن کا

چل پنکھ دمن کے پاس آوے   اپنے تئیں ہر وجہ دکھاوے

جب پنکھ دمن نے دیکھ لیناں[225]   یکبارگی دیکھ آہ کیناں

اون جانوروں کو دیکھ خوش رنگ   سکھیوں سے کہا جو تھیں دمن سنگ

اسے[226] پنکھ اچھے[227] طرف کسو کے   جادو ہیں گویا کہ[228] کانروکے

---

[216] 'پوچھ کے' اور 'پہنچ کے' بھی ممکن ہے۔ [217] یہ نامۂ عشق لکھ کر اور اسپر سونے کی تار لپیٹ کر کبوتر (پرند) اڑ گیا اور تن من اسکی نذر کر دیا۔ [218] خط۔ [219] کبوتر۔ [220] Paithna = داخل ہونا (Platts) [221] پنجابی 'ماڑی' = محل، [222] منڈیر، [223] عقل، [224] جو (فی الاصل) [225] لیا، دوسرے مصرعہ میں کیناں = کیا، [226] اسے بمعنی ایہ یا یہ، [227] اچھے = دیکھے، اچھن = دیکھنا [اچھ = آنکھ]

[228] کامروپ۔ بنگال میں ایک ضلع کا نام ہے۔ جو جادو کیلئے مشہور ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ق ۱۸ الف س ۱۰)

سب پنکھ اوڈے ہوا کوں لاگے　　وہ پنکھ رہا دمن کے آگے

دیکھ[۲۲۹] اچنبھے رہ گئی کینس سوچ و بچار

کیوں یہ پنکھی تھنگرا چھاڈ پنکھ کے ڈار

یہ کون دِساسیں پنکھ آیا　　کس کارنے اس چمن میں دہایا　　(ق ۱۷ ل)

کیا خوب ہے رنگ اسکے پر کا　　جادو ہے مگر کسو چتر[۲۳۰] کا

دوڑی کہ پرید کو پکڑ لے　　وہ پنکھ شتاب بس میں کرلے

آہستہ بہت چلے پر لیوا　　پیچھے[۲۳۱] پڑی نار جیو کی لیوا

سکھیوں سے پرے ہوئی جو نیاری　　پنکھی نے کہا کہ رج[۲۳۲] کنواری

سبزہ پی شتاب مت قدم دہر　　مت پا تو یہ دوکھ ذرا سرت[۲۳۳] کر

کیا بند کرے ہے مجکو پیاری　　ہے قید برہ کی مجکو بھاری　　۱۰

گھایل نے تیرے مجھے پٹھایا[۲۳۴]　　خط اوسکا تمہارے پاس لایا

اوڈ پنکھ دمن کے ہاتھ آیا　　پیغام کنور کا سب سنایا

کی[۲۳۵] صبح اشتاب مکھ دیکھاری　　ہے رین برہ کی مجھپے بھاری

دلگیر ہوں میں تو خوش ہے منیں　　ٹک جان رہی ہے میرے تنیں

تجھ باج[۲۳۶] اگن لگی ہے میرے　　بجتا ہوں جو نی خبر[۲۳۷] سویرے

اس زندگی سے میں ہوں گھایا[۲۳۸]　　یہ حال میں تجھکو کہہ سنایا

یوں جان ابدن میں جان نا نہیں　　ایک بوند لوہو بدن میں نا نہیں

پیغام کرا دمن نی جب گوش[۲۳۹]　　گرتے ہی ہوئی زمیں پی بیہوش

۲۲۹؎ دیکھ کر حیران رہ گئی اور سوچ بچار کرنے لگی۔ کہ یہاں یہ پرندہ کیوں گرا باقی پرندوں کو چھوڑکر،

۲۳۰؎ مکار۔ عیّار، ۲۳۱؎ اصل میں معروف ہے ۲۳۲؎ راج کنواری، ۲۳۳؎ ہوش کر، ۲۳۴؎ دوڑایا، ۲۳۵؎ کا،

۲۳۶؎ ارغ (اصل)، ۲۳۷؎ حل نہیں ہوا۔ "بجتا ہوں جو نے بہر سویرے" ممکن ہے یا فجر ۲۳۸؎ سیر آگیا، ۲۳۹؎ پی (اصل)

جب ہوش میں نار پھیر آئی ہر ایک سکھی پرے بیٹھائی

کنوری[۲۴۰] بیٹھی اکیل ہو پاتی لینی کھول

باچنی اچھر برہ کی اگن برہ سب بھول (ق ۱۷ ب)

پڑھ خط کوں زار زار روئے ہر سبزہ پہ گھونگچے[۲۴۱] پروئے

سر وتلی پونچھ دوی نیناں لکھنے[۲۴۲] لگی سوز دل کی بیناں

جسوقت ہوا تمام ناماں[۲۴۳] زلفوں سے کھسوٹ کیس سیاماں[۲۴۴]

پنکھی کے گلے میں باندہ دیناں[۲۴۵] پنکھی نے اوڑان[۲۴۶] جلد کیناں

فریاد اوٹھی دمن کے من سے جب جانور اوڑگیا چمن سے

افسوس کہ پنکھ اوڑ گیا ری مجھ ہاتھ سے مفت چھوٹ گیا ری

اس بھانت کیا جو اُون[۲۴۷] بہاناں[۲۴۸] سکھیوں نے بھید کچھ نجاناں ۱۰

نامہ لکھوں کہ درد کا گھر معمور ز موتی و جواھر

اس طور لکھا منین[۲۴۹] دمن نے اَئے[۲۵۰] پھول کھلا ہے اس چمن میں

آغاز سخن بنام کرتار بیچون چگون جگ کا داتار[۲۵۱]

ہر پھول کو اوس سے رنگ و بو ہے بلبل بھی[۲۵۲] اوسی سے والہ خو ہے

افلاک و زمین اوسی سے قایم داتا ہے دو جگ کا آپ دایم

بخشیدہ[۲۵۳] جمال خوبرویاں سیاہی دہ موی مشکبویاں

گر پھول ہے باغ میں وگر خار دونوں کا وہی ہے آپ مختیار[۲۵۴]

---

۲۴۰ کنوری نے اکیلے ہو کر خط کھول لیا اور برہ کے حرف پڑھنے لگی (باچنا = پڑھنا) سوز محبت کو بھول کر ،

۲۴۱ گھونگے ، ۲۴۲ جمع بین ، ۲۴۳ = نامہ ، ۲۴۴ کالا بال ، ۲۴۵ = دیا ، ۲۴۶ = اوڑان ،

۲۴۷ = اون نے ، انھوں نے ، ۲۴۸ = بہانہ ، ۲۴۹ مشکوک = شاید "منن" ہو ، ۲۵۰ = ایہ ،

۲۵۱ = داتا ، ۲۵۲ "تہی" فی الاصل ، ۲۵۳ "بخشندہ" انسب ہے ، ۲۵۴ = مختار ،

عربی زبان کی اہمیّت

یہ ایک عام خیال ہے کہ عربی زبان صرف اس لحاظ سے اہم ہے کہ وہ اہل اسلام کی مذہبی زبان ہے، اس امر میں کچھ شک نہیں کہ اُن اسباب میں سے جو عربی زبان کو اہم بناتے ہیں اس کی مذہبی حیثیت سب سے زیادہ نمایاں ہے اور اولیت کا درجہ رکھتی ہے مگر عربی کی اہمیت کو اس کی مذہبی حیثیت میں منحصر سمجھنا غلطی ہے اور کوتاہ بینی کی علامت ہے۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ اہل اسلام کی الہامی کتاب عربی میں ہے اور ان کا تمام دینی لٹریچر جس پر ان کے مذہب اور تمدن کی بنیاد ہے۔ عربی لباس ہی میں جلوہ گر ہوا مگر جب عرب فاتحین کی ہمراہی میں یہ زبان دور دور تک پھیل گئی اور انکی وسیع سلطنت کی سرکاری اور علمی زبان قرار پائی اور عجمی اقوام نے بھی اُسے اختیار کر کے اظہار خیال کا ذریعہ بنایا تو امتداد زمانہ سے عربی زبان نے مذہبی حیثیت کے علاوہ تبدریج اور بھی بہت حیثیتیں پیدا کر لیں اور تاریخی ارتقاء سے اس کی اہمیّت کے متعدد دیگر پہلو پیدا ہو گئے تین سال ہوئے میں نے پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ایک جلسہ میں اسی موضوع پر ایک مقالہ انگریزی زبان میں پڑھا تھا اور اُس میں عربی زبان کی مذہبی حیثیت کا ذکر کرنے کے بعد میں نے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ عربی زبان اور اُس کا لٹریچر جو گذشتہ چودہ صدیوں میں معرض وجود میں آیا ہے، لسانی، تاریخی، ادبی اور تاریخ العلوم کے نقطۂ نظر سے بھی درس و مطالعہ کا بدرجۂ اتم مستحق ہے یہ مضمون حیدر آباد دکن کے رسالہ اسلامک کلچر بابت جولائی ۱۹۳۸ء میں چھپ چکا ہے مگر چونکہ مضمون کی اہمیّت اس امر کی مقتضی ہے کہ اس کے مطالب کو عام کیا جائے۔ اور ملک و قوم کو اُن سے حتی الامکان پورے طور پر آگاہ کیا جائے۔ لہذا مقالہ مذکور کے نفس مضمون کو کسی قدر وضاحت کے ساتھ چند ایک مفید مطالب کے اضافہ کے بعد ناظرین کرام کی خدمت میں اردو لباس میں پیش کیا جاتا ہے۔

عربی ایک زندہ زبان ہے:۔ چونکہ عربی زبان کا شمار دنیا کی قدیم اور مہذب زبانوں میں ہوتا ہے، جن میں سے اکثر مثل سنسکرت، عبرانی، یونانی اور لاطینی کے متروک الاستعمال ہو چکی ہیں، اس لئے

یہ بات بالعموم نظر انداز ہو جاتی ہے کہ اگر ایک طرف عربی زبان اپنے قدیم اور وسیع لٹریچر کے لحاظ سے ایک کلاسیکل زبان ہے تو اُس کے ساتھ ہی وہ اس جہت سے ایک زندہ (Living.) اور جدید العہد (modern.) زبان بھی ہے کہ وہ آج بھی دنیا کے ایک وسیع حصہ کی تقریری (Spoken) اور تحریری (Literary) زبان ہے جو کنار دجلہ سے لیکر بحر اوقیانوس کے سواحل تک مستعمل ہے۔ صدر اسلام کی عرب فتوحات نے اور زمانہ مابعد کے تاریخی واقعات نے عربی زبان کو دیار عرب کے باہر بھی بہت سے ممالک میں رائج کر دیا چنانچہ دیار عرب کے علاوہ عربی زبان آج بھی حسب ذیل ملکوں میں مروج ہے: عراق، شام، فلسطین، مصر، بلاد السودان، طرابلس، تونس، الجزائر، مراکش، نائجیریا، صحراء اعظم کا مغربی حصہ اور زنجبار۔ علاوہ بریں گذشتہ زمانہ میں اندلس، صقلیہ، جزائر متفرقہ میورقہ اور مڈغاسکر میں بھی مستعمل رہی ہے چنانچہ دنیا کی تمام زبانوں میں اپنی وسعت مکانی کے لحاظ سے انگریزی اور ہسپانی سے اُتر کر عربی زبان تیسرے درجہ پر ہے۔

یہ بات سچ ہے کہ خود بلاد عرب کے مختلف حصوں اور قبیلوں میں جزئی اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ اختلاف مختلف عربی ممالک کی مروجہ بولیوں میں اور بھی بیّن ہے۔ مگر تحریری زبان جو تعلیم یافتہ لوگوں کے ہاں ادبی اور کاروباری ضروریات کیلئے استعمال ہوتی ہیں، یکساں ہے۔ اور اپنی نحوی ترکیب اور اصول لسانی کے لحاظ سے وہی زبان ہے جو جاہلی شعراء اور قرآن کریم کی زبان ہے اگرچہ اپنے ادبی ارتقاء کے دوران میں عربی زبان کئی دوروں سے گزر چکی ہے اور تمدن کی نیرنگیوں اور مختلف علوم و فنون کے وجود میں آنے سے اُس کے ذخیرہ الفاظ میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں مگر اس سے زبان کی عام ساخت اور بنیادی الفاظ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لہذا عربی زبان باوجود قدیم العہد ہونے کے زمانہ حال کی مہذب اور زندہ زبانوں میں شمار ہوتی ہے جو علمی اور عملی دونوں لحاظ سے اہم ہے +

عربی زبان کی مذہبی حیثیت

جیسا کہ ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں عربی زبان سب سے پہلے اس لحاظ سے اہم ہے کہ وہ مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے یعنی اہل اسلام کا مذہبی دستور العمل (قرآن مجید) عربی زبان میں ہے اور اُن کے ہادی مرسل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اقوال و اعمال کا مجموعہ یعنی احادیث اسلامی بھی عربی زبان میں منضبط ہیں۔ دُنیا کے مختلف ملکوں کے مسلمان باشندوں کی ملکی یا قومی زبان خواہ کچھ ہو مگر مذہب اُن کی انفرادی اور ملی زندگی میں اس حد تک دخیل ہے کہ انہیں عربی زبان سے کسی نہ کسی طرح ضرور ہی واسطہ پڑتا ہے۔ مثلاً نماز پنجگانہ

عربی میں ادا ہوتی ہے۔ مسلمان ایک دوسرے کو عربی کلمات میں علیک سلیک کرتے ہیں اگرچہ دنیا کی اکثر مہذب زبانوں میں قرآن شریف کے ترجمے تیار ہو چکے ہیں مگر اس کی تلاوت ہر جگہ اصل عربی میں ہوتی ہے۔ جب کسی مسلمان گھرانے میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے کان میں یہ الفاظ پھونکے جاتے ہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اور عربی زبان کا یہی کلمہ طیبہ ہے جو مرتے وقت بھی ہر ایک مومن کے لبوں پر ہونا چاہیئے۔ غرض روئے زمین کے مسلمانوں کی خواہ کوئی نسل یا بولی ہو مگر اُن کی زبان اور اُن کے کان عربی سے کم و بیش ضرورآشنا ہوتے ہیں۔

عربی زبان کا علم اُن لوگوں کے لئے بھی ازبس ضروری ہے جو مذہب اسلام کا محققانہ اور غائر مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ نہ صرف قرآن اور حدیث جو اسلام کے اساسی ارکان ہیں، عربی زبان میں ہیں بلکہ باقی مذہبی علوم بھی جو ان کے تابع ہیں سب سے پہلے عربی ہی میں مدّون ہوئے۔ چونکہ مسلمانوں کی زندگی کے تمام اخلاقی، معاشرتی، تمدنی اور سیاسی شعبے مذہبی عقاید اور احکام سے کم و بیش متاثر ہیں لہذا جو محقق بھی مسلمانوں کے عقاید و اعمال اور اُن کے ہر قسم کے کردار کے دواعی و اسباب اور محرکات کو دریافت کرنا چاہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے سرچشموں اور اس کی شریعت کے اصلی ماخذوں کی طرف رجوع کرے جو بیشتر عربی زبان میں ہیں۔ عربی زبان جاننے کے بغیر کوئی شخص اسلام کے منابع تک براہ راست نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی وہ روح اسلام کو سمجھنے کی امید کر سکتا ہے۔ عربی کتابوں کے جو تراجم دنیا کی دیگر زبانوں میں ہوئے ہیں وہ عربی مذہبی لٹریچر کی بے پایاں وسعت کے مقابلہ میں اس قدر کم ہیں کہ وہ ہمیں اصل ذخیرہ سے مستغنی نہیں کر سکتے لہذا مسلمان اقوام کی ذہنیت کو سمجھنے، اُن کے عقاید کی تہ تک پہنچنے اور مذہب و اخلاق کے اُن اصول کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے جن کی پابندی کو وہ اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں، ہمیں لامحالہ عربی مآخذ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اگرچہ عجمی ممالک میں عربی کی حیثیت ایک غیر زبان کی ہے مگر وہاں بھی علماء کا ایک گروہ کم و بیش موجود ہے۔ جو عربی زبان کے درس و تدریس میں مصروف رہتا ہے اور چونکہ مسلمانوں کی عام جماعت ان ہی عربی دان علماء سے اپنے دین کا علم حاصل کرتی ہے اس لئے اُن کے واسطہ سے عوام کے دل و دماغ بھی عربی زبان کے اثر و نفوذ کو قبول کرتے ہیں۔

عربی ایک بین الاقوامی زبان ہے

مسلمانوں کے لئے عربی زبان نہ صرف دینی ضروریات کی وجہ سے اہم ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ وہ مختلف اقوام اسلامی کے درمیان مبادلۂ خیالات کا ایک نہایت مفید ذریعہ ہے اور ایک مضبوط ثقافتی اور تمدنی رابطہ کا کام دیتی ہے

مذہب اسلام اپنے ہر پیرو کے دل میں یہ خوش گوار اور حوصلہ افزا احساس پیدا کرتا ہے کہ وہ ایک وسیع اور قیع عالمگیر برادری کا فرد ہے۔ اس عالمگیر اتحاد کے احساس کو مضبوط کرنے میں دوسرے درجہ پر عربی زبان ہے۔ جو وحدت اسلامی کا ایک قوی ذریعہ بھی ہے اور اس کا شاندار مظہر بھی۔ تمام اسلامی ممالک میں عربی کی کم و بیش تعلیم و تدریس ہوتی ہے اور یہ امر خود مسلمانوں کے اپنے اختیار میں ہے۔ کہ وہ عربی کے مطالعہ کو فروغ دے کر اور اس کی مزید ترویج کر کے اس ذریعہ اتحاد کو اور زیادہ مضبوط بنائیں۔ عربی کی بین الاقوامی حیثیت ایک ایسا امر واقعی ہے کہ اگر اہل اسلام اس کی اہمیت اور اس کی افادی حیثیت سے بخوبی آگاہ ہو جائیں تو اپنی فلاح و بہبودی کے حصول میں اس رابطہ سے بہت کچھ مفید کام لے سکتے ہیں۔

تمام عربی ممالک کی تحریری زبان ایک ہی ہے یعنی وہاں جو کتابیں چھپتی ہیں اور جو اخبارات شائع ہوتے ہیں وہ فصیح عربی (Classical Arabic) ہی میں تحریر ہوتے ہیں۔ ہر ملک میں بول چال کی زبان اس سے قدرے مختلف ہے آیا ان مقامی بولیوں میں بھی کوئی لٹریچر پیدا ہو گا ایک مشکوک امر ہے گذشتہ تجربہ کی بنا پر خیال غالب یہی ہے کہ فصیح عربی کی موجودگی میں کسی مقامی بولی (دارجہ) کا ادبی زبان کے درجہ تک پہنچنا قریب قریب ناممکن ہے۔ گذشتہ صدی میں مصر میں چند ایک اشخاص نے وہاں کی مقامی بول چال کی زبان میں کتابیں لکھی تھیں مگر اس تحریک کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ کیونکہ علماء نے اس قسم کی کتابوں کو ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھا ہے اور عوام نے بھی جن کے لئے اس قسم کی کتابیں لکھی گئی تھیں، ان پر چنداں توجہ نہیں دی بعض مغربی سیاسی شاطروں نے عربوں کو وقتاً فوقتاً اس بات کی ترغیب دی ہے کہ وہ اپنی اپنی مقامی بولیوں کو ادبی زبان کے درجہ تک ترقی دیں۔ مگر اس قسم کے مشورہ کو استحسان کی نظر سے نہیں دیکھا گیا کیونکہ اس نوعیت کے تفرقہ سے عالم اسلام کی تمدنی اور ادبی وحدت کو نقصان عظیم پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۲ء میں ایتھنز دارالحکومت یونان میں مستشرقین کی بین الاقوامی مؤتمر کے موقعہ پر جب اس قسم کی تجویز پیش ہوئی تو ایک مصری نمائندہ نے اٹھ کر کہا کہ "واعجب تم مغربی لوگ اپنے ہاں مبادلہ خیالات کی سہولت کے لئے مصنوعی زبانیں مثل Ido ، Esperanto اور VOLAPUK کے وضع کر رہے ہو اور ہمیں یہ مشورہ دیتے ہو کہ ہم

عربی جیسی فصیح زبان کو چھوڑ دیں جو روئے زمین کے بیس کروڑ مسلمانوں کے درمیان مبادلۂ خیالات کا ایک بے نظیر ذریعہ ہے۔ واللہ ہم ہرگز ایسا نہیں کرینگے" +

عربی اور دیگر سامی زبانیں عربی زبان کو تمام سامی زبانوں کے درمیان کئی لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ سامی اقوام کا اصلی قدیم وطن غالباً ملک عرب ہی تھا۔ اور تمام سامی اقوام وقتاً فوقتاً اسی مرکزی خطّہ سے نکل کر بیرونی ممالک مثل بابل، شام فلسطین، مصر اور حبشہ میں آباد ہوئی تھیں۔ اِس نظریہ کی بناء پر عربی زبان اگر اصل سامی نہیں تو کم از کم دیگر زبانوں کی نسبت اس کے قریب تر ضرور ہے۔ کیونکہ عربی زبان نے عرب کے اندرونی صحراؤں میں اس طور پر پرورش پائی ہے کہ وہ خارجی اثرات سے بہت حد تک محفوظ رہی ہے۔ اور اس کی ساخت اور قواعد میں ایسی بہت کم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں جیسی کہ اثوری اور عبرانی زبانوں میں رونما ہوئی ہیں۔ ان وجوہات سے دیگر سامی زبانوں کی نسبت عربی اپنی اصلی صورت پر باقی رہی ہے اور اس نے اصلی سامی زبان کے خصائص کو بہت حد تک قائم رکھا ہے۔ علاوہ بریں اس کا ذخیرہ الفاظ بھی دوسری سامی زبانوں کے مقابلہ میں وسیع تر ہے جسے عرب علماء نے نہایت احتیاط اور محنت سے ضبط کر رکھا ہے اور جس سے دوسری سامی زبانوں کے مشکل اور نامانوس الفاظ اور محاورات کے سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ ان امور کی بناء پر علماء محققین کے نزدیک عربی کو سامی زبانوں کے درمیان مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اور ان زبانوں کا مطالعہ کرتے وقت اور اُن کی تقابلی صرف و نحو تدوین کرنے میں عربی زبان ہی کو بطور اساس کے تسلیم کیا گیا ہے +

عربی زبان سے استفادہ تورات کے مطالعہ میں عربی زبان کا علم خصوصاً تورات کے مطالعہ اور تفسیر میں بھی بہت مفید ثابت ہُوا ہے۔ اصل تورات عبرانی زبان میں ہے مگر یہود پر وقتاً فوقتاً جو مصائب نازل ہوتے رہے ہیں اُن کی وجہ سے ان کا روایتی علم کسی حد تک ضائع ہو گیا تھا۔ اور وہ روایات کا تسلسل ٹوٹنے کی وجہ سے

تورات کے بعض مقامات کے صحیح مفہوم و مطلب سے ناآشنا ہو گئے تھے۔ زمانۂ حال میں جب مغربی علماء نے تورات کا ازسرِ نو تنقیدی مطالعہ شروع کیا تو ایسے مقامات کے سمجھنے میں عربی زبان کے ذخیرہ الفاظ سے انہیں بہت قابلِ قدر مدد ملی۔ اگرچہ خود عربی لٹریچر عبرانی لٹریچر کے مقابلہ میں بلحاظ زمانہ کے متاخر ہے مگر عربی زبان عبرانی سے قدیم تر ہے اور جزیرۃ العرب میں نہایت قدیم ایام سے مسلسل طور پر مروج چلی آئی ہے۔ لہذا نادر عبرانی الفاظ اور مشکل کلمات و محاورات کی گتھی سلجھانے میں عربی زبان بے حد مفید ثابت ہوئی ہے۔ نیز عربی معاشرت سے بھی عبرانی لٹریچر پر بہت روشنی پڑی ہے۔ کیونکہ عبرانی لوگ بھی فلسطین میں آباد ہونے سے پہلے عربوں کی طرح بادیہ نشین اور مویشی پرور تھے چنانچہ پروفیسر الفرڈ گی یوم (Guillaume) Legacy of Islam کے دیباچہ صفحہ ۷ میں لکھتے ہیں کہ "عبرانی زبان کے مغلقات کا حل اکثر ان اوزان اور تراکیب میں ملتی ہیں جو عبرانی میں تو شاذ اور نادر کا حکم رکھتی ہیں۔ مگر عربی زبان میں عام اور سریع الفہم ہیں۔ وہ کلمات اور محاورات جن کا صحیح مفہوم اور مطلب یہودی روایات میں مفقود ہو چکا ہے۔ عربی زبان کی طرف رجوع کرنے سے آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ عربی زبان کی ذاتی واقفیت اس شخص کے لیے لابدی ہے جو تورات کا غائرانہ نگاہ سے مطالعہ کرنا چاہے۔ آپ تورات کی کسی ناقدانہ تفسیر کو اٹھا کر دیکھئے تو آپ کو فوراً نظر آجائے گا کہ تورات کی تفسیر میں ہم عربی زبان کے کس قدر مرہونِ منت ہیں۔"

ان ہی وجوہات سے متعدد مستشرقین نے عربی زبان اور ادبیات کے مطالعہ کی ضرورت پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ اس سے تورات کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ چنانچہ ہالینڈ کا مشہور مستشرق Schultens (جس کا زمانہ حیات ۱۶۸۶ء سے ۱۷۵۰ء تک ہے) اس زمرہ میں پیش پیش تھا۔ چنانچہ اس نے ۱۷۰۶ء میں ایک خاص مقالہ اس موضوع پر لکھا اور اس ضمن میں سامی زبانوں کے تقابلی مطالعہ کی اہمیت پر بھی زور دیا۔ اور خود بھی سفر ایوب کی تفسیر لکھ کر اس اصول کو واضح کیا کہ عبرانی لٹریچر کی تشریح میں عربی محاورات اور طرزِ خیال سے کس قدر قیمتی امداد مل سکتی ہے۔ اسی طرح انگلستان

میں Pococke اور Robertson Smith نے اور جرمنی میں Well hausen نے عربی نقطۂ نظر سے یعنی عربی زبان، عربی اسلوب بیان اور طرزِ خیال کی مدد سے تورات کے مطالب پر بہت قابل قدر روشنی ڈالی ہے کیونکہ عبرانی لوگ بھی دراصل دیارِ عرب ہی کے باشندے تھے جنہوں نے ۱۴۰۰ - ۳۰۰۰ قبل مسیح کے درمیانی عرصہ میں عرب کے شمالی بیابانوں سے اٹھ کر فلسطین میں بود و باش اختیار کر لی تھی - اور وہاں مدت تک اپنے صحرائی طرزِ زندگی اور طرزِ خیال کو قائم رکھا تھا +

یہودیوں کے تعلقات عربی زبان کے ساتھ عبرانیوں یا یہودیوں کا عربی زبان کے ساتھ تعلق صرف اسی بات تک محدود نہیں کہ اس سے ان کے مذہبی نوشتوں کی تشریح میں مدد ملتی ہے بلکہ عربی زبان کے ساتھ یہود کے تعلقات اس سے بھی زیادہ گہرے اور وسیع تر ہیں -

جب عرب لوگ پرچمِ اسلام کے تلے اپنے وطن سے نکل کر متمدن دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر چھا گئے تو ان کی زبان بھی بتدریج مفتوحہ ممالک میں رائج ہو گئی اور دیگر ذمّی قوموں کی طرح مملکتِ اسلام کے یہودیوں نے بھی اسے آہستہ آہستہ اختیار کر لیا - یہاں تک کہ عربی زبان ان کی روزمرّہ کی بول چال بن گئی اور بغداد سے لیکر مراکش اور اندلس تک یہودی علماء نے بھی حالات زمانہ سے متاثر ہو کر عربی زبان ہی میں لکھنا پڑھنا شروع کر دیا اور چونکہ عوام کی زبان عربی بن چکی تھی اس لئے انہوں نے اپنی مذہبی کتابوں کو ضرورۃً عربی میں منتقل کیا اور اپنے دینی اور دنیاوی لٹریچر کے لئے عربی ہی کو اختیار کر لیا - چنانچہ قرونِ وسطیٰ کے مشہور یہودی علماء اور فضلاء مثل سعید، یہودا ابن لوی، موسی بن میمون اور ابن عزرا نے اپنی تمام اہم مصنّفات عربی ہی میں لکھی ہیں - اندلس کے یہودیوں میں عربی اثر اس حد تک نفوذ کر چکا تھا کہ ایک زمانہ میں وہاں کی مذہبی مجالس کی روئداد بھی عربی زبان میں قلمبند ہوتی تھی - غرض کہ قرونِ وسطیٰ کے یہودیوں کے ادب کا اکثر حصّہ عربی زبان میں مسطور ہے اور اس ادب کا مطالعہ کرنے اور اس عہد کے یہودیوں کی ذہنی پیداوار کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے عربی زبان کا جاننا ضروری ہے

چونکہ عبرانی اور عربی زبانیں ہم اصل ہیں اور قرون وسطیٰ کا یہودی لٹریچر بھی بیشتر عربی ہی میں مسطور ہے اس لئے اکثر یہودی علماء عبرانی کے علاوہ عربی میں درک رکھتے ہیں اور انہیں عربی ادبیات کی طرف توجہ مبذول کرنا نسبتاً آسان ہے۔ یہی سبب ہے کہ زمانۂ حال کے مستشرقین میں سے بہت سے سربرآوردہ فضلاء جنہوں نے سامیات، اسلامیات اور عربیات کی بیش از بیش خدمات سرانجام دی ہیں یہودی المذہب یا یہودی النسل ہیں مثلاً ۔ Derenbourg ' Darmesteter
Horovitz ' Hirschfeld ' Halevy ' Goldziher ' Glaser.
یہودی مستشرقین میں سے جو D. H muller ' munk ' Leitner.
Levi della vida ' Levi Provencal بقید حیات ہیں۔
Martin Plessner . اور Paul Kraus. خاص طور پر ممتاز ہیں
Rechendorf اور Sachau ' Chwolson . ان کے علاوہ
اگرچہ عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے۔ مگر وہ نسلاً یہودی تھے۔ اسی طرح متوفّی پروفیسر مارگولیتھ بھی اگرچہ خود عیسائی تھے مگر اُن کے آباء یہودی تھے[1] ۔

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ زمرۂ مستشرقین میں چند ایک یہودی خواتین بھی مثلاً
Bettina - اور Dr Ilse. Lichtenstaedter .
S trauss. کے شامل ہیں جنہوں نے اپنی تحقیقات اور مصنفات سے علمی حلقوں میں خاصی شہرت حاصل کر لی ہے۔

---

[1] نوٹ براسم مارگولیتھ۔ یہ نام کئی صورتوں میں ملتا ہے۔ اس نام کے بہت سے عالم ہو گزرے ہیں اور کئی ایک زندہ اور موجود ہیں جن میں سے بعض یہودی اور بعض عیسائی ہیں۔ یہ تمام افراد غالباً پولینڈ کے ایک قدیم یہودی خاندان Mar- goliouth. - نامی سے تعلق رکھتے ہیں اس خاندان میں سے سب سے پہلے موئل مارگولیتھ نے نام پیدا کیا جو سولھویں صدی میں شہر پوسن واقعہ پولینڈ کا دیان تھا۔ اور اس کا بیٹا شہر کراکو کا ربّی تھا۔

عربی اور قدیم یونانی ادبیات کے باہمی تعلقات

ناظرین سے مخفی نہ ہوگا کہ عہد عباسیہ میں مسلمان حکمران اور دیگر علم دوست امرا کی سعی سے بہت سے قدیم یونانی حکماء فلاسفہ اور اطبا کی مفید تصانیف عربی میں ترجمہ ہوگئی تھیں جن کا تعلق علم کی تقریباً تمام شاخوں مثلاً فلسفہ، طب، ہیئت، ریاضی، ہندسہ، علم الآلات، موسیقی جغرافیہ، تاریخ وادب کے ساتھ تھا ان میں سے بعض ایسی کتابیں ہیں جن کے اصل یونانی متن حوادثِ زمانہ سے ناپید ہوچکے ہیں۔ مگر اُن کے عربی تراجم ہنوز محفوظ ہیں۔ جہاں تک تحقیق نے پتہ چلایا ہے حسب ذیل یونانی مصنفین کے علمی کارنامے اس طریق سے محفوظ رہ گئے ہیں ۔

(۱) ابلونیوس (Apollonius .) کی کتاب المخروطات (Conics .) کے تین مقالے۔ صاحب کتاب الفہرست (طبع مصر ص ۳۷۳) کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عربوں نے اس کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا تو اُس وقت بھی یہ کتاب بہت نادر تھی۔ اور آٹھویں مقالہ کا اکثر حصّہ ضائع ہوچکا تھا۔

(۲) منالاوس (Menelaus .) کی کتاب الاشکال الکریہ (Sphenics.)

(۳) ہیرو اسکندری کی کتاب الآلات (Mechanics .)

(۴) فیلو بزنطینی کی کتاب الہواء

(۵) ایک کتابچہ میزان پر جو اقلیدس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(۶) ساعات الماء (Clepsydra .) جو ارشمیدس کی طرف منسوب ہے۔

(۷) علم الزراعت پر ایک کتاب جو اناطولیوس (Anatolius of Berytos .) کی تصنیف ہے۔

(۸) جالینوس کی بعض مصنفات علم طب پر۔

(۹) کتاب المناظر والمرایا (Optics .) جو بطلیموس کی طرف منسوب ہے۔

(۱۰) برلیسون کی کتاب. Oekonomikos of Bryson

(۱۱) جالینوس کی کتاب وبائیہ۔

غرضکہ ان عربی تراجم نے یونانیوں کے متعدد علمی کارناموں کو نیست و نابود ہونے سے بچالیا ہے۔

یونانی ادبیات کے مطالعہ میں عربی تراجم کا ذخیرہ ایک اور طریق سے بھی بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے یعنی یہ تراجم یونانی مصنفات کے مشکوک اور مختلف فیہ عبارات کو صحیح طور پر ضبط کرنے میں کام آسکتے ہیں۔ اس وقت یورپ میں جو یونانی مخطوطات محفوظ ہیں وہ اپنے سن کتابت کے لحاظ سے عربی تراجم کے مقابلہ میں حدیث العہد ہیں یعنی جن یونانی نسخوں سے عربی تراجم ہوئے تھے وہ موجودہ نسخوں سے بلحاظ زمانہ پرانے تھے، لہذا یونانی تصانیف کی عبارات کو ضبط کرنے میں عربی تراجم کی طرف رجوع کرنا جو قدیم تر نسخوں سے تیار ہوئے تھے، فائدہ سے خالی نہیں۔

عربی زبان کی اہمیت علم تاریخ کے نقطۂ نظر سے

عربوں نے اپنی ملکی اور سیاسی تاریخ نہایت شوق اور محنت سے لکھی ہے اور عربی زبان میں کتب تاریخی کا جو وسیع ذخیرہ موجود ہے وہ تاریخ عالم کی سیاسی اور تمدنی تاریخ کی تدوین میں بہت مفید ثابت ہوا ہے اور اگر اس بارے میں اور تحقیق و تفحص سے کام لیا جائے تو اور بھی زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ عربی تاریخی لٹریچر کی اہمیت محض اس کی ضخامت اور وسعت میں پوشیدہ نہیں بلکہ وہ اس جہت سے اہم ہے کہ اس لٹریچر میں اس قوم کی تاریخ محفوظ ہے جو کئی صدیوں تک متمدن اور مہذب دنیا کے ایک وسیع حصہ میں حکمرانی کر چکی ہے اور مدت تک تہذیب و تمدن کی علم بردار رہ چکی ہے، یہ وہ قوم ہے جس نے قدماء کے علوم و فنون کو ضائع ہونے سے بچایا اور پھر ان میں قابل قدر اضافہ کر کے ہم تک پہنچایا دنیا کی کوئی تاریخ عمومی (Universal History) اس وقت تک مکمل نہیں سمجھی جا سکتی، جب تک اس میں عربوں کا اور ان کے کارناموں کا ذکر نہ ہو اور ظاہر ہے کہ عربوں کی تاریخ صرف عربی مصادر ہی سے مستفاد ہو سکتی ہے۔

عربی مؤرخوں نے صرف اسلامی اقوام ہی کی تاریخ کو ضبط نہیں کیا بلکہ عربی زبان میں دیگر اقوام کی تاریخ بھی مرقوم ہے مثلاً البیرونی نے اپنی کتاب الہند میں ہند کے قدیم علوم و فنون کو جس جامعیت اور

صحت کے ساتھ بیان کیا ہے اُس پر آج بھی دیدہ ور علماء اُسے خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ جرمن مؤرخ فون رانکے (Von Ranke .) کا مقولہ ہے کہ لاطینی کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد علم تاریخ کے نقطۂ نظر سے دُنیا کی تمام زبانوں میں سے عربی زبان سب سے اہم ہے، اسی طرح پروفیسر روبرٹ فلنٹ نے اپنی تاریخ فلسفۂ تاریخ میں لکھا ہے کہ "اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ قرون وسطیٰ میں عیسائی تمدن کے پہلو بہ پہلو اسلامی تمدن بھی موجود تھا اور عیسائی مؤرخین کے ساتھ ساتھ مسلمان مؤرخین بھی موجود تھے۔ اس عہد کے عیسائی ممالک دُنیا کا ایک جز ہی تو تھے جن کو پورے طور پر سمجھنا دنیائے اسلام کے سمجھنے کے بغیر ناممکن ہے جو اُس کا تکملہ اور تتمہ تھا۔ یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ہماری تاریخہائے عمومی، تاریخہائے تمدن اور فلسفۂ تاریخ کی کتابیں اس وجہ سے ناقص ہیں کہ اُن کے مصنفین کا علم تاریخ اسلام کے بارے میں ناقص تھا۔ غالباً علماء کی کوئی جماعت فن تاریخ کی اتنی خدمت سرانجام نہیں دے سکتی جتنی وہ جماعت جسے عربی تاریخوں تک رسائی حاصل ہے اور جو اُن سے استفادہ کر سکتی ہے مسلم مؤرخین کے قلم سے اسلامی ممالک کی تاریخیں بھی اُسی شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہیں جس تفصیل کے ساتھ عیسائی ممالک کی تاریخیں قرون وسطیٰ میں قلمبند ہوئی تھیں۔ لہٰذا عالم اسلام کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں اور تعلیم یافتہ طبقہ کے علمی ورثہ میں شامل کی جاسکتی ہیں"۔

پروفیسر روبرٹ فلنٹ نے عربی داں علماء سے فن تاریخ کی جس خدمت کی سرانجام دہی کی خواہش ظاہر کی ہے اُس کی صورت یہ ہے کہ پہلے اہم عربی تاریخی مؤلفات کو جو تاحال طبع نہیں ہوئیں چھاپ کر شائع کر دیا جائے۔ اور اُس کے بعد چیدہ چیدہ کتابوں کا دیگر مہذب اور کثیر الاستعمال زبانوں میں ترجمہ کر دیا جائے تاکہ دیگر اقوام بھی اسلامی ممالک کی تاریخ سے آگاہ ہو سکیں۔ مثال کے طور پر مقدمہ ابن خلدون کو لیجیئے اگر فرانسیسی مستشرق (Deslane .) اُسے فرانسیسی میں منتقل نہ کرتا تو پروفیسر فلنٹ ابن خلدون کے فلسفیانہ خیالات اور اُس کے پایۂ فضیلت سے ناآشنا رہتا اور وہ اپنی مذکورہ بالا بے نظیر تصنیف میں وہ مفید فصل نہ لکھ سکتا جس میں اُس نے عرب مؤرخ کی فضیلت کو بلیغ الفاظ میں واضح کیا ہے۔

عربی زبان کی اہمیت تاریخ العلوم کے لحاظ سے:۔ عربی زبان تاریخ العلوم (History of Science)

کے لحاظ سے بھی ایسی ہی اہم ہے جیسی کہ سیاسی تاریخ کے لحاظ سے اور تقریباً اُن ہی وجوہات سے جن کا اوپر کی فصل میں ذکر ہوا علوم و فنون کی ابتداء اُن کے نشو و نما اور ارتقا کی تاریخ نے زمانۂ حال میں ایک نہایت دلچسپ علم کی صورت اختیار کر لی ہے جس کے مطالعہ سے نہایت مفید نتائج حاصل ہوتے ہیں مگر افسوس کہ مغربی مصنفوں کے قلم سے مختلف علوم و فنون کی جو تاریخیں نکلتی ہیں اُن کی بالعموم یہ کیفیت ہے کہ وہ یونان اور روم کا ذکر کرنے کے بعد فوراً یورپ کے نشاۃ ثانیہ اور عہد حاضر کی طرف آ نکلتے ہیں اور عربوں کے علمی اور فنی کارناموں کا بالکل ذکر نہیں کرتے، حالانکہ وہ عرب ہی تھے جنہوں نے علوم و فنون کو قرون وسطیٰ میں زندہ رکھا جبکہ یورپ غفلت کی نیند سو رہا تھا اور اُن کی اشاعت کر کے یورپ کے نشاۃ ثانیہ کی داغ بیل ڈالی۔ اس قسم کی کتابوں میں اگر عربوں کے کارناموں کا ذکر ہوتا بھی ہے تو ناکافی طور پر۔ اس کی کچھ تو وجہ مغربی مصنفوں کی تنگ نظری ہے مگر اس فروگذاشت کی بیشتر وجہ یہ ہے کہ عربوں کے علوم و فنون عربی زبان میں مدون ہیں اور زبان کی ناواقفیت کے سبب سے مغربی مصنفین کی بالعموم اُن تک رسائی نہیں اور نہ ہی عربی دان علماء نے تاحال اُن علوم کو دیگر لوگوں تک پہنچایا ہے۔ بعض علوم میں چند علماء نے تحقیق کا قدم بڑھایا ہے مگر کام کی وسعت کے مقابلہ میں ہنوز روز اوّل کا معاملہ ہے۔

قرون وسطیٰ میں عربوں نے مختلف علوم و فنون کو جو ترقی دی اور اُن میں جو برگ و بار پیدا کئے اُس کی تحقیق اُس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک محقق کو عربی زبان کا علم نہ ہو۔ مسلمانوں کا علمی سرمایہ بیشتر عربی زبان ہی میں ہے کیونکہ صدیوں تک صرف عرب لوگ بلکہ دیگر مسلم اور غیر مسلم اقوام بھی جنہوں نے عربی تمدن کے اثر سے عربی زبان اختیار کر لی تھی، اپنے علمی تصانیف عربی ہی میں لکھتے تھے۔ جو نہ صرف اسلامی سوسائٹی کی علمی زبان تھی بلکہ اس عہد کی سرکاری اور بین الاقوامی علمی زبان بھی تھی۔ فارابی اور ابن سینا اصلاً ترک تھے مگر فلسفہ، طب اور موسیقی پر اُن کی تمام اہم تصانیف عربی میں ہیں۔ اسی طرح عمر خیام نے جو دنیا میں بالعموم محض ایک فارسی شاعر کی حیثیت سے مشہور ہے، اپنا الجبرا عربی ہی میں لکھا تھا۔ یہی حال اس عہد کے اور سینکڑوں اساطین علم کا ہے۔ جن میں یہودی اور عیسائی علماء بھی شامل ہیں۔ الغرض قرون وسطیٰ کے بہترین دل و دماغ رکھنے والے اصحاب فکر اور ارباب دانش کی ذہنی کاوش اور ادبی نگارش اور اُن کی علمی تحقیقات کے نتائج ایک ایسے خزانے میں

جمع ہوگئے جس کی کنجی عربی زبان ہے ۔

ایک جرمن فاضل یوحنا بیکمن (Johann Bechmann) عربوں کے علمی کارنامون اور اس ضمن میں عربی زبان کی اہمیت کا یوں ذکر کرتے ہیں: "عرب کیا ہی شریف لوگ تھے علم کے ایک بہت بڑے حصہ کیلئے ہم انکے ممنون ہیں نیز بہت سی مفید اشیا کیلئے جو انہوں نے ایجاد کیں جو برکات اور فوائد ہم نے ان سے حاصل کئے ہیں۔ انکا اگر ہمیں پورا پورا علم ہو تو ہمیں اپنی ممنونیت کا اور بھی زیادہ احساس ہو کس قدر افسوس کی بات ہے کہ انکے مصنفات پڑے پڑے خاک ہو رہے ہیں اور کوئی نہیں جو انکے مضامین اور مطالب سے ہمیں آشنا کرے۔ یہ کس قدر شرم کی بات ہے کہ وہ لوگ جو ایسی وسیع زبان کے عالم ہیں ہمارے ملک میں مناسب قدردانی اور حوصلہ افزائی سے محروم ہیں اگر مجھے بیس سال اور زندہ رہنے کی امید ہوتی اور میرے پاس عربی مخطوطات بھی کافی تعداد میں مہیا ہوتے تو میں ضرور عربی زبان سیکھتا۔"

بیکمن کی قسمت میں نہ تھا کہ وہ عربوں کے علمی لٹریچر کو بذات خود مطالعہ کرنے کی غرض سے عربی زبان سیکھ لیتا مگر ہاں زمانہ حال کا ایک ہمعصر فاضل اس بارے میں یعنی عربی زبان کی تحصیل میں زیادہ خوش نصیب ثابت ہوا ہے میری مراد ڈاکٹر جورج سارٹن سے ہے جو مشہور رسالہ Isis کا اڈیٹر اور تاریخ العلوم کے متعلق ایک نہایت جامع اور مفید کتاب کے مولف ہیں اور آجکل ہارورڈ یونیورسٹی میں مقیم ہیں۔ جب فاضل مذکور نے مختلف علوم وفنون کی تاریخ کا مطالعہ کیا تو ان پر یہ بات جلد واضح ہو گئی کہ جہاں تک قرون وسطیٰ کا تعلق ہے، عربی زبان جانتے کے بغیر وہ اس عہد کی علمی ترقی کی تحقیق کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ انہیں اس بات کا اتنا قوی احساس ہوا کہ انہوں نے بالآخر شام کا رخ کیا اور وہاں تقریباً ایک سال قیام کر کے عربی میں مہارت پیدا کی تاکہ وہ عربی علمی کتابوں کو بذات خود پڑھ سکے۔ واپسی پر انہوں نے عربی کی تحصیل کے آسان طریقہ پر ایک مفید رسالہ بھی تحریر کیا۔

زمانۂ حال میں جن مغربی علماء نے عربوں کے علوم وفنون کی تاریخی اور فنی لحاظ سے تحقیق کی ہے وہ تمام عربی زبان جانتے تھے یا جانتے ہیں مثلاً Schoy, Wiedemann, Sedillot, Ruska, Farmer, Holmyard, Meyerhof, Paul Kraus, Suter,

عربی زبان کے تعلقات دیگر اسلامی مشرقی زبانوں کے ساتھ

عربی زبان اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اسکے دیگر اسلامی زبانوں مثلاً فارسی ترکی، پشتو، اردو، سواحلی اور ملایائی زبان کیساتھ کم وبیش گہرے

تعلقات ہیں، یہ تمام زبانیں عربی سے کم وبیش متاثر ہوئی ہیں، لہذا اُن کی لغوی تحقیق میں اور اُنکے لٹریچر کو سمجھنے اور اُن سے لطف اُٹھانے کیلئے عربی زبان کا علم بہت مفید ہے۔ یہ زبانیں زیادہ تر ایسی اقوام کی ہیں جن کا مذہب بالعموم اسلام ہے چنانچہ اس مذہبی تعلق کیوجہ سے اور اس سبب سے بھی کہ اُن میں سے بعض اقوام کا عربوں کے ساتھ براہ راست تعلق رہا ہے، ان تمام زبانوں میں عربی مذہبی مصطلحات کثرت سے داخل ہوگئی ہیں نیز ایسے عربی الفاظ جو علوم اسلامیہ یا دیگر علوم جدیدہ سے متعلق تھے۔ چونکہ ان زبانوں میں کم وبیش عربی عنصر موجود ہے اور انکے ادبیات بھی عربی اسالیب بیان سے متاثر ہوئے ہیں لہذا عربی زبان اور ادب سے کوئی شخص جس قدر زیادہ واقف ہوگا اُسی نسبت سے وہ اِن زبانوں کے ادبیات سے زیادہ بہرہ اندوز ہو سکے گا۔

عربی اور فارسی زبان کا تعلق

جب عربوں نے ایران کو فتح کیا اور عربی اور ایرانی اقوام نے ایکدوسرے پر اثر ڈالا تو اس باہمی امتزاج سے آہستہ آہستہ ایران کا نقشہ تقریبًا یکسر بدل گیا۔ چنانچہ نصرت اسلام نے قدیمی مجوسی مذہب کی جگہ لے لی بلکہ ایران کی زبان بھی اس حد تک بدل گئی کہ "پہلوی" کی بجائے "فارسی" زبان کی اصطلاح وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ فتوحات عرب کے بعد کئی صدیوں تک عربی زبان ایران کی مذہبی، علمی اور سرکاری زبان کی حیثیت سے مستعمل رہی جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اہل ایران کی جدید زبان یعنی فارسی اور اُنکے نوزائیدہ لٹریچر کا نشوونما کلیتًہ عربی ادبیات اور عربی اسالیب بیان کے زیر اثر ہوا یہاں تک کہ اہل ایران نے اپنی زبان کی کتابت کیلئے قدیم پہلوی رسم الخط کو چھوڑ کر عربی رسم الخط اختیار کر لیا۔ فارسی شاعروں نے اُن بحروں اور وزنوں کو اختیار کر لیا جو عرب شعراء کے ہاں مروج تھے۔ ایک مدت تک وہ مضامین اور صنائع شعری میں بھی اُن ہی کی پیروی کرتے رہے۔ نثر نگاروں کی زبان بھی عربی الفاظ سے بھرپور تھی۔ ایرانی نحویوں نے جب فارسی کی گرامر تدوین کی تو بعینہا وہی اصطلاحات اختیار کریں جو عربی زبان کی صرف ونحو کیلئے تجویز ہو چکی تھیں۔ ان ہی وجوہات سے پروفیسر براؤن اپنی بینظیر تالیف لٹریری ہسٹری اوف پرشیا (جلد اول ص ۹) میں لکھتے ہیں کہ "مشرقی علوم کا آغاز میں نے ترکی زبان کے مطالعہ سے کیا مگر مجھے جلد ہی فارسی کی طرف توجہ مبذول کرنی پڑی کیونکہ ترکوں نے اپنا تمدن اور اپنے اسالیب ادب اہل ایران ہی سے لئے تھے مگر مجھے جلد ہی اس بات کا علم ہو گیا کہ عربی زبان اور ادبیات اور عربی تمدن کا علم حاصل کئے بغیر فارسی کی تحصیل کرنیوالا شد وبود سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔" اگرچہ امتداد زمانہ سے اہل ایران نے اپنے آپکو عربی اثرات سے بہت حد تک بتدریج آزاد کر لیا اور اُنکی قوت من حیث القوم

دوبارہ عود کر آئی، مگر جو عربی الفاظ صدیوں کے عربی تسلط کی وجہ سے اُن کی زبان میں داخل ہو چکے تھے وہ زبان کا جزو لاینفک ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ جو فارسی زبان تحریری اغراض کیلئے مستعمل ہوتی ہے یا عام و خاص کی بول چال میں برتی جاتی ہے اسمیں ایک کثیر تعداد عربی الفاظ کی موجود ہے جنکے صحیح مفہوم اور درست محل استعمال کیلئے عربی زبان کا جاننا از بس ضروری ہے۔ اہل ایران اس حقیقت سے خوب واقف ہیں چنانچہ ایران کے مدارس میں عربی زبان بطور ثانوی زبان کے ابتدائی جماعتوں ہی سے لازمی طور پر پڑھائی جاتی ہے۔

اگرچہ کچھ مدت سے بعض ایرانی حلقوں میں اسبات کی کوشش ہو رہی ہے کہ فارسی زبان سے عربی الفاظ کو خارج کر دیا جائے اور چند مصنفوں نے "نامہ خسروان" جیسی اجوبہ زا کتابیں لکھکر اس بارے میں عملی کوشش بھی کی ہے مگر انہیں چنداں کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ عربی عنصر صدیوں کے استعمال سے فارسی کے رگ و پے میں اس طور پر پیوست ہو چکا ہے کہ جو قدیم اور نامانوس فارسی الفاظ انہوں نے عربی الفاظ کی جگہ استعمال کئے ہیں، ان سے اہل ملک اس حد تک نا آشنا ہو چکے ہیں کہ وہ نامانوس الفاظ خود محتاج تشریح ہیں۔

مذکورہ بالا امور کے علاوہ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اہل ایران صدیوں تک مذہبی اور علمی اغراض کیلئے عربی زبان کو استعمال کرتے رہے ہیں جو نہ صرف عرب فاتحین کی بلکہ تمام عالم اسلام کی واحد مشترک علمی زبان تھی۔ چنانچہ پروفیسر براؤن نے اپنی تاریخ ادبیات ایران میں سینکڑوں ایسی عربی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو خالصتاً ایرانی دل و دماغ کا نتیجہ ہیں لہذا جو محقق ایرانیوں کی دماغی کاوش اور روح ایران کے مختلف مظاہر کا جامعیت کیساتھ مطالعہ کرنا چاہے۔ وہ اہل ایران کی عربی تصنیفات کو نظر انداز نہیں کر سکتا جن کے پڑھنے کیلئے عربی زبان جاننا ضروری ہے۔ ان ہی وجوہ کی بنا پر اکثر یونیورسٹیوں میں فارسی کے درجہ اعلیٰ کے طلبہ محققین کیلئے عربی زبان کا جاننا لابدی سمجھا جاتا ہے کیونکہ نہ صرف عہد اسلامی سے متعلق بہت سے ضروری تاریخی اور ادبی مصادر عربی زبان میں ہیں۔ بلکہ فتح اسلامی کے بعد ہر عہد کے ادب میں بیشتر عربی عنصر موجود ہے +

عربی اور ترکی زبانوں کے باہمی تعلقات

اگرچہ ترکوں نے اسلامی اطوار اور ادبی اسالیب اوّلاً اہل ایران سے اخذ کئے اور اُن کے ادب کا نشو و نما فارسی ادب کے زیر اثر ہوا مگر چونکہ خود فارسی زبان اور ادب میں عربی عنصر غالب تھا۔ لہذا یہ عنصر لامحالہ فارسی ادبیات کے واسطہ سے ترکی میں بھی منتقل ہو گیا۔ علاوہ ازیں مذہبی تعلقات کی وجہ سے بھی عربی زبان براہ راست ترکی زبان پر اثر انداز ہوئی۔ سلطنت عثمانیہ میں ابتدا ہی سے اسلامی قانون رائج تھا لہذا فقہ اسلامی کا غائر مطالعہ کرنے، ایک عمدہ فقیہ بننے اور مذہبی مناصب پر فائز ہونے کیلئے عربی زبان کا جاننا ضروری تھا علاوہ

جب سلطان سلیم کے عہد میں مصر بھی آل عثمان کی سلطنت میں شامل ہو گیا تو روم اور مصر کے علمی حلقوں میں ارتباط بڑھنے سے عربی تمدن کے اثرات ترکی سلطنت میں اور بھی زیادہ راسخ ہو گئے یہاں تک کہ استنبول علوم عربیہ کا ایک اہم مرکز بن گیا جہاں عربی دان علماء و فضلا کی شاہانہ قدردانی ہوتی تھی اور خود ترکوں کے ہاں عربی زبان کے بہت سے جید عالم اور لائق مصنف پیدا ہوئے مثلاً طاش کبری زادہ مصنف شقائق النعمانیہ و مفتاح السعادہ اور حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون جن کی تصنیف نے دنیائے اسلام میں عالمگیر شہرت اور قبولیت حاصل ہوئی۔ انکے علاوہ پرفیسر بروکلمن نے اپنی تاریخ آداب العرب کی دوسری جلد میں سینکڑوں ترک مصنفین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے عربی زبان میں فقہ، تاریخ، سیر اور دیگر فنون پر کتابیں لکھی تھیں۔

دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہی ترکوں نے اپنی زبان کی تحریر کیلئے عربی رسم الخط اختیار کر لیا تھا چنانچہ اُنکا دینی اور دنیاوی لٹریچر جو انہوں نے گذشتہ پانچصدی میں پیدا کیا ہے، عربی رسم الخط میں محفوظ ہے اگرچہ ترکوں نے کچھ عرصہ سے عربی کی جگہ لاطینی رسم الخط کو اختیار کر لیا ہے مگر اسبات کی توقع عبث ہے کہ اُن کا تمام گذشتہ لٹریچر لاطینی حروف میں منتقل ہو سکے، جو کچھ تو مخطوطات اور کچھ مطبوعات کی صورت میں موجود ہے۔ لہذا اسکا مطالعہ کرنے کیلئے عربی رسم الخط کا جاننا اور اُس لٹریچر کو کما حقہ سمجھنے اور اُس سے پورے طور پر لطف اندوز ہونے کیلئے عربی زبان کی واقفیت ضروری ہے +

عربی عنصر اُردو زبان میں اُردو زبان میں فارسی کے واسطہ سے نیز عربی کتابوں کے مطالعہ سے براہ راست عربی الفاظ کی جو کثیر تعداد داخل ہو چکی ہے اُس سے ناظرین کرام بخوبی واقف ہیں نیز جدید اصطلاحات کی وضع میں عربی زبان جس حد تک کام آ رہی ہے وہ بھی قارئین سے مخفی نہیں لہذا اس مضمون میں اردو زبان پر عربی کے اثرات اور احسانات کے متعلق تفصیلی گفتگو کرنا تحصیل حاصل ہوگا۔

عربی عنصر رومانی زبانوں میں عربوں نے اندلس پر اور جنوبی فرانس پر بھی تقریباً سات سو برس تک اور صقلیہ اور جنوبی اطالیہ پر تقریباً دو سو سال تک اس انداز سے حکومت کی کہ مفتوحہ اقوام کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ رہا جو فاتحین کے اعلی تمدن اور زبان سے اثر پذیر ہوا ہو چنانچہ آج بھی جبکہ ان ممالک سے عربوں کے سیاسی اقتدار کو رخصت ہوئے سینکڑوں برس گذر گئے ہیں رومانی (Romance) زبانوں یعنی اطالین، فرانسیسی، ہسپانی اور پرتگال میں سینکڑوں عربی الفاظ پائے جاتے ہیں جو عربی تمدن اور اسکے اثرات کی یاد دلاتے ہیں، متعدد مستشرقین نے اس قسم کے الفاظ کو مستقل کتابوں میں جمع کیا ہے اور انکے اشتقاق کے متعلق بہت دلچسپ اور بصیرت افروز تحقیقات حوالہ قلم کی ہیں۔ رومانی اور دیگر مغربی زبانوں میں جو عربی عنصر موجود ہے وہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ زمانہ حال کی تہذیب عربوں کی کس حد تک ممنون احسان ہے۔

(عنایت اللہ)

مطلع سعدین

و

مجمع بحرین

تالیف

مولانا کمال الدین عبدالرزاق سمرقندی

جلد دوم —— جزء سیم

از وقایع سنہ ۸۵۱ھ

وقایع سنه احدی وخمسین

ذکرِ حوادثی[1] که میرزا عبداللطیف را در راهِ خراسان پیش آمد

در[2] افتتاحِ این سال احوالِ اختلالِ دولت واقبالِ حضرت خاقان سعید باطرافِ بحر و بر و ممالکِ هفت کشور رسید وگردِ فتنه وغبارِ آشوب از مرکزِ خاک تا محیطِ افلاک صعود یافت، و دودِ آه و شعلهٔ افغان باوجِ ماه و ذروهٔ کیوان برآمد ع

کیوان شنیده صدرهٔ مه هم شنیده باشد[3]

واُردوی همایون[4] بیسر وسامان با دیدهاءِ گریان وسینها (ء) نالان ببلدة[5] الوزارهٔ سمنان رسیدند[6]، و درآن مقام وزراء عظام دستورِ اعظم   ۱۰

---

[1] کذا فقط درک، نسخ دیگر: حوادث که،   [2] ک: اصحاب کیاست واتفاق (اتقان ؟) وارباب فراست واتقان (ایقان ؟) خداوندانِ خرده دان ودانش دران حرکات این کر هٔ گردان دانند که جون مرزا عبداللطیف بسریر سلطنت ومستقر دولت مقرر ومعین شد وبسخنان (بسمنان) آمده نخست بزیارت حضرت شیخ ربانی رکن الملة والدین الشیخ علاءالدوله سمنانی (بجای درافتتاح . . . . . علاءالدوله سمنانی- یعنی از س ۲ (این صفحه) تا س ۱ (صفحهٔ آینده)]   [3] فقط ک ب،

[4] آ ب ب ب،   [5] آ: ببلدهٔ،   [6] ب ب ب آ: رسید،

خواجه غیاث[1] الدّین* پیر احمد الخوافی وصاحب اکرم خواجه شمس الدّین سمنانی که شب اوّل واقعهٔ هائله از اُردوی اعلی بیرون رفته بودند در سمنان بخدمت شاهزاده عبداللّطیف[2] التجا نمودند و بدستور زمان خاقان مرحوم در دیوان مُهر زدند، و شاهزاده بیوسون حضرت خاقان سعید باخلاص تمام متوجّه زیارت شیخ ربّانی و مرشد حقّانی رکن الملّة والدّین شیخ علاء الدّوله سمنانی قدّس سرّهٗ فرموده از روحانیت آنحضرت ۴۴ب مدد طلبید واز آنجا بجانب دامغان روان شد،

و داروغهٔ دامغان سعادت نام شقاوت فرجام الواب عصیان کشاده دروازهای دامغان[4] بسته بود[3] امراء[5]* قوچین که خویشان او[6] بودند هر چند نصیحت کردند التفات ننمود، و دراردو احوال تنگی ۱۰ ونایافت بحدّی بود که میدان بیان از شرح آن تنگ آید، وزبان تحریر از تقریر عاجز شود، و عبور لشکر منصور بی یراق از آن حصار دشوار، میرزا عبد اللّطیف فرمود که لشکر دایره وار پیرامون حصار محیط شوند و شهر را بسان مرکز درمیان گیرند، وچون لشکر در اطراف شهر فرود آمد شب اوّل امیر پیر لقمان برلاس شاهزاده را پشت داده روبدار السّلطنهٔ هراة نهاد، ومیرزا عبد اللّطیف بجنگ بسیار قلعه وحصار را مسخر ساخت وشعلهٔ خشم جهانسوز آتش در تر وخشک آن بلده انداخت وهرچه اسم شیٔ برآن افتد غارت یافت، وخون[7] سعادت قوچین را

---

[1] آ-، [2] ابن الغ بیگ، [3] آ: شده، [4] فقط آ: سمنان (بجای دامغان)
[5] ک، که میران وامراء (بجای وامراء)، [6] آ وب آ: آن نازنین (بجای او)،
[7] ک: جون، بآ: چون، اک: حون،

بشفاعتِ توچیناں[1] بخشید،

وببلدهٔ متبرکِ بسطام آمده شرفِ آن منزل ومقام وسعادتِ زیارتِ مشایخ اسلام قدس الله تعالی ارواحهم دریافت[2]، ومجاورانِ آنجا بعرض رسانیدند که چون میرزا ابوالقاسم بابر[3] باینجا رسید قاصدان از طرفِ ولایتِ جرجان بطلبِ او آمدند واو چون ابروباد بطرف[4] استراباد[5] درآمد، وبیانِ سخن آنست که حضرت خاقان سعید قولی همایون فرموده بود که هرسال چندامراء، تومان قشلاق در ولایتِ جرجان کرده از لشکرِ طرف[6] دشتِ قبچاق واوزبکانِ قزاق برخبر باشند، ودرین سال از امراء نامدار امیر هندوکه بود، وچون خبرِ واقعه ناگزیر از جانبِ ری بامیر رسید اوّل بضبطِ اسبانِ دیوان واموال وجهاتِ امرا اهتمام نمود، وقاصدان از چند راه بطلبِ میرزا ابوالقاسم بابر فرستاد وشاهزاده را بسلطنتِ مملکتِ مازندران وتمام خراسان نوید داد، وهمانا سابقاً[7] وعدهٔ بوده باشد که اگر صورتی چنین روی نماید بی توقف بولایت جرجان درآید، وچون شاهزاده عزیمتِ مازندران فرمود امیر هندوکه چند مرحله استقبال فرمود وشرایطِ نیکوبندگی بجای آورد، ومفصّلِ گلهاء اسپان بموقفِ عرض رسانید وخیمه وخرگاه وسراپرده وبارگاه وباقی اسبابِ سلطنت برسمِ پیشکش گذرانید، ومستحسن ومقبول آمد

۱۰

---

[1] فقط ک: توجیان (بجای توچینان)، [2] فقط اک +: بتخصیص مزار موردالانوار سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سره را زیارت فرمود، [3] ابن بایسنغر، [4] ق آ ب: بمملکت (بجای بطرف)، [5] اک: جرجان ومازندران (بجای استراباد)، [6] فقط ک —، [7] ق —،

و مملکتِ مازندران در قبضۂ اقتدارِ نوّابِ نامدار قرار یافت، و انوارِ سلطنتِ شاهزاده بر اطرافِ آن مملکت[1] تافت، وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ[2] بیت

شاهی زرّی بر آمد و مازندران گرفت
و انگه بضربِ تیغ تمام جهان گرفت[3]

میرزا عبداللطیف برین اوضاع اطلاع یافته به پلِ ابریشم آمد و از آنجا میلِ جانبِ[4] ماوراء النهر نموده باز از آن برگشت و عازمِ سبزوار شد، و در اثناءِ راه خبر آمد که جمعی امراء که باستدعاء میرزا سلطان محمد رفته بودند امیر سلطان شاه برلاس و امیر سلطان بایزید برلاس

10 پیشِ میرزا عبداللطیف می آیند، و امیر شیخ ابوالفضل پیشِ میرزا سلطان محمد توقف نمود و[5] امیر احمد از راهِ ترشیز بهراة رفت، و روزِ دیگر امراء برلاس رسیدند و میرزا عبداللطیف از سبزوار بجانبِ نیشاپور (ورق ۴۰۵)

۴۰۵و عزیمت نمود[5]. و مهدِ علیا گوهرشاد آغا همچنان محبوس بود و امراءِ ترخانی هم[6] گرفتار بودند،

و در نیشاپور معلوم شد که میرزا علاء الدّوله[7] در[8] ها[9] گنجهاءِ جهان کشاد و زرِ بسیار بهمه کس داد، و جمعی بهادران بطرفِ مشهدِ مقدّس[1] فرستاد و تمامِ این کلام بنوعِ بسطی سر انجام خواهد یافت،

---

[1] ق ب با: ولایت، اک مثل متن، [2] قرآن مجید ۳۸ (سورهٔ ص): ۸۸،

[3] برحاشیۂ ق: ازین بیت که در مدح کافیست اسم شریف بابر بیرون می آید بطریق معما،

[4] ق ـ، [5] از اینجا تا 'عزیمت نمود' از ب افتاده است،

[6] ک ـ، از روی ق. [7] ابن بایسنغر، [8] ق: در (بجای درها)، [9] ق با ب ـ،

ذکرِ سلطنتِ میرزا علاء الدّوله باستقلال و گرفتاریِ میرزا عبد اللّطیف بتقدیرِ ایزدِ متعال

از لمعاتِ نیّراتِ کلماتِ[1] سابق و رشحاتِ منشآت حکایات متناسق خاطرِ آگاه انتباه یافته و پرتو شعور بر آن تافته که حضرت خاقان سعید در آن زمان که رایاتِ آفتابِ اشراق بصوبِ مملکتِ عراق برافراشت میرزا علاء الدّوله را در دار السّلطنهٔ هراة بجای خود گذاشت، و چون در ملکِ رَی واقعه واقع شد مهد علیا گوهرشاد آغا قاصدی همعنانِ باد بصوبِ هراة فرستاد و شرحِ واقعه اِعلام داد، و میرزا علاء الدّوله جویهاء خون بر چهرهٔ لاله گون روان ساخت الّا داغی که بر صمیمِ دل بود بر صحرا نینداخت، و با امراء مشورت نموده مصلحت چنان دیدند که یک جمعهٔ دیگر بدستورِ معهود خطبه بنام و القابِ جناب مغفرت مآب مزیّن باشد، و چون مردم بسیار از اردو آمدند واقعه پنهان نماند بیت

درد فراقش تاکنون در دل نهان می داشتم
چون فاش شد یکبارگی دیگر چه پنهان دارمش

آوازِ ناله و*شیون از[2] حرسرا و روزن بعیّوق برآمد و صدای فریاد و زاری باوجِ گنبدِ زنگاری گذشت[3]،

و میرزا علاء الدّوله را داعیه بود که استرضاء(؟) عمّ بزرگوار

---

[1] فقط ک: کلام، [2] فقط ک س، [3] فقط ک: درگذشت،

میرزا الغ بیگ نماید و مبلغی نامی و تحفهاء گرامی بماوراء النهر
ارسال نماید؛ امّا چون اخبار از طرف میرزا عبداللطیف رسید که نسبت
با مهد علیا شیوهٔ بی حرمتی ورزید و طریق عُدوان را عازم است
و در عصیان جازم میرزا علاء الدّوله نیز آثار خلاف[1] اظهار کرد و دوال
اقبال بر کوزکهٔ استقلال کوفت[2]. و بحصار اختیار الدّین فرمود و خزاین
جهان راکشود و چندان زر بلشکر بخشید که بیش از آن در خزانهٔ خیال
و[3] گمان نمی گنجید؛ و از شاهزادگان میرزا صالح ولد میرزا پیر محمد شیرازی
و امیر اویس ترخان و امیر احمد ترخان را معیّن فرمود که همراه شمال
و صبا استعجال فرمایند و بطرف نشاپور رفته دستبردی نمایند؛ و اساس
۱۰ جمعیّت میرزا عبداللطیف را بر انداز زند؛ و مهد علیا و امراء ترخانی را
از حبس خلاص سازند؛ و امراء از راه سرخس بمشهد مقدّس[4] آمده دانستند
که میرزا عبداللطیف غافل است و تندخوئی و درشت گوئی عادت ساخته
و ایل و الوس را بغارت و تاراج خان و مان بر انداخته بیت[5]

همه جور و بیداد شد کار او   درین شیوه خلقی گرفتار او؛

و امراء از مشهد مقدّس[6] بنیشاپور آمدند و اندیشهٔ صایب و فکر
ثاقب بر تدبیر آن کار گماشته؛ و بهادران هر فوجی در گوشهٔ فرصت
نگاه داشته با یکدیگر مقرّر کردند که چون جهان مانند دل تباه کاران
۴۰۵ب سیاه شود و سپاه شب بر لشکر روز فیروز آید عزیمتی که دارند | با مضا رسانند؛

---

[1] فقط ق : خلاف ،   [2] فقط آ : کرفت ،
[3] فقط ک ـــ ،   [4] فقط در ک و اک ،
[5] فقط در ک ،

اورینٹل کالج میگزین (حصہ اردو)

اس علمی ادبی اور تاریخی سہ ماہی رسالہ کا سالانہ چندہ ۱۲ عہ ہے۔ اس رسالہ کا ضمیمہ پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کی طرف سے شایع ہوتا ہے اس کا سالانہ چندہ عا ر ہے یہ رسالہ ۱۹۲۵ء سے شایع ہو رہا ہے، سابقہ نمبر تھوڑی سی تعداد میں باقی ہیں (بجز اگست ۲۷ و ۳۱ء کے دو رسالوں کے کہ وہ ختم ہو چکے ہیں) قیمت فی نمبر . . . . عا ر

ذیل کے مقالات اور کتابیں جو اس رسالہ میں شایع ہوئیں الگ بھی مل سکتی ہیں:-

(۱) ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین جلد اول نمبر ۱ سلسلہ نمبر ۱
غزلیات حضرت امام العالم غوث الاعظم امیر سید محمد الملقب بہ نوربخش قیمت ۴ ر

(۲) سفرنامہ چین ۸۲۱ تا ۸۲۳ھ یعنی مضمون محصل روزنامچہ خواجہ غیاث الدین (نقاش) ایلچی بایسنغر میرزا ابن شاہرخ میرزا ابن امیر تیمور گورگان کہ حافظ ابرو در زبدۃ التواریخ درج نمودہ . . . . . . قیمت ۸ ر

(۳) فہارس لسان العرب حصہ دوم (فہرست قوافی) از مولوی عبدالقیوم ایم۔ اے۔ (زیر طبع)

(۴) مطلع سعدین از کمال الدین سمرقندی۔ مرتبہ پروفیسر محمد شفیع ایم۔ اے، پرنسپل اورینٹل کالج لاہور۔ ۶۷۶ صفحے چھپ چکے ہیں۔ باقی کتاب زیر طبع ہے

(۵) تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب۔ لابن الفوطی، جلد ۵۔ کتاب الکاف۔ قیمت عا ر

تمام درخواستیں پرنسپل اورینٹل کالج لاہور کے نام آنی چاہئیں

اورینٹل کالج میگزین

حصّہ اوّل

ایڈیٹر
محمد شفیع
(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

اورنٹیل کالج میگزین

عرض واجب

اغراض و مقاصد اس رسالے کے اجراء سے غرض یہ ہے کہ احیاء و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تاحد امکان تقویت دی جائے اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوق تحقیق پیدا کیا جائے ۔ جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ۔

کس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابل قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کئے جائیں گے ۔

رسالے کے دو حصے یہ رسالہ دو حصوں میں شایع ہوتا ہے حصہ اول عربی، فارسی، پنجابی دبحروف فارسی) حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی) ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ۔

وقت اشاعت و قیمت اشتراک یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شایع ہوگا سالانہ چندہ حصہ اُردو کے لئے ۲ اورنٹیل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی سہ ماہی کے رسالے کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری، مئی، ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ۔

خط و کتابت و ترسیل زر خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر صاحب پرنسپل اورنٹیل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ۔

محل فروخت یہ رسالہ اورنٹیل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ۔

قلم تحریر حصہ اُردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم اے اورنٹیل کالج سے متعلق ہیں اور یہ حصہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی کی اعانت سے مرتب ہوتا ہے ۔

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے اس لئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شایع ہوتا ہے ۔

فہرست مضامین

جلد ۱۸ عدد ۳	بابت ماہ مئی ۱۹۴۲ء	عدد مسلسل ۶۹

نوٹ:۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریدارانِ ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر طبع ہوا۔ اور
بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

فرہنگستان ایران

کچھ عرصے سے ہندوستان کے فارسی دان طبقے میں یہ اعتقاد پیدا ہو رہا ہے۔ کہ اہل ایران اس بات کے درپے ہیں۔ کہ فارسی زبان سے تمام خارجی (بالخصوص عربی)۔ الفاظ کو خارج کر کے زبان کو خالص بنایا جائے۔ ہندوستانی یونیورسٹیوں کے طلبہ امتحان کے پرچوں میں برابر اس عقیدے کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور بعض وقت اخباروں اور رسالوں میں بھی یہ اطلاع دیکھنے میں آتی ہے،

یہ بے بنیاد اور بے اصل عقیدہ اگرچہ بعض غلط فہمیوں پر مبنی ہے۔ لیکن ایک حد تک اسکو ہمارے اُن نام نہاد وطن پرستوں نے پھیلایا ہے۔ جو یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستان کی زبان کو بھی اسی طرح خارجی (یعنی عربی اور فارسی) عناصر سے پاک کیا جائے۔ بنابریں ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اس غلط اور مضر خیال کی جلد تردید کی جائے۔

اس خیال کی ابتدا غالباً یوں ہوئی۔ کہ آج سے تقریباً پانچ سال پہلے ایران میں ایک سرکاری اکیڈمی بنام فرہنگستانِ ایران قائم کی گئی۔ جس کے صدر بحیثیت عہدہ ایران کے وزیر اعظم ہیں۔ اُنہی دنوں اخباروں میں جب اس کے اغراض و مقاصد شائع کئے گئے۔ تو اُن میں بتایا گیا۔ کہ فرہنگستان کے فرائض میں یہ ہوگا۔ کہ وہ سرکاری محکموں اور علوم جدیدہ کے لئے نئی اصطلاحات وضع کرے۔ اور ایسا کرنے میں اس کی کوشش یہ ہوگی۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ فارسی الفاظ کو ترجیح دے۔ غالباً اسی سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔ کہ فارسی

میں تمام غیر زبانوں کے الفاظ کی بجائے، خالص فارسی کے الفاظ رائج کئے جائیں گے، بہتر ہوگا کہ ہم یہاں ناظرین کی خدمت میں فرہنگستانِ ایران کے نظام نامے کی وُہ دفعات پیش کریں جن میں اس کے اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں :۔

مادۂ اوّل ۔ برای حفظ و توسعہ و ترقی زبان فارسی انجمن بنام "فرہنگستان ایران" تاسیس می شود،

مادۂ دوم ۔ وظائف فرہنگستان بقرار ذیل است :۔

۱۔ ترتیب فرہنگ بقصد رد و قبول لغات و اصطلاحات در زبان فارسی،

۲۔ اختیار الفاظ و اصطلاحات در ہر رشتہ از رشتہ ہای زندگانی باسعی در این کہ حتی الامکان فارسی باشد،

۳۔ پیراستن زبان فارسی از الفاظ نامتناسب خارجی،

۴۔ تہیۂ دستور زبان و استخراج و تعیین قواعد برای وضع لغات فارسی و اخذ یا رد لغات خارجی،

۵۔ جمع آوری لغات و اصطلاحات پیشہ وران و صنعتگران،

۶۔ جمع آوری الفاظ و اصطلاحات از کتب قدیم،

۷۔ جمع آوری لغات و اصطلاحات و اشعار و امثال و قصص و نوادر و ترانہ ہا و آہنگہای ولایتی،

۸۔ جستجو و شناساندن کتب قدیم و تشویق بطبع و نشر آنہا،

۹۔ ہدایت افکار بحقیقت ادبیات و چگونگی نظم و نثر و اختیار آنچہ از ادبیات گذشتہ پسندیدہ است ۔ و رد آنچہ منحرف می باشد۔

و راہنمائی برای آئندہ،

۱۰- تشویق شعراء و نویسندگان در ایجاد شاہکارہای ادبی،

۱۱- تشویق دانشمندان بتالیف و ترجمۂ کتب سودمند بفارسی فصیح و مانوس،

۱۲- مطالعہ در اصلاح خط فارسی،[۵]

الخ

اب میں ناظرین کی خدمت میں اُن الفاظ اور اصطلاحات کا مطالعہ پیش کرتا ہوں۔ جو فرہنگستانِ ایران نے اس وقت تک رائج کئے ہیں۔ یا اُن کے استعمال کو مناسب قرار دیا ہے۔ یہ واضح رہے۔ کہ فرہنگستان کے تجویز کردہ الفاظ کا استعمال پبلک کے لئے لازم و واجب نہیں ہے۔ اور اُن میں عام بول چال کے الفاظ کچھ زیادہ ہیں بھی نہیں۔ بلکہ بیشتر اصطلاحات ہیں۔ جو سرکاری محکموں میں جاری کی گئی ہیں یا مدارس میں بطور اصطلاحاتِ علومِ جدیدہ (مثلاً علمِ طبعیات، علمِ نباتات، علمِ حیوانات وغیرہ) تجویز کی گئی ہیں۔ یعنی وُہ علوم جو اس سے پہلے فارسی زبان میں مروّج نہ تھے۔ برخلاف اس کے جو علوم کہ فارسی میں صدیوں سے جاری ہیں۔ مثلاً فلسفہ، اخلاق، صرف و نحو، علومِ دینی، طب، جغرافیہ، وغیرہ اُنکی اصطلاحات بدستور وہی

[۵] ناظرین کرام عبارتِ بالا کو (جو فرہنگستان کے "اساس نامے" کی عبارت ہے) اس نظر سے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اس میں عربی الفاظ کس کثرت کیساتھ استعمال ہوئے ہیں، مادۂ دوم کی دفعہ ۲ سے ظاہر ہے۔ کہ غیر زبانوں کے صرف "نامتناسب" الفاظ کو خارج کرنا مقصود ہے۔ فرہنگستان کے عہدہ داروں کے لئے جو نام تجویز ہوئے ہیں۔ وہ بلا استثناء سب عربی ہیں: عضو (ممبر)، منشی (سیکرٹری)، نائب رئیس (وائس پریذیڈنٹ)، رئیس (پریذیڈنٹ)، مخبر (رپورٹر)،

ہیں - اور وُہی رہیں گی -

اس وقت تک گزشتہ چار سال کے عرصے میں کُل ۱۴۵۷ الفاظ اور اصطلاحات منظور ہو چکے ہیں - اُن کی فہرست کو دیکھنے سے بے شک یہ ماننا پڑتا ہے - کہ ان میں اکثر و بیشتر فارسی ہیں - اور فرہنگستان کے اغراض و مقاصد میں یہ اصول ویسے بھی شروع ہی سے تسلیم ہو چکا ہے - کہ یہ اصطلاحات حتیٰ الامکان فارسی ہوں گی - مثالوں سے معلوم ہوتا ہے - کہ جہاں تک ممکن ہو سکا ہے - نہایت عام فہم اور مانوس الفاظ کو اختیار کیا گیا ہے - جن کے سمجھنے میں اور استعمال میں نہ کسی طرح کی دقت ہے - اور نہ کسی کو اعتراض - مثلاً آبفشان (جغرافیے میں) بمعنی Geyser (گرم پانی کا چشمہ)، باستان شناسی (Archaeology)، بافت شناسی (Histology)، بالینی (Clinic) پایان نامہ (Thesis)، تخم دان (Ovary)، زہر شناسی (Toxicology)، کاخ دادگستری (High Court)، گردشِ خون (Circulation of blood)، واکنش (Reaction)، آویزہ (Appendix)، زایش گاہ (Maternity Hospital) وغیرہ -

اس بات کا سب سے بڑا ثبوت کہ الفاظ و اصطلاحات کے وضع کرنے میں کسی قسم کے تعصب یا عناد کو دخل نہیں ہے - یہ ہے کہ اس فہرست میں بہت سی جدید اصطلاحات ایسی ہیں - جو بلا تکلف دوسری زبانوں سے لی گئی ہیں - میں مثال میں ہر غیر زبان کی چند اصطلاحات پیش کرتا ہوں :-

۱- فرانسیسی :- ترانزیت (Transit)، تمبر (ڈاکخانے کا ٹکٹ)، کنسول (کونسل)، مدال (میڈل)، میکروب، مین -

(. mine یعنی تارپیڈو)

۲ - انگریزی :- چیک (بنک کا)، فوتبال (فٹ بال)،

۳- عربی :- برات (ہنڈی)، جنس (. Species)، حسابداری (. Book keeping)، خزانہ، دغل، دلّال، دوفلزی (. Bi - metallic)، رای (ووٹ)، صرف (شرح تبادلہ)، کیسہ (. Cavity)، مفاصا (Discharge of accounts)، دَوران (. Era)،

۴- روسی :- دروشکہ (گاڑی)،

عربی زبان کے جن الفاظ کو خارج کیا گیا ہے - اُن کی دو شقیں ہیں - یا تو وُہ الفاظ ہیں - جن کے مترادف فارسی الفاظ اُسی قدر مانوس اور کثیر الاستعمال ہیں - اور ہر زمانے کے فارسی شاعروں اور مصنفوں نے اُن کو یکساں طور پر استعمال کیا ہے - اور عربی زبان کے سرگرم سے سرگرم حامی کو بھی اعتراض نہیں ہو سکتا - کہ ایسے فارسی الفاظ کو ترجیح دی جائے - مثلاً آزمائش بجائے تجربہ، آغاز بجائے ابتدا، بلندی بجائے ارتفاع، برابر بجائے مساوی بنیادی بجائے اصلی، بیماری بجائے مرض، پیوستہ بجائے متصل، پہنا بجائے عرض، تہی بجائے خالی، دریائی بجائے بحری، زندگی بجائے حیات، زہر بجائے سم وغیرہ - دوسری شق میں وُہ آسان اور عام فہم فارسی الفاظ ہیں - جو ثقیل اور غیر ضروری عربی ترکیبوں کی بجائے اختیار کئے گئے ہیں - جو یقیناً ایک مناسب عمل ہے - اور کسی معقول پسند آدمی کو اس میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہو سکتی - مثلاً راہنمائی و رانندگی جسکو سابقاً "شعبۂ تأمینِ وسائلِ عبور و مرور" (. Traffic Police) کہا جاتا تھا - یا مثلاً رنگین کمان بجائے قوس و قزح، زبانی بجائے شفاہی (Oral)،

زبرین بجائے فوقانی، زیرین بجائے تحتانی، زمین شناسی بجائے معرفۃ الارض
(Geology)، زندان بجائے محبس، شیرخوارگاہ بجائے دارالرضاعۃ، شناسنامہ
بجائے ورقۂ ہویت، فشار بجائے ضغطہ، کان بجائے معدن، کان شناسی بجائے
معرفۃ المعادن، سائش بجائے اصطکاک (Friction) نمک بجائے ملح،
وزارت راہ بجائے وزارت طرق وشوارع، ہنرپیشگان بجائے ارباب صنائع ظریفہ،
نو وارد بجائے جدید الورود، بایں ہمہ بجائے مع ذلک وغیرہ۔ اس دوسری
شق میں باوجودیکہ کسی قسم کے اعتراض کو دخل نہیں ہوسکتا۔ عربی ترکیبوں کی بجائے
فارسی ترکیبوں کے لانے میں کوئی خاص التزام اس بات کا نہیں کیا گیا۔ کہ
فارسی ترکیب میں عربی کا کوئی لفظ نہ آنے پائے۔ اور یہ مزید ثبوت اس بات
کا ہے۔ کہ عربی کے خلاف کسی قسم کی معاندانہ روش ملحوظ نہیں ہے۔ مثلاً
عند الحاجۃ کی بجائے وقتِ حاجت (دونو لفظ عربی ہیں)، علی الخصوص کی بجائے
بخصوص، علی الرسم کی بجائے بہ رسم، صحیح البنیۃ کی بجائے سالم، حسب المعمول
کی بجائے بنا بمعمول، حسب الوظیفۃ کی بجائے برحسبِ وظیفہ، بطئ الانتقال کی
بجائے دیرفہم وغیرہ۔ ان مثالوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مقصد صرف
ثقالت اور بھدے پن کو دور کرنا ہے۔ کسی خاص زبان کے الفاظ کو خارج
کرنا۔ اردو میں بھی ہم مقاطعۂ جوعی کی بجائے بھوک ہڑتال، کشتیِ تحت البحری
کی بجائے ڈبکنی کشتی اور قدیم الایام کی بجائے سدا کا لفظ استعمال کرنا یقیناً زیادہ
پسند کرتے ہیں،

فرہنگستانِ ایران کی اس نئی اصطلاحات کی فہرست کو میں نے ایک
ایسے شخص کی نظر سے دیکھا جو عربی زبان کے ایک نقطے کو بھی منسوخ ہوتے
دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ تاہم میں اعلانیہ یہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ مجھے اس فہرست

کو دیکھ کر کوئی شکایت نہیں ہوئی - ۱۴۵۷ الفاظ میں سے صرف اٹھارہ ایسے عربی الفاظ ہیں - جن کے بدلے جانے پر مجھے اعتراض ہے - اِن میں اکثر وُہ الفاظ ہیں جو صدیوں سے مانوس چلے آرہے ہیں - اور ان میں سے بعض علم حساب اور جیومیٹری کی وُہ اصطلاحیں ہیں - جن سے ہمارے کان ہمیشہ سے آشنا رہے ہیں - اور اُن کا بدل دیا جانا یقیناً قابلِ افسوس ہے - مثلاً زاویہ کی بجائے گوشہ، تفریق کی بجائے کاہش، ضرب کی بجائے بس شماری، مقسوم علیہ کی بجائے بخشیاب، اور مقسوم کی بجائے بخشی، کسر کی بجائے برخہ، اسی طرح کفیل اور ضامن کی بجائے پایندان، اور طبیب کی بجائے پزشک، مدّعی کی بجائے خواہاں اور مدّعا علیہ کی بجائے خواندہ،

ہمیں فارسی زبان میں سے فرانسیسی اور روسی الفاظ کو خارج ہوتے دیکھ کر یقیناً وُہ افسوس نہیں ہوسکتا جو عربی الفاظ کے لئے ہونا چاہئے - عربی زبان ہمیشہ سے فارسی کی پُشت وپناہ رہی ہے - اور فارسی نے اپنی ضروریات کو ہمیشہ عربی ہی سے پورا کیا ہے - عربی الفاظ فارسی زبان میں حقِ وطنیّت حاصل کر چکے ہیں - اُنہیں خارج نہیں کیا جاسکتا - علاوہ اس کے ہر تعلیم یافتہ ایرانی عربی زبان کو ایک لازمی زبان کے طور پر حاصل کرتا ہے - اور وُہ اس کے ہر رگ و ریشے سے واقف ہوتا ہے - برخلاف اس کے فرانسیسی اور روسی کے جاننے والے ایران میں ایک فیصدی بھی نہیں ہیں - لہٰذا ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہے - کہ فرہنگستان ایران نے ان زبانوں کے نامانوس اور نامتناسب الفاظ کو بدل کر فارسی الفاظ کو اختیار کیا ہے - مثلاً باشگاہ بجائے کلوب (کلب)، بازبین بجائے کنترلر، آسایش گاہ بجائے ساناتوریوم، پرتوشناسی بجائے رادیولنری، خردنگاری بجائے میکروگرافی، روزنامہ بجائے ژورنال، سخن رانی بجائے

کنفرانس یعنی لیکچر، سوخت آما بجائے کاربوراتور، شمارہ بجائے نمرہ، نمایندگی بجائے آژانس وغیرہ،

وضع اصطلاحات کے کام میں فرہنگستان ایران نے ایک اور بہت پسندیدہ کام یہ کیا ہے۔کہ پرانے جغرافیائی ناموں کو دوبارہ زندہ کیا ہے۔جس سے قدیم تاریخ کے سمجھنے میں بہت آسانی ہوگئی ہے۔ مثلاً قدیم شہر رَے کا نام (جو طہران سے چھ میل جنوب کی طرف ہے) کچھ عرصہ سے شاہ عبد العظیم پڑ گیا تھا۔اب اس کا نام دوبارہ رَے کر دیا گیا ہے۔ محمرہ کا قدیم نام خرم شہر تھا۔اب پھر وہی نام رکھ دیا گیا ہے۔گرگان میں بلیشک محلہ ایک قصبہ ہے۔جس کا نام تاریخی مناسبت سے بدل کر وشمگیر کر دیا گیا ہے۔

جہاں تک میں دیکھ سکا ہوں۔فرہنگستان نے مُردہ الفاظ کو زندہ کرنے کی بیجا کوشش نہیں کی۔ساری فہرست میں مجھے صرف تین لفظ ایسے ملے جو قدیم پہلوی زبان سے لئے گئے ہیں۔اور وہ یہ ہیں:۔ (۱) آمار بجائے احصائیہ (Statistics۔)، (۲) اُستان بمعنی ضلع ۔ (۳) بزہ کار بمعنی مجرم۔ہمیں یہ نہیں بتلایا گیا۔کہ اُن کے اختیار کرنے کی کیا خاص وجہ ہے۔

بیانِ بالا سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی۔کہ فرہنگستانِ ایران کے پروگرام میں ہرگز اِس قسم کی کوئی تحریک نہیں ہے۔جس کی رُو سے کسی خاص زبان کے الفاظ کے خلاف جہاد مقصود ہو۔فارسی زبان ترقی کر رہی ہے۔اور جدید مغربی علوم اس میں داخل ہو رہے ہیں۔آخر نئی اصطلاحات کی اُس کو لامحالہ ضرورت ہے۔ان نئی اصطلاحات کے وضع کرنے میں اگر ایرانیوں نے

یہ اصول مدِنظر رکھا کہ جہاں تک ہو سکے فارسی الفاظ کو اختیار کیا جائے۔ تو انہوں نے کیا بُرائی کی۔ ہم تو سمجھتے ہیں۔ کہ انہوں نے بہت اچھا کیا۔ اور خدا کرے اُنہیں اِس میں کامیابی ہو۔

یہ صحیح ہے کہ ایران میں چند ایسے سرپھرے لوگ موجود ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ فارسی زبان کو بالکل خالص بنایا جا سکتا ہے۔ جسکو وہ فارسیٔ سَرہ کہتے ہیں۔ لیکن اُنہوں نے جو کوششیں ' فارسیٔ سَرہ لکھنے کی کی ہیں۔ اُن میں اُنہیں ہر تحریر کے ساتھ ایک شرح یا فرہنگ لکھنے کی ضرورت ہوئی ہے۔ ایسی بے سروپا کوششیں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ ہم پُوچھتے ہیں۔ کہ کیا ایرانیوں کے لئے یہ ممکن ہے۔ کہ وُہ ایک نئی زبان پیدا کر کے اپنے ہزار سالہ ادبی جواہرات کے خزانے کو جس پر وُہ بجا طور پر نازاں ہیں۔ اپنے لئے بیکار کرلیں؟ یقیناً وُہ ایسا نہیں کرنا چاہتے۔ اور نہیں کر سکتے۔ اگر بالفرض اُن کے اربابِ حکومت بزورِ شمشیر انہیں ایسی بات پر مجبور کریں۔ جیسا کہ اُنہوں نے بعض اور باتوں پر اُنہیں مجبور کیا ہے تو وُہ یہ سمجھ لیں کہ ؎

سکندر را نمی بخشند آبی بزور و زر میسر نیست ایں کار[1]

اِس وقت ہمارے پیشِ نظر طہران کے ایک ہفتہ وار رسالے ' راہنمای زندگی ' کا ایک تازہ نمبر ہے۔ یہ منجملہ اُن رسالوں کے ہے۔ جو اپنے ہر نمبر میں فرہنگستانِ ایران کی نئی اصطلاحات کو شائع کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم نمونے کے طور پر اس رسالے میں سے ایک چھوٹا سا مضمون پیش کرتے ہیں۔ اور ناظرین سے ملتجی ہیں۔ کہ وُہ خود اس بات کا اندازہ

---

[1] یہ شعر دیوانِ حافظ میں اسی مسئلے میں تفاءل کے طور پر برآمد ہوا تھا'

کریں۔ فرہنگستانِ ایران کی پنج سالہ کارروائی کے بعد زبانِ فارسی کے
الفاظ میں کیا ردّوبدل ہوا۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس رسالے کے
محترم ایڈیٹر آقای مستعان بذاتِ خود فرہنگستان کے ممبر ہیں :۔

دوشیزگانِ آزاد!

بحمداللہ از برکت ترقیات مشعشعی کہ در بیست سال اخیر نصیب ما
ایرانیان شد و در سایۂ توجہ کامل و صحیحی کہ بہ تمدن اروپا کردیم مدتی است کہ
آزادی و بے پردگی و بے پروائی کامل نصیب یک عدہ از دوشیزگان ما
شدہ است و پدر و مادر این عدہ ہم از روی ناچاری و یا از نظر سستی غیرت
و کمی فکر و توجہ شدید بہ مادیات و ہوا و ہوس ہای زندگی دہنۂ ایں دختران را بسر
خود شاں افگندہ اند تا بہر جا کہ میخواہند بروند و ہر کار کہ میخواہند بکنند۔

در روزگارہای بد و کہنہ و پوسیدۂ قدیم اگر پسری پیش از غروب آفتاب
بخانۂ خود نمی رفت پدر و مادرش دنیا را زیر و رو میکردند و آن پسر بے نظم را
چناں سخت بباد ملامت و تنبیہ میگرفتند کہ تو بہ میکرد و دیگر یک قدم ہم بیہودہ از
خانہ بیرون نگذارد۔ نتیجۂ این عمل سفیہانہ و تربیت ناپسند مربوط بہ عصر حجری (!)
این میشد کہ جوانہا عفیف و پاکدامن و محجوب بار میآمدند' تا وقتی زن بگیرند
ہر چند در سی چہل سالگی باشد دستشان بطرف یک حرام یا حتی حلال دراز
نہ شدہ باشد' بعد از زن گرفتن فرزندان خود را ہم پاکدامن تربیت کنند۔ راستی
چہ بد بود! اینہم شد زندگی؟ باید ہمرنگ متمدنان جہان شد و چنانکہ در خور
امروز دنیاست زندگی کرد!! . . البتہ!

ما نیز ہمین کار را کردیم' نہ فقط پسرانمان را آزاد گذاشتیم کہ از پانزدہ شانزدہ

سالگی بعد سر خود باشند، سیگار بکشند، در میفروشی ہا و در ییلاق ہا و گردشگاہ ہا عرق بنوشند، بزنند، برقصند، بلکہ پر و بال دختران خود را ہم گشودیم، اجازہ دادیم ہر جا میخواہند بروند و بیایند، ہر کار میخواہند بکنند، برای خود رفیق و ہم گردش و ہم رقص و نامزد انتخاب کنند، نامہ رسان پست مستقیماً برای خودشان نامہ ہای سفارشی از دلباختگان بیاورد، برای خود پول در آورند، برای خود تجملات فراہم کنند،

در دسید رمان آنست کہ تأثیر این ترقی و تمدن و آزادی عجیب بجائے رسیدہ است کہ بعض پدران و مادران خیال میکنند کہ باید دختر انشان این طور باشد و میگویند "بچہ خودشان باید زندگی کنند، بزرگند، و عقل دارند و مصالح خودشان را تشخیص میدہند"

یک عیب دیگر موضوع، آنست کہ بیشتر پدران و مادران امروز بچہ ہائے بیست سی سال بیش میباشند و با یادآوری گذشتہ خود نمی توانند تصور کنند۔ کہ فرزندانشان دست خوش ہوس ہستند۔ و عقل نورسشان مغلوب ہواہای نفسانی است ۔ فراموش کردہ اند کہ جوانان را در ہر زمان بہ مقتضای دورہ و عصر شان تربیت باید کرد و مقصود از ین اندرز این نیست کہ باید آزاد شان گذاشت بلکہ باید دانست کہ درین عصر دست ہوس قوی تر از بیست سال پیش است و ازین رو بر مواظبت دختران و جوانان باید افزود ؛

محمد اقبال

غنیمت کنجاہی

مولانا محمد اکرم المتخلص بہ غنیمت فارسی زبان کے اُن خوش نصیب شعرا میں سے ہیں جن کے نام کو قبول عام کی سعادت نصیب ہوئی ۔ آپ کا دیوان غزلیات اور مثنوی نیرنگ عشق کئی بار طبع ہو چکے ہیں ۔ اور اکثر مضامین اور رسائل میں آپ کے اشعار بطور اقتباس شائع ہوتے رہتے ہیں ۔ مثنوی نیرنگ عشق عرصہ دراز تک درسی نصاب میں شامل رہی ۔ اور اب بھی کہیں کہیں مکتبوں میں پڑھائی جاتی ہے ۔

غنیمت کا وطن قصبہ کنجاہ ہے ۔ جو ضلع گجرات میں شہر سے سات میل کے فاصلہ پر جانب مغرب واقع ہے ۔ یہی قصبہ غنیمت کا مولد ہے ۔ اور یہیں آپ کا مزار ہے ۔ افسوس ہے کہ تذکرہ نویسوں نے آپ کی زندگی کے حالات قلمبند نہیں کئے ۔ مشہور تذکرہ نگار محمد افضل سرخوش نے جو غنیمت کے ہمعصر بھی تھے ۔ اپنی تصنیف "کلمات الشعرا" میں صرف اس قدر لکھا ہے "غنیمت از خاکیان ہند غنیمت بود ۔ دیوانے مختصر دارد ۔ مثنوی نیز فکر کردہ" ۔ بس اس کے بعد سات شعر بطور نمونہ کلام دیئے ہیں ۔ کلمات الشعراء کے علاوہ "مرآت آفتاب نما" "تذکرہ حسینی" "نشتر عشق" "مجالس النفائس" ۔ "مخزن الغرائب" وغیرہ تذکروں میں غنیمت کا ذکر ہے ۔ لیکن وہی الفاظ ہیں جو شکلیں بدل بدل کر پیش کئے گئے ہیں ۔ ان میں واقعات کا بیان صرف اتنا ہے کہ غنیمت کا اصلی نام محمد اکرم تھا ۔ آپ کنجاہ کے مفتی زادوں میں سے تھے ۔ شہنشاہ

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں شہرت پائی۔ نواب مکرم خاں (میر اسحٰق۔ گورنر لاہور) سے خاص اُنس تھا۔ اور اُنہی کی خدمت میں بسر اوقات کرتے تھے۔ فن شاعری میں سید محمد زمان راسخ سرہندی آپ کے اُستاد تھے[1]۔ عقیدہ کے لحاظ سے غنیمت صوفی تھے۔ اور سلسلۂ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مختصر سا دیوان اور مثنوی نیرنگ عشق آپ کی تصنیفات ہیں۔

فارسی تذکروں کے علاوہ یورپی مستشرقین نے بھی غنیمت کا ذکر اپنی تالیفات میں کیا ہے۔ ان میں زیادہ تر مذکورہ بالا تذکروں کی نقل ہے کہیں کہیں غلط بیانیاں بھی ہوئی ہیں۔ مثلاً ایتھے گرندرس میں لکھتے ہیں کہ غنیمت ۱۱۰۶ھ سے ۱۱۰۸ھ تک لاہور کا گورنر رہا۔ اس بیان کے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ اُنہوں نے کہاں سے لیا۔ یہی بیان بحوالہ "گرندرس" انسائیکلو پیڈیا اوف اسلام' میں نقل ہوا ہے۔ کسی تذکرہ اور تاریخ کی کتاب سے اس بیان کی تصدیق نہیں ہوتی۔ بلکہ مآثر الامرا اور دیگر تاریخی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا سنین (۱۱۰۶ھ سے ۱۱۰۸ھ تک) میں غنیمت کے مربی نواب مکرم خاں میر اسحٰق دوسری مرتبہ لاہور کے حکمران رہے[2]۔ اس لئے قیاس یہ ہے کہ ایتھے نے غنیمت کے نام اکرم کو اُن کے مربی کے نام "مکرم" کے ساتھ خبط کیا ہے۔ اگرچہ اکرم اور مکرم میں کافی فرق ہے۔ تاہم ایک مستشرق کے لئے اشتباہ کی گنجائش ہے۔

فارسی شاعروں کی زندگی کے حالات مرتب کرنے کا سب سے زیادہ مستند اور قابل اعتبار ذریعہ اُن کا اپنا کلام ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر ایسے شعرا کو جن کے حالات معلوم کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اسی طریقہ سے منظر عام پر لایا گیا۔ اسی خیال کے پیش نظر تذکروں سے مایوس ہو کر خود مولانا کی تصنیفات کی طرف رجوع کیا گیا لیکن افسوس ہے کہ اس میں بھی کوئی قابل قدر کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ سارے کلام کو شروع سے آخر تک مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے قائم کرنی پڑی کہ مولانا

---

[1] نشتر عشق و مجالس النفائس وغیرہ۔

[2] مآثر الامرا ص۶۹۶

نے قصداً اس بات کی احتیاط کی ہے۔ کہ اُن کی اپنی شخصیت پس پردہ پنہاں رہے۔
اب غنیمت کے حالات معلوم کرنے کا تیسرا ذریعہ یہ تھا کہ آپ کے وطن میں جا کر مقامی روایات یعنی بڑے بوڑھوں سے سنی سنائی باتیں جمع کی جائیں۔
مذکورہ بالا سہ ذرائع سے جو کچھ حاصل ہو سکا۔ ذیل میں سپرد قلم کیا جاتا ہے[1]۔

خاندان[2] غنیمت کے آباؤ اجداد ملک شام سے ہجرت کر کے قصبہ کنجاہ ضلع گجرات میں آکر آباد ہوئے۔ آپ کا خاندان زمانہ قدیم سے علم و فضل کا سرمایہ دار تھا۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ نظر محمد قدس سرہٗ کنجاہ کے مفتی تھے[3]۔ علاوہ ظاہری دولت و ثروت کے نعمت باطن بھی آپ کے خاندان میں موروثی تھی۔ آپ کے والد بزرگوار اور عم مکرم شیخ ابو البقا دونوں حضرت سید العارفین حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحمہ اللہ کے خلفا میں سے تھے

---

[1] غنیمت کی زندگی کے حالات مرتب کرنے میں میں نے کتاب شریف التواریخ جلد سوم الموسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ سے بہت مدد لی ہے۔ یہ کتاب سید شریف احمد صاحب نوشاہی از اولاد حضرت نوشہ گنج بخش قادری رحمہ اللہ کی تصنیف ہے اور اس کا مسودہ مصنف کے پاس ساہنپال شریف میں موجود ہے۔ مصنف نے بکمال فراخدلی راقم الحروف کو اپنی کتاب کے مسودات نیز اپنے کتابخانہ کے دیگر مخطوطات دیکھنے اور ضروری عبارات نقل کرنے کی اجازت دی۔ کتاب شریف التواریخ تین جلدوں پر مشتمل ہے اور علم تصوف اور اولیاء اللہ کے تذکرہ کے موضوع پر اتنی ضخیم اور مبسوط کتاب آج تک میری نظر سے نہیں گذری۔ افسوس ہے ایسی ضروری اور مفید کتاب بوجہ قلت زر طبع نہیں ہو سکی۔

[2] غنیمت کے خاندان کے متعلق مذکورہ بالا حالات کتاب ثواقب المناقب مصنفہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہی برادر زادہ غنیمت سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کا نسخہ میں نے سید شریف احمد صاحب مصنف "شریف التواریخ" کے پاس ساہنپال شریف میں دیکھا۔ مجموعہ مخطوطات شیرانی صاحب کی فہرست میں بھی کتاب ثواقب المناقب کا نام درج ہے۔ مگر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ کتاب ثواقب المناقب نہیں ہے۔ بلکہ تذکرہ نوشاہی مصنفہ حافظ محمد حیات صاحب نوشاہی ہے۔ کاتب نے غلطی سے اس پر ثواقب المناقب مصنفہ محمد ماہ لکھ دیا ہے۔ دراصل تذکرہ نوشاہی ثواقب المناقب اور رسالہ احمد بیگ لاہوری ایک ہی موضوع کی کتابیں ہیں۔ اور ان میں رسالہ احمد بیگ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ان کتابوں پر اپنے دوسرے مضمون متعلقہ محمد ماہ صداقت میں پوری تفصیل کے ساتھ بحث کرونگا۔

[3] نشتر عشق۔

اور دونوں صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

ولادت افسوس ہے کہ غنیمت کا سنہ ولادت معلوم نہ ہو سکا۔ آپ کی ولادت کا واقعہ سید جعفر شاہ گیلانی کنجاہی نے اپنی تصنیف "تحفہ کنجاہ"[1] میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ابھی آپ شکم مادر میں ہی تھے کہ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کی والدہ ماجدہ کو بشارت دی کہ اس حمل کو غنیمت جانو۔ یہ فرزند مقبول درگاہ خدا ہو گا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اسی واقعہ کی مناسبت سے اپنا تخلص غنیمت رکھا۔

آپ کو سن تمیز تک لکھنے پڑھنے کا کچھ شوق نہ تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اوائل عمر عالم جہالت میں بسر ہوئی۔ بالآخر سید صالح محمد گیلانی اچی ساکن چک سادہ کی نظر آپ پر پڑی۔ جس نے آپ کو جہالت کی پستی سے اٹھا کر علم کے اوج پر متمکن کر دیا۔

مذہب و مرشد غنیمت سنی المذہب تھے۔ اور آپ کا شمار سلسلہ قادریہ کے صوفیائے کرام کے زمرہ میں کیا جاتا ہے۔ منقول ہے کہ آپ کو جب راہ حق کی جستجو دامنگیر ہوئی۔ تو حضرت صالح محمد گیلانی کی بیعت ہو کر سلوک قادریہ طے کیا۔ اور خرقہ خلافت وارشاد حاصل کیا۔ سید موصوف حضرت غوث الاعظم رض کی اولاد میں سے تھے اور حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش رح کے مرید خاص تھے۔ تذکرہ نوشاہی میں لکھا ہے کہ حضرت نوشہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ صرف دو شخص میرے پاس خدا کی طلب دل میں لے کر آئے ان میں سے ایک حضرت صالح محمد ہیں۔ باقی سب کسی دوسری غرض سے آتے رہے ہیں۔ حضرت صالح محمد چک سادہ کے رہنے والے تھے۔ یہ گاؤں شہر گجرات سے مشرق کی جانب قریباً چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی جگہ آپ کا مزار ہے۔ مزار کے قریب ایک مسجد

---

[1] تحفہ کنجاہ کا ایک نسخہ کنجاہ میں مولوی عبداللہ صاحب کے کتبخانہ میں موجود ہے۔ افسوس ہے کہ میں اس کو نہ دیکھ سکا۔ تحفہ کنجاہ کے مصنف سید جعفر شاہ غنیمت کے قریب العصر تھے۔ یہ واقعہ مولوی عبداللہ صاحب نے سید شریف احمد صاحب کو سنایا اور میں نے ان کی کتاب شریف التواریخ سے نقل کیا۔

ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا غنیمت اس مسجد میں درس بھی دیا کرتے تھے۔ نیز کہ یہ مسجد پہلے پہل سید صالح محمد کی موجودگی میں مولانا غنیمت کے زیر اہتمام تعمیر ہوئی تھی۔ شاہ صالح محمد اپنے وقت کے بہت بڑے صاحب حال بزرگ تھے۔ اور اولیاءاللہ میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات سننے میں آئی ہیں۔ جن کو بخوف طوالت یہاں درج نہیں کیا گیا۔ آپ کا حال سلسلہ نوشاہیہ کے ذیل میں خزینۃ الاصفیا میں درج ہے۔
غنیمت کو اپنے مرشد کے ساتھ بے حد عقیدت تھی۔ چنانچہ اُن کا ذکر جن الفاظ میں کیا ہے ملاحظہ ہوں۔

بیا بنگر و رشاہ سے کہ آنجا — تجلیہا ست مشتاق تماشا
نظر گر سرمہ سا گردد ز توفیق — برین مہ حلقہ بینی چشم تحقیق
در کشور کشائے فیض مرشد — امام عاشقاں صالح محمد
سرو سر حلقۂ ساجد لانست — جنید وقت شبلی زمان ست
خیال از جلوہ او روح در بر — دہن از نام او لبریز کوثر
کند از یک نگاہ مہر پرور — کف خاک ترا خورشید انور

حضرت شاہ صالح محمد کی وفات ۱۱۰۲ھ میں بمقام چک سادہ واقع ہوئی۔ آپ کی اولاد کے پاس ایک کہنہ بیاض ہے جس میں ایک قطعہ تاریخ وفات درج ہے اور اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ قطعہ حضرت غنیمت نے موزوں کیا۔

چو شد آں حق خلیل عشق ثابت — بخواب راحت اندر مہد تربت
ہدایت کعبہ او باد معمور — باولاد گرامی چشم بد دور
خرد تاریخ سالش از رہ صدق — بگفتا ہے فتادہ کعبہ عشق
۱۱۰۲ھ

عشق پیران طریقت

غنیمت اپنے پیران طریقت خصوصاً حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کے عاشق صادق تھے۔ مثنوی نیرنگ عشق میں غنیمت نے

حضرت غوث الاعظم کی منقبت لکھی ہے جس کے چند شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

غنیمت اسے غلام غوث اعظم فدائے نام پاک قطب عالم

چو من خود را سگ کوئے تو خواندم باہوئے حرم نسبت رسا ندم!

خوش آرزوے کہ آرم رو بہ بغداد زسر پا کردہ از بند غم آزاد!

بگردم قدرت گر دیدہ باشم مراد دیدہ و دل دیدہ باشم

کنم از شوق بے تابی در آغوش زمیں آستاں از سجدہ روپوش

کنم زاں خاک در چشم ارادت! منور سرمہ تا روز قیامت

غنیمت کو حضرت غوث الاعظم کے مزار مقدس کی زیارت کی۔ زبردست خواہش تھی۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

اے خوش آندم کہ غنیمت زسر عجز و نیاز

سر قدم کردہ بطوف شہ بغداد رود!!

کتاب انوار القادریہ میں منقول ہے کہ آپ کو عشق غوثیہ اس حد تک تھا۔ کہ جہاں کہیں حضرت غوث پاک کا اسم مبارک سن پاتے جھٹ سجدہ کر دیتے۔ آپ کی اس روش کو دیکھکر کئی درویشوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ جب اس بات کی خبر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر غازی کو ہوئی تو اس نے آپ کو اور دوسرے درویشوں کو دربار میں طلب کیا۔ اور پوچھا کہ تم حضرت غوث الاعظم کا نام سنکر سجدہ کیوں کرتے ہو۔ سب درویش صاف انکار کر گئے کہ ہم تو نہیں کیا کرتے۔ لیکن غنیمت سے جب پوچھا گیا تو آپ غوث اعظم کا نام سنتے ہی سجدہ میں گر پڑے۔ آپ کا غلو عشق دیکھ کر آپ کو معذور رکھا گیا۔ اور پھر کبھی کوئی متشرع عالم آپ کا مزاحم حال نہ ہوا۔ یہ واقعہ خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔ البتہ اپنی اس روش کی طرف غنیمت نے ایک شعر میں اشارہ کیا ہے۔ یہ شعر حضرت غوث الاعظم کی منقبت میں کہا گیا ہے ؎

حدیثی گر لبیت وارد نمودی　　　شنیدن کردازدورش سجودی

شجرہ طریقت مولانا غنیمت کا شجرہ طریقت کتاب "تذکرۃ النوشاہیہ" میں اس طرح دیا ہے۔

حضرت مولانا شیخ محمد اکرم غنیمت کنجاہی۔ مرید حضرت شیخ سید صالح محمد گیلانی ساکن چک سادہ کے وہ مرید حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش علوی عباسی ساکن ساہنپال شریف کے وہ مرید حضرت سخی شاہ سلیمان نوری بھلوالی کے " اس طرح یہ سلسلہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہوا جناب خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ تک جا ملتا ہے۔

خوش طبعی تمام تذکرے اس بات پر متفق ہیں کہ غنیمت نہایت خوش خلق اور رنگین مزاج تھے۔ مثنوی نیرنگ عشق میں آپ کے مزاج کی شگفتگی نمایاں ہے۔ آپ کی حاضر جوابی کے متعلق ایک روایت ہے کہ ایک دن آپ کنجاہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ سامنے سے ایک شوخ و شریر لڑکا آتا ملا۔ اُس نے آتے ہی بدون سلام و آداب سوال کیا۔ "رباعی کس کو کہتے ہیں"۔ آپ نے اُس کی شوخی و بے باکی کو مدِنظر رکھتے ہوئے فرمایا۔ "رباعی یہ ہے "

رباعی[1]

شیطاں پسرے پیش من آمد در راہ　　　پرسید ز من وزن رباعی ناگاہ!

چوں شوخی طبعش دیدم گفتم　　　لاحول ولاقوۃ الّا باللہ!!

بدیہہ گوئی سید شریف احمد صاحب مصنف شریف التواریخ نے اپنی تصنیف تذکرۃ النوشاہیہ میں غنیمت کے بیان میں اخبار "پیغام" سے چند اقتباس نقل کئے ہیں۔ جن کو بعینہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

---

[1] یہ رباعی غنیمت کے دیوان میں درج نہیں۔ اس کا مصرعہ ثالث وزن سے ساقط ہے ممکن ہے اصل میں کوئی اور الفاظ ہوں۔ میں نے "شریف التواریخ" میں اس رباعی کو اسیطرح لکھا دیکھا ہے۔ شریف صاحب کا بیان ہے کہ یہ واقعہ اور رباعی کتاب "تحفہ کنجاہ" میں درج ہے

"آپ (غنیمت) جتنا بڑے بلند پایہ شاعر تھے۔ اتنا ہی بالکل سادہ طبیعت تھے۔ آپ کی سادگی طبع کو دیکھ کر کسی کو آپ پر علمیت کا گمان تک نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب پنجاب میں آپ کو کوئی صاحب ذوق ایسا نہ ملا۔ جو آپ کے کلام کی داد دیتا تو آپ مثنوی کے مسودات لے کر ایک ہاتھ میں مٹی کا حقّہ اور دوسرے میں لاٹھی پکڑے گھر سے بعزم دہلی چل دیئے۔ اور سفر طے کرتے ہوئے چالیس دن کے بعد دہلی پہنچ گئے۔ جامع مسجد کی سیڑھیوں کے نیچے بیٹھ کر آپ نے حقہ بھرا اور سرخوش کے مکان کا محل وقوع معلوم کیا۔ اور تھوڑی دیر میں وہاں چلے گئے۔ سرخوش کے پاس اس وقت چند ہم مشرب شعرا بیٹھے تھے۔ اور شعر و شاعری کی باتیں ہو رہی تھیں۔ دفعتہً خادم نے اطلاع دی کہ ایک "پنجابی دہقان" سلام کے لئے حاضر ہوا ہے۔ حاضرین میں سے بعض کی رائے تھی کہ اس پنجابی گداگر کو ٹال دیا جائے۔ مگر سرخوش کی وسیع الاخلاقی کو یہ گوارا نہ ہوا۔ انہوں نے جھٹ حضرت مولانا کو اندر بلا لیا۔ آپ گئے اور سلام کے بعد خاموش ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ سرخوش منتظر تھے کہ یہ گداگر خود اپنی حاجت بیان کرے۔ اور اس کے بعد اس کے سوال کا مناسب جواب دیکر رخصت کر دیا جائے۔ مگر حضور خاموش بیٹھے رہے۔ مجلس میں سے ایک صاحب نے جو ذرا زیادہ چلبلے تھے طعن آمیز انداز میں کہا۔ بڑے میاں کہیں آپ گونگے تو نہیں، اس پر آپ بولے اور فرمایا ؎

کردہ ام از مہر لب نقد بیانہا در گرہ ! بستہ ام چون غنچۂ سوسن زبانہا در گرہ [1]

آپ کی زبان سے یہ بلند مطلع سنکر سب کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوگئی۔ اور جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ شعر خود مولانا غنیمت ہی کا ہے۔ اور انہوں نے اس وقت فی البدیہہ فرمایا ہے۔ تو اور بھی ملتفت ہوئے۔ سرخوش نے اٹھ کر آپ کو سینہ سے لگا لیا اور اپنے برابر بٹھایا۔ اب پھر تذکرہ شعر شروع ہوا۔ مولانا سرخوش نے کہا کہ ہم سب اس وقت ایک خاص طرحی مصرع پر شعر لکھ رہے تھے۔ جس کا قافیہ ردیف "پست افتادہ است"۔ "مست افتادہ است" ہے۔ آپ بھی کچھ فرمایئے۔ حضور نے دو چار منٹ تامل کرنے کے بعد فرمایا ؎

---

[1] غزل ۲۴۳ ص ۱۰۱ دیوان غنیمت مطبوعہ لکھنؤ۔

وحشم پر زور و طاقت زیر دست افتادہ است | ہمچو موج از خود بکار من شکست افتادہ است
چاہ و راہ خویش کردیدند و چون گرد ا ہا | ہمت ارباب دنیا بسکہ پست افتادہ است
طاقت برخاستن چون گرد غنا کم نماند | خلق میدانند سبزہ رستہ مست افتادہ است[1]

یہ اشعار سنکر سب پھڑک گئے سب نے آنکھوں میں جگہ دی۔ مہینوں بہانی کی۔ مٹی کا حقہ توڑ کر چاندی کا حقہ جس میں سونے کی مُہنال لگی تھی۔ آپ کے لئے مہیّا کیا گیا۔ ایرانی طرز کے نئے جوڑے پہننے کے لئے پیش کئے اور واپسی پر آپ کی سواری کے واسطے ایک اعلےٰ درجہ کا عراقی گھوڑا مہیّا کیا گیا۔ اور اگرچہ اورنگ زیب کے عہد کی فضا شعراء کے لئے کچھ زیادہ سازگار نہ تھی۔ تاہم امرائے دہلی کی طرف سے اس قدر داد و دہش ہوئی کہ غنیمت کی باقی عمر آرام سے گذری۔

نیز منقول ہے کہ انہی ایام میں ایک دن آپ اپنے وظیفہ سے فارغ ہو کر سرخوش کی مجلس میں گئے۔ تو وہاں بعض دوسرے شعرا بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مشق سخن ہو رہی تھی۔ جو مصرعہ طرح سامنے تھا۔ اس کا قافیہ ردیف "قرار از من" "نگار از من" تھا۔ آپ بھی خاموش بیٹھ گئے۔ جب دوسرے شعرا اپنا کلام سرخوش کو سنا چکے تو حضور نے کہا کہ میں نے اس طرح میں چند شعر کہے ہیں سرخوش نے کہا پڑھیئے۔ چنانچہ آپ نے اپنی مرصع غزل پڑھی جس کے دو شعر یہ ہیں ؎

رقیبا من نمی گویم گل و باغ و بہار از من | بہار از تو گل از تو ہر دو عالم از تو یار از من
مرا اے باغباں از داغ دل برگ و نوا باشد | چمن از تو گل از تو بلبل از تو لالہ زار از من[2]

سرخوش یہ سُنکر نہایت مسرور ہوئے اور سب شعرا نے آپ کی عزت کی۔ (پیغام)

یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ سرخوش نے اپنے تذکرہ کلمات الشعرا میں اس ملاقات کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن یہ ملاقات ۱۰۹۶ھ کے بعد ہوئی ہوگی جیسا کہ روایت میں ہے۔ کہ مولانا مثنوی

---

[1] غزل ۵۸ ص ۲۳ دیوان غنیمت مطبوعہ لکھنؤ۔

[2] یہ غزل مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے۔ اور سرخوش کا بیان ہے کہ یہ شعر محمد حسین خالص کے ہیں (دیکھو کلمات الشعرا ص ۳۸ ب)

کے سودات ہاتھ میں لے کر بعزم دہلی گھر سے چلے تھے۔ اور مثنوی اُن کے اپنے بیان کے مطابق ۱۰۹۶ھ میں لکھی گئی۔

نمایاں گشت تاریخ نو آئیں　　　ز گلزار بہار فکر رنگیں

سرخوش نے تذکرہ کلمات الشعرا ۱۰۹۳ھ میں لکھا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں۔ (۱۰۹۶)

بکلمات الشعرا موسوم گردانید تاریخش نیز از نام بر آوردہ۔ کلمات الشعرا کے اعداد ۱۰۹۳ نکلتے ہیں۔ مگر اس تذکرہ میں بعض حالات ۱۱۰۰ھ تک کے ملتے ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سرخوش نے یہ تذکرہ ۱۱۰۰ھ میں یا اس کے بعد نظر ثانی کر کے دوبارہ مرتب کیا۔

شوق سیاحت شوق سیاحت لبنداد کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ لبنداو کے علاوہ غنیمت کو کچھ عرصہ کابل جانے کا شوق دامنگیر رہا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

شوق فائز می کند تکلیف سیر کابلم　　　شد غنیمت دیدۂ ما عرصۂ سرخاب ازو

لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ غنیمت کا یہ ارمان پورا نہ ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد گلشن کشمیر کی سیر کے شوق نے کابل کی خواہش کو سرد کر دیا۔

شد غنیمت سرد در خاطر ہوائے کابلم　　　بسکہ دل سرگرم سیر گلشن کشمیر بود

بیا بلبل اگر داری گلے نذر تماشا کن　　　غنیمت بہر سیر گلشن کشمیر مے آید

لیکن جلد ہی کشمیر سے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے وطن (پنجاب) کی محبت دل میں لئے ہوئے واپس آجاتے ہیں۔

آب شد کشمیر در چشم غنیمت از حجاب　　　تاکہ نادانستہ نام خطۂ پنجاب برد

حب الوطنی جذبۂ حب الوطنی غنیمت کے کلام میں خاص طور پر نمایاں ہے۔ مثنوی نیرنگ عشق میں پنجاب کی تعریف میں جو اشعار لکھے ہیں۔ ان کو آپ کی وطن دوستی کا معیار سمجھنا چاہیئے۔ فرماتے ہیں۔

ندیدم کشور غارتگر تاب　　　بخوبیہائے حسن آباد پنجاب

چہ پنجاب انتخاب ہفت کشور ۔۔۔ قسم خوردہ بخاکش آب کوثر
فضائے نشہ مستی ہوایش ۔۔۔ زمینے کآسمانہا خاک پائش

غرض اسی طرح کے سترہ بیت ہیں جن میں پنجاب کے باغ و بہار و آب و ہوا کی تعریف کی ہے۔ اور ساتھ ہی خوبرویاں پنجاب کے حسن صورت و سیرت کو بھی سراہا ہے۔

بتانش چوں زروے مہر جوشند ۔۔۔ شکر گویند و گوہر ئی فروشند
بخوبی ہا زکنعاں مے بردوست ۔۔۔ بریں دعوے کہ کردم شاہدے ہست

پنجاب کو ہر کشور و ہر دیار پر ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ ایران کے متعلق لکھا ہے۔

نخواہم لالہ زار گلشن ایران کہ سر بر زد ۔۔۔ گل داؤدی صبح وطن از خاک پنجابم

وفات کتاب ثواقب المناقب میں ہے کہ آپ (غنیمت) لاہور میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی صاحب (والد شیخ محمد ماہ صداقت مصنف ثواقب المناقب) آپ کو اٹھوا کر اپنے وطن میں لائے۔ راستہ میں ایک جگہ آپ پر غشی کی حالت طاری ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد افاقہ ہوا تو فرمایا کہ "ہم اپنے پیر روشن ضمیر حضرت سید صالح محمد گیلانی کے پاس گئے تھے۔ اور ایک قصیدہ ان کی تعریف میں بنا کر پیش کیا۔ جس کو انہوں نے نہایت مسرت کے ساتھ قبول فرمایا اور مجھے ایک خلعت فاخرہ عنایت فرمائی"۔ آپ کے بھائی صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اُس قصیدہ کے چند شعر بھی پڑھے جو مدہوشی میں استغراق کے عالم میں آپ نے بنایا تھا۔ اور قصیدہ کا مضمون نہایت اعلے اور مسلسل تھا۔ آخر آپ کنجاہ پہنچکر راہگرائے عالم باقی ہوئے۔

سال وفات ریو نے ۱۱۰۷ھ لکھا ہے[1]۔ سرخوش جن الفاظ میں غنیمت کا ذکر کرتے ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت تحریر غنیمت اس جہاں میں موجود نہ تھے۔ سرخوش کے الفاظ یہ ہیں:۔

---

[1] فہرست مخطوطات فارسی عجائب خانہ لندن ص۶۹۱

"غنیمت از خاکیاں ہند غنیمت بود" پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سرخوش نے تذکرہ کلمات الشعراء اولاً ۱۰۹۳ھ میں لکھا اور ۱۱۰۸ھ میں یا اس کے بعد اس پر نظر ثانی کرکے دوبارہ مرتب کیا۔ ان امور سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غنیمت کی وفات ۱۱۰۸ھ سے پہلے واقع ہوئی۔

مولانا غنیمت نے مثنوی نیرنگ عشق کی سنہ تصنیف خود ۱۰۹۶ھ بیان کی ہے۔ ؎

چو شد ختم ایں کلام سینہ پرورد
خرد تکلیف تاریخش ہمی کرد

نمایاں گشت تاریخ نو آئیں
زگلزار بہار فکر رنگیں

ان حالات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ غنیمت کی وفات ۱۰۹۶ھ اور ۱۱۰۸ھ کے درمیان واقع ہوئی۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ریو نے ۱۱۱۱ھ کس روایت کی بنا پر لکھی ہے غنیمت کے مزار پر جو کتبہ نصب ہے اس پر سنہ وفات ۱۱۱۱ھ لکھا ہے۔ یہ کتبہ بالکل جدید ہے۔ اس لئے اس کا بیان چنداں اعتبار کے قابل نہیں۔ البتہ ریو کی تاریخ قرین صحت معلوم ہوتی ہے۔

مزار مزار مبارک کنجاہ کے جنوب میں باغ دیواناں کے متصل واقع ہے۔ چند سال ہوئے کہ بخشی منظور علی صاحب نے آپ کے مزار کی مرمت کرائی۔ دروازہ پر سنگ مرمر کا ایک کتبہ نصب ہے جس پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

"تجدید عمارت مرقد منور حضرت شیخ محمد اکرم غنیمت کنجاہی متوفی ۱۱۱۱ھ باہتمام بخشی منظور علی صاحب تھانیدار ابن بخشی غضنفر علی صاحب متوطن رہتاس در ۱۳۴۲ھ واقعہ شد۔"

مزار کی تعمیر کے سلسلہ میں ایک عجیب قصہ عام لوگوں میں مشہور ہے۔ یہ قبر پہلے ٹوٹی پھوٹی اور ویران تھی بخشی منظور علی صاحب وہاں تھانیداری پر مامور تھے۔ ایک روز خواب میں بخشی صاحب کو غنیمت کی زیارت ہوئی۔ اور غنیمت نے بخشی صاحب کی توجہ اپنی قبر کی زبوں حالی کی طرف مبذول کرائی۔ اس کے بعد بخشی صاحب نے قبر کی مرمت کرائی۔ اور اس پر موجودہ عمارت تعمیر کرائی۔

بخشی صاحب موصوف آج کل گجرات میں بطور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس متعین ہیں۔ آپ کا

بیان ہے کہ یہ قصہ سراسر عوام کے دماغ کی تخلیق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آپ وہاں تھانیدار تھے۔ شہر کے لوگوں نے غنیمت کی قبر کی ابتر حالت بیان کی اور بخشی صاحب سے التجا کی۔ کہ اس کی مرمت کی کوئی سبیل نکالی جائے۔ چنانچہ بخشی صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور شہر کے چند فیاض طبع اصحاب کی امداد و اعانت سے پندرہ سو روپیہ جمع کر کے اپنی نگرانی میں اس مزار کو بنوایا اگرچہ یہ عمارت پختہ ہے لیکن اب بھی غنیمت جیسے بزرگ کی آرامگاہ کے شایاں نہیں۔

عُرس آج کل غنیمت کے مزار پر تین مجاور رہتے ہیں۔ ان میں سے مسمی غلام محمد کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ یہ لوگ عرصہ چالیس سال سے اس مزار پر جاروب کشی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ ان بزرگوں کو غنیمت کے حالات سے ذرہ بھر واقفیت بھی نہیں۔ وہ صرف اتنا جانتے ہیں۔ کہ ان کا نام محمد اکرم ہے۔ اور بڑی کرامت والے بزرگ ہیں۔ اور ان کی ایک کتاب بھی ہے۔ جس کا نام حسن و عشق نورنگ[۱] ہے۔ انہی حضرت سے معلوم ہوا کہ غنیمت کے مزار پر ہر سال ماہ جیٹھ کی آخری جمعرات کو عرس ہوتا ہے۔ لوگ دور دور سے آتے ہیں اور زائرین میں تبرک بھی تقسیم ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عرس قدیم الایام سے نہیں ہے۔ بلکہ انہیں مجاورین کا جاری کردہ ہے۔

کرامات مجاورین کے علاوہ کنجاہ اور گجرات کے اکثر لوگوں سے معلوم ہوا کہ غنیمت صاحب کرامات و خوارق بزرگ تھے۔ آج تک آپ کے مزار سے بھی لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔ خصوصاً مجنون اور دیوانے آپ کے مزار سے صحت یاب ہوتے ہیں۔ مشہور ہے کہ اگر کسی کو شاعر بننے کا شوق ہو تو آپ کے مزار پر چلہ کشی کرنے سے شاعر بن جاتا ہے۔ روضہ مبارک کے شمال میں بیر کا درخت ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے پتے کھانے سے کند فہم شخص بھی ذکی الطبع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ طلبہ اس کے پتے دور دور تک لے جاتے ہیں۔ اور اس کی برکت سے

---

[۱] نیرنگ عشق۔

فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ ۱؎

اخلاف غنیمت کی اولاد کے متعلق کوئی واقفیت بہم نہیں پہنچتی۔ آپ کے خاندان سے آپ کے بعد جس شخص نے شہرت و نام پیدا کیا وہ آپ کے برادر زادہ شیخ محمد ماہ المتخلص بہ صداقت ہیں۔ جنہوں نے غنیمت سے ہی تعلیم حاصل کی۔ صداقت شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی سرکار میں بعہدہ تحویل خزانہ مامور تھے۔ آپ اپنے وقت میں فارسی زبان کے بلند پایہ ادیب و شاعر تھے۔ منشی لچھمی نارائن کنجاہی جن کے رقعات مشہور ہیں اور کئی مرتبہ طبع ہو چکے ہیں اسی صداقت کے شاگرد تھے۔ صداقت کے حالات پر ایک علیحدہ مضمون سپرد قلم کیا جائیگا۔

کلام غنیمت اگرچہ بہت بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اُن کی شہرت کا باعث اُن کی شاعری ہے۔ اور یہ صرف اُن کا کلام ہی ہے جس کی وجہ سے اُن کا نام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ غنیمت کا کلام جو ہم تک پہنچا ہے ایک مختصر دیوان اور مثنوی نیرنگ عشق پر مشتمل ہے۔ تقریباً ہر لائبریری میں اُن کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ مجموعہ شیرانی میں مثنوی کا ایک نسخہ ۱۱۱۳ھ کا نوشتہ ہے۔ غالباً یہ قدیم ترین نسخہ ہے۔ مثنوی میں کل پندرہ سو شعر ہیں اور دیوان میں ۲۶۳ غزلیں اور چند متفرق اشعار ہیں۔ یہ بات تو تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ غنیمت جیسے قادر الکلام شاعر نے محض یہ چند غزلیں اور ایک مثنوی ہی لکھی ہو۔ اور ان کے علاوہ کسی اور صنف میں طبع آزمائی نہ کی ہو۔ لیکن اب جو کچھ بچا کھچا ہم کو ملا ہے۔ اسے ہی غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ دیوان اور مثنوی بیسیوں مرتبہ طبع ہو چکے ہیں۔ اس لئے اس جگہ نمونہ کلام دینے کی ضرورت نہیں۔

۱؎ غنیمت کے عرس کے موقع پر مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام کے افراد بھی خراج عقیدت ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ کنجاہ کے پنجابی شاعر لچھمن سنگھ بھولا نے مرقد غنیمت کی تعمیر کے موقعہ پر غنیمت کی تعریف میں چند اشعار بزبان پنجابی شائع کئے تھے۔ جن میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ غنیمت کی عظمت و احترام ہر مذہب اور ہر ملت کے افراد کے نزدیک یکساں ہے۔

غزلیات | غزلیات میں زیادہ تر ناصر علی سرہندی کا رنگ ہے۔ ناصر علی کے علاوہ صائب۔ قاسم دیوانہ۔ کلیم۔ نظیری۔ فغانی۔ جلال اسیر وغیرہ کی طرز پر بھی غزلیں لکھی ہیں۔ اور نہایت فراخ دلی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ ذیل میں چند ایسے اشعار درج کئے جاتے ہیں جن میں مذکورہ بالا شعراء کی تقلید کا اظہار کیا ہے۔

نیست ہم طرح علی بودن غنیمت در قدیم	مصرع رنگین نشد تا خون نشد اندیشہ ہا
پرسش حال علی کردم غنیمت در وحشش گفت	کشتۂ وضع خودم از طبع آزادم مپرس
غنیمت دل بر احوال علی سوزد کہ میگوید	درون بیضہ چون پروانہ فانوس ملتایم
تا رسانم نشاء طرز نظیری در غزل	با علی امشب غنیمت من بیک ساغر زدم
گر دلے داری غنیمت پند صائب گوش کن	حفظ دولت در پریشان کردن سیم و زر است
آنجا کہ حرف صائب شیرین سخن رود	شرط ادب نبود غنیمت جواب تلخ!
غنیمت از زبان گوشہ ابروے ہر مصرع	برائے میرزا صائب جواب سالکے دارد
در خیالم بود سوقی قاسم دیوانہ!	شب کہ در دست غنیمت دفتر اشعار بود
غنیمت با جمی دوش فکر شعر می کردم	پریشاں گشت مضموں قاسم دیوانہ پیدا شد
نالہ زنجیر از ہر مصرعہ من شد بلند	تا غنیمت ہم زمین قاسم دیوانہ ام
شب غنیمت مصرع ناخن بدل زد از کلیم	گر قدم در رہ نمی فرسود منزل دور بود
غنیمت چشم مست او نشد درنے طبیب من	فغانی وار درنہ درد خود را چارہ می کردم
از جاں اسیر طرز جلالم کہ گفتہ است	مائیم و یاد دوست غنیمت کجا برم

لیکن یہ نہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ غنیمت اُن استادان سخن کی طرز کی تقلید میں مقید رہا۔ دیوان میں ایسی غزلیں ہیں۔ جن میں غنیمت نے کسی استاد کی طرز کو لے کر اس میں اپنا رنگ چڑھایا۔ اور اس کو بالکل اپنی طرز بنا لیا۔ خود غنیمت کو اپنی اس

روش پر فخر تھا۔

دل نمیدانم غنیمت آشنائے طرز کیست — ہر نفس صد معنی بیگانہ در خاطر گذشت

غنیمت کو اپنی سخن سرائی و نوافہمی پر بجا طور پر ناز تھا۔ وہ اپنے آپ کو فرید روزگار سمجھتے تھے۔ اور اپنے اشعار کی قدر و قیمت لوگوں کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ایسے موتی پرونا کوئی آسان کام نہیں۔

غنیمت نیست آسان فکر معنی غنچہ میداند — چہ خونہا کردہ باشد تا کہ رنگین گشت مضمونے

دیگر

نیست ہم طرح علی بودن غنیمت در قدیم — مصرعے رنگین نشد تا خون نشد اندیشہ ہا

لیکن ساتھ ہی اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ کہ یہ سب ایک جادو سخن اُستاد کے فیض صحبت کا اثر ہے۔

غنیمت کو نوا فہمے کہ با من ہمزباں گردد — کہ عمرے کردہ ام شاگردئی دکھن چنینے

تمام بڑے بڑے شاعروں کی طرح غنیمت کو بھی اربابِ زمانہ کی ناقدر شناسی کا گلہ رہا ہے۔

نمی خرند غنیمت ز روے بیقدری — بہ نرخ خاک فروشیم گر ہنر ایجا

نظر بشعر غنیمت نمیکنی چہ کنم — زجاں عزیز تری قدر جاں چہ میدانی

لیکن ایسے سخن شناس و اہل معنی لوگ بھی موجود تھے۔ جو غنیمت کی قدر کرتے تھے۔

چوں غنیمت تا شدم فکر رسا را آشنا — دل نشین اہل معنی ہیچو اشعار خودم

مثنوی نیرنگ عشق

یہ مثنوی خود غنیمت کے اپنے بیان کے مطابق ۱۰۹۶ھ میں لکھی گئی۔ اس کا دوسرا نام "شاہد و عزیز ہے"۔ یعنی شاہد و عزیز کے عشق کی داستان ہے۔ شاہد معشوق ہے۔ اور عزیز عاشق۔ اسی رعایت سے مثنوی کا آغاز اس خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ کہ پہلے ہی شعر میں عاشق و معشوق

دونوں کا نام آگیا ہے۔

بنامِ شاہد نازک خیالاں　　عزیز خاطر آشفتہ حالاں

یہ بیت اگرچہ حمد باری تعالےٰ میں ہے۔ مگر شاہد وعزیز کے الفاظ جو کیفیت پیدا کر رہے ہیں۔ وہ غنیمت کا ہی حصہ ہے۔ بڑے بڑے شاعروں کی مثنویاں اُٹھا کر دیکھئے۔ آپ کو اس مطلع کا جواب کہیں نہ ملے گا۔ علم بدیع کی اصطلاح میں اس صنعت کو براعت الاستہلال کہتے ہیں۔

اسی طرح حمد ونعت وغیرہ کے بعد اصل قصہ کا آغاز اس خوبی سے کیا ہے۔ کہ گویا قصداً قصہ لکھنے نہیں بیٹھے۔ بلکہ یونہی باتوں باتوں میں ایک دعویٰ کر بیٹھے ہیں۔ اور اب اس کی دلیل میں یہ قصہ پیش کر رہے ہیں۔ یہ دعویٰ پنجاب کی تعریف کے ضمن میں ہے۔ فرماتے ہیں۔

بجو بہار کنعان می بر د دست　　بریں دعویٰ کہ کردم شاہدے ہست

شاہد سے مراد یہاں گواہ یا دلیل ہے۔ لیکن چونکہ قصہ شاہد نامی معشوق کا ہے اس لئے یہ لفظ ایک خاص لطف پیدا کر رہا ہے۔ یہاں سے قصہ کا آغاز ہوتا ہے۔

قصہ کی اصلیت یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ قصہ کی واقعیت پر بحث کی جائے۔ گجرات میں مختلف روایات سننے میں آتی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ غنیمت نے خود اپنا قصہ نظم کیا ہے۔ شہر گجرات کے نواح میں ماجرا نام ایک گاؤں ہے۔ (یہ گاؤں اب بھی ہے۔ اور یہی نام ہے) شاہد اسی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ غنیمت اس کے عشق میں مبتلا ہوئے۔ اور یہ واقعہ رونما ہوا ثبوت کے طور پر وہ غنیمت کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

اسیرم کرد کافر ماجرائی　　رہائی یا نبی اللہ رہائی

یہ شعر نعت رسولؐ میں ہے اور شارحین نے "کافر ماجرائی" کے معنی یہ بتائے

ہیں "کسیکہ ماجرائش ہجو کافر باشد" گجرات کے لوگ اسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ماجراگاؤں کے رہنے والے ایک کافر نے (بعض کا خیال ہے۔ کہ وہ کافر شاہد ہی تھا[1]) غنیمت کو دام محبت میں اسیر کر لیا۔ یہ شعر غنیمت کے مزار کی دیوار پر بھی جلی حروف میں لکھا ہے۔ میرے خیال میں گجرات والوں کو ماجراگاؤں کے نام نے شبہ میں ڈالا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ غنیمت نے یہ لفظ ٹھیک انہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ جو شارمین نے بیان کئے ہیں۔ کیونکہ یہی لفظ غنیمت نے ایک دوسری جگہ بھی استعمال کیا ہے ؎

چہ جور است ایں چہ کافر ماجرائی ست چہ ظلم است ایں چہ جادو افترائی ست

یہ شعر مثنوی کے نولکشوری ایڈیشن میں ص۲۷ پر ہے۔ اور یہاں ماجرا کے رہنے والے کافر کے بیان کا کوئی موقع نہیں۔ مصنف نشتر عشق کا بیان ہے "میرزا عبدالعزیز خلف والئی سیالکوٹ بمحبت امرد پسرے رقاص دل از دست دادہ و بمرتبہ فریفتہ جمال او گردید۔ کہ انگشت نمائے خاص و عام شد۔ غنیمت کہ بخدمت وسے حاضر بود۔ مثنوی نیرنگ عشق بہ احوال آں عاشق موزوں ساختہ"

تذکرہ حسینی میں مذکور ہے "مثنوی متضمن بہ عشق عزیز پسر نواب مذکور (نواب مکرم خاں) وحسن پسرے رقاص شاہد نام بسیار بمزہ گفتہ"

حاشیہ نگاروں نے مثنوی کے حاشیہ میں لکھا ہے "عزیز پسر نواب مکرم خاں کہ عاشق شاہد بود و با مولانا غنیمت اتحادے و اعتقادے داشت بعد از رفتن شاہد و توجہ عزیز از مجاز بہ حقیقت از مولانا موصوف فرمود کہ اگر ایں قصہ را کہ بچشم خود دیدہ است بقید قلم آرند ہر آئینہ یادگار ما و ایشاں ہر دو باشد"

مذکورہ بالا بیانات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ قصہ خود مولانا کے چشم دید حالات پر

---

[1] بیان کیا جاتا ہے۔ کہ شاہد کی قبر ماجراگاؤں کے نواح میں تا حال موجود ہے۔

مبنی ہے۔ اور اس کا ہیرو عزیز اُن کے محسن نواب مکرم خاں ناظم لاہور کا فرزند تھا۔
۱ مصنف نشتر عشق میں عزیز کو والئے سیالکوٹ کا لڑکا لکھا ہے۔ باقی سب تذکرے
اس امر پر متفق ہیں۔ کہ عزیز نواب مکرم خاں ناظم لاہور کا بیٹا تھا۔ اس لئے نشتر عشق
کا بیان غلط معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک مولانا کے چشم دید ہونے کا تعلق ہے۔ مثنوی
میں اس کا کافی ثبوت موجود ہے۔ بلکہ مولانا نے اس قصہ میں کچھ حصّہ بھی لیا ہے۔ جس کا
بیان مکتب کی داستان میں موجود ہے۔ عزیز کے سلسلہ میں مثنوی کے مطالعہ
سے کوئی خاص واقفیت بہم نہیں پہنچتی۔ صرف اس قدر آشکار ہوتا ہے۔ کہ وہ
حاکم وقت کا بیٹا اور ولی عہد ہے ؎

سر و سر خیل مجلس نوجوانے | بعلم عشق بازی نکتہ دانے
برنگ فکر خود صاحب تمیزے | چو نام خویش در دلہا عزیزے
ہمیں فرزند والاشان امیرے | سکندر شوکت افلاطون وزیرے
دراں فرمانروائی ہا کہ موجود | ولیعہدش اگر بود آں پسر بود

کتاب کے خاتمہ پر مولانا نے اس بات کا اظہار بھی کیا ہے کہ یہ مثنوی عزیز کی
فرمائش پر لکھی گئی ہے۔

حدیث عشق بود از گفتنم دور | و لے بودم بحکم امر معذور
سخن گفتم بامید تمیزے | گہر سُفتم بہ تکلیف عزیزے

ان اشعار سے تذکرہ حسینی کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔ کہ اس قصہ کا
ہیرو عزیز نواب مکرم خاں کا بیٹا تھا۔ مگر مآثر الامرا میں نواب موصوف کے حالات
دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپ لاولد تھے۔ ایک متبنٰی آپ نے بنایا تھا۔ جس کا
نام عبید اللہ تھا۔ " لاولد بود۔ عبید اللہ نامی متبنائے او رمشہور است"۔[۱] مآثر الامرا کے

۱ے مآثر الامرا جلد سوم ص ۴۹۶

اس بیان سے تذکرہ حسینی اور حاشیہ نگاروں کے بیان کی تردید ہو جاتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ والا شان امیر کون تھا۔ جس کا عزیز فرزند اور ولی عہد تھا۔ خود مولانا نے مثنوی میں اُس امیر کا نام نہیں لیا۔ اور نہ ہی اُس جگہ کا نام لکھا ہے جس کا وہ فرمانروا تھا۔ ہاں البتہ یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ واقعہ پنجاب میں رو پذیر ہوا۔

دریں کشور کہ پنجابش بود نام فقیرے بود بس نیکو سرانجام

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ مولانا غنیمت نواب مکرم خاں کی بارگاہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نواب مکرم خاں اس وقت جب کہ یہ واقع رونما ہوا یا کم از کم اس وقت جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی۔ کہاں تھے اور کس عہدہ پر تھے۔

یہ بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ مثنوی ۱۰۹۶ھ میں لکھی گئی۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ مثنوی واقعہ کے پیش آنے سے کتنا عرصہ بعد لکھی گئی۔ مگر اس کے مطالعہ سے گمان غالب یہ ہوتا ہے۔ کہ واقعہ سے بہت دیر بعد قلمبند نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ باور کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ۱۰۹۶ھ کے قریب رونما ہوا۔ مآثر الامرا میں ہے۔ کہ نواب مکرم خاں "بتازگی در سال بست و ششم بادراک ملازمت ناصیہ سعادت برافروخت و بحکومت لاہور تعین گشت۔ و در سال سی ام عزل یافت" معلوم ہوا کہ نواب مکرم خاں سب سے پہلے سال بست و ششم سے سال سی ام جلوس اورنگ زیب عالمگیر تک لاہور کے حکمران رہے یعنی ۹۴-۱۰۹۳ھ سے ۹۸-۱۰۹۷ھ تک۔ ان حالات و واقعات کے پیش نظر یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ واقع نواب موصوف کے عہد میں اور انکی مملکت میں رونما ہوا۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ واقع نواب مکرم خاں کے عہد میں اور انہی کی مملکت

میں رونپذیر ہوا تو پھر غنیمت کے اپنے بیان کے مطابق ہمیں یہ بھی ماننا پڑیگا ۔ کہ عزیز نواب موصوف کے فرزند و ولی عہد تھے ؎

نہیں فرزند والاشاں امیرے — سکندر شوکت افلاطوں وزیرے

دراں فرمانروائی ہا سے موجود — ولیعہدش اگر بود آں پسر بود

پس قیاس یہ ہے کہ عزیز عالم جوانی میں اپنے والد بزرگوار کو داغ مفارقت دے گئے ۔ اور نواب مذکور لاولد مرے ۔ مآثرالامرا میں مذکور ہے ۔ کہ نواب مکرم خان ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہوئے ۔

مثنوی نیرنگ عشق مثنوی کی خصوصیات بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اس مثنوی کے متعلق سید علی احمد ہاشمی سندیلوی مصنف "مخزن الغرائب" کی رائے یہاں نقل کی جائے ۔ آپ فرماتے ہیں "محمد اکرم غنیمت کنجاہی ۔ طبع روانے داشتہ اشعارش نازک وہموار است ۔ مثنوی قصہ عزیز و شاہد کہ افتتاح آں اینست ۔

بنام شاہد نازک خیالاں — عزیز خاطر آشفتہ حالاں

در ہند نہایت شہرت دارد ۔ لیکن آں مثنوی از فصاحت و بلاغت افتادہ ۔ فاما از مزہ خالی نیست"

معلوم نہیں کہ مصنف مخزن الغرائب ۔ کے نزدیک فصاحت و بلاغت کا معیار کیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ غنیمت کی یہ مثنوی فصاحت کی روح اور بلاغت کی جان ہے ۔ اور اس کو فصاحت و بلاغت کے معیار سے پست قرار دینا محض زبردستی ہے ۔ مثنوی نیرنگ عشق کل قریباً پندرہ سو ابیات پر مشتمل ہے ۔ خود غنیمت نے یہی تعداد بیان کی ہے ۔

پس از گفتن چو ابیاتش شمردم — باعداد غنیمت راہ بردم

ابجدی حساب سے غنیمت کے عدد پندرہ سو ہوتے ہیں۔ مطبوعہ متن میں ۴۹۵ ؛ شعر ہیں۔

خصوصیات زور کلام۔ سلاست اور روانی کے لحاظ سے غنیمت کی مثنوی ہندوستان کی فارسی شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔ زبان اس قدر شستہ و پاک ہے۔ اور اسلوب بیان میں اس قدر گھلاوٹ ہے۔ کہ بار بار پڑھنے سے بھی آدمی بے مزہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہندوستان میں بہت سی مثنویاں فارسی زبان میں لکھی گئیں۔ مگر کسی کو اتنی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ جتنی کہ غنیمت کی نیرنگ عشق کو ہوئی۔

غنیمت اور جامی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا غنیمت نے یہ مثنوی لکھتے وقت مولانا جامی کی مثنوی یوسف زلیخا کو بطور نمونہ پیش نظر رکھا ہے۔ دونوں کا وزن ایک ہے۔ ترتیب میں بھی یکسانیت ہے۔ اس کے علاوہ دونوں کے الفاظ میں جو نزاکت و لطافت ہے۔ تشبیہات و استعارات میں جو دلاویزی و دلفریبی ہے۔ طرز بیان میں جو شیرینی و روانی ہے۔ اس کا لطف دونوں مثنویاں سامنے رکھ کر پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک مقام پر غنیمت نے جامی کا ایک شعر نقل کیا ہے اور باقاعدہ اس کا حوالہ دے دیا ہے۔

حقیقت نشہ مستِ فیض جامی چنیں داد ست داد خوش کلامی

"کہ بے جام مے صورت کشیدن نیارد جرعۂ معنی چشیدن"

اگرچہ یوسف زلیخا اور نیرنگ عشق کے مضمون کا اختلاف مقابلہ کا متحمل نہیں ہو سکتا تاہم بعض مقامات ایسے ہیں۔ جن میں مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً غنیمت نے شاہد کی معشوقہ وفا کا اور جامی نے زلیخا کا حلیہ لکھا ہے۔ جن میں اُن کے الگ الگ اعضا کا بیان اور اُن کی تشبیہات قابل دید ہیں۔ اسی طرح غنیمت نے شاہد

اور جامی نے یوسف کی زنداں کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

غنیمت:۔

چہ زندانے بہ تنگی چوں دلِ مور | زگردش ساکنِ او زندہ در گور
چو بختِ دشمناں تاریک و تیرہ | تعفن تا بسقفِ او ذخیرہ
سیہ چوں باطنِ ظالم درونش | تبہ چون حالِ مظلوماں برونش
مکو ..زن دہاں بانشادہ مارے | درش درکہنہ گور افتادہ غارے
دراں محنت سرا جائے نفس گیر | چو شاہد نازنینے پا بزنجیر

جامی:۔

چو گورِ ظلم جویاں تیرہ و تنگ | گریزاں زندگاں از وے بفرسنگ
درو ضیق النفس ہر زندۂ را | نشیمن ہر ہرک ار زندۂ را
درو نگشادہ دست از صنع اوستاد | نہ راہ روشن و نے منفذ باد!
درش بستہ بقفل ناامیدی | ندیدہ غرۂ صبحش سفیدی
ہوائش مایہ بخش ہر وبائے | زمینش کشت زار ہر بلائے
سیاہ و تنگ چوں قارورۂ قیر | متاعِ ساکنانش غُل و زنجیر

ایسی کئی دلچسپ مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ خود غنیمت فرماتے ہیں۔

ہنوزم شوقِ گفتن بیشتر بود | دلِ معنی طلب کانِ گہر بود
و لے نرسیدم از تصدیع یاراں | نہ از زے از سخن پرہیزگاراں
میم لب تند و عہد پارسا ئیست | فزودن در تکلف نارسائیست
غنیمت اے سخن مدہوش لب کن | ملال افزا امشو ضبطِ نفس کن
مخاطب اندکے نازک مزاج است | سخن کم گو کہ کم گفتن رواج است

لیکن اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں مثنوی نیرنگ عشق کے متعلق مصنف کی اپنی رائے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

چو من ایں گوہر سیراب سفتم | شنیدن را مبارک باد گفتم
نہ شعر ایں انتخاب عشق بازی | ترا وشہائے زخم جانگدازی
نہ شعر ایں شورش امواج خونست | حدیثے از لب زخم درونست
نہ شعر ایں نالۂ خونی نوائیست | شکست شیشۂ دل را صدائیست
حدیث عشق بود از گفتنم دور! | ولے بودم ز حکم امر معذور
نیاز و ناز حرف گفتنی نیست | گہر از بس نزاکت سفتنی نیست
سخن گفتم بامید تمیزے | گہر سفتم بہ تکلیف عزیزے
بہ ترتیب معانی دل نہادم | رگ ابر گہر باری کشادم
بشوق معنی از دل خاست جوشم | شراب گوہر دل بردہ ہوشم
زخوبی ہائے شاہد بسکہ گفتم! | غبار از خاطر اندیشہ رُفتم
ز حرف شوخی آں چشم جادو | زبان خامہ شد مژگان آہو!
قلم ننوشت جز بے تابئ دل | دوا تم بود حلق مرغ بسمل
نمودم چوں حدیث عاشقے سر | پر پروانہ شد اوراق دفتر
بحرف دلگدازی لب کشودم | درین را دیدۂ گریان نمودم!
زچشم بلبلاں کردم دواتے | نوشتم ہمچو گل رنگین براتے
چو من بر ساز سیر آہنگئ عشق! | بنظم آوردم ایں نیرنگئ عشق
سزد کیں نامۂ نیکو سرانجام | بود نیرنگ عشقش در جہاں نام

صادق علی دلاوری

جنگنامہ یا سکھوں اور انگریزوں کی لڑائی کے حالات

جنگنامہ یا سکھوں اور انگریزوں کی لڑائی کے حالات مصنفہ بھائی کاہن سنگھ جی کا ایک قلمی نسخہ بحروف فارسی، ایک پبلک لائبریری پٹیالہ میں پڑا ہوا ملا۔ اور دوسرا محترم بزرگ پروفیسر محمود شیرانی صاحب کے ذریعے دستیاب ہوا۔ ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ بھائی کاہن سنگھ جی اپنے زمانے کے چند نامور شاعروں میں سے تھے۔ اور اُن کی تصنیف "جنگنامہ" تاریخی نقطہ نگاہ سے نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ اس جنگنامہ میں اُن لڑائیوں کا ذکر ہے۔ جو انگریزوں اور سکھوں کے درمیان مُدکی۔ پھیرو۔ بدووال اور سبھراواں کے مقامات پر ہوئیں۔ اس جنگنامہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں اُن تمام مشہور بہادروں کے نام درج ہیں جنہوں نے سکھوں کی طرف سے مذکورہ بالا لڑائیوں میں نمایاں حصہ لیا۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ صرف شاہ محمد ہی ایک ایسے شاعر ہو گزرے ہیں جنہوں نے ان لڑائیوں کو دیکھا۔ اور ان کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ جو سکھوں اور انگریزوں کے درمیان واقع ہوئیں۔ مگر موجودہ "جنگ نامہ" کے مل جانے سے یہ مزید انکشاف ہوا۔ کہ بھائی کاہن سنگھ صاحب نے بھی ان لڑائیوں کے حالات لکھے ہیں۔

ہمارے ملک میں کچھ ایسی رسم سی چلی آرہی ہے۔ کہ بعض کتابیں باوجودیکہ لوگوں میں بہت مقبول ہیں۔ لیکن ان کے مصنفوں کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ یا سرے سے ملتے ہی نہیں۔ چنانچہ بھائی کاہن سنگھ صاحب کا جنگنامہ تو ملا مگر اُن کی زندگی کے حالات کا صحیح تذکرہ کہیں سے ہاتھ نہ لگا۔ ہاں اتنا پتہ اُنکی شاعری سے ضرور چلتا ہے۔ کہ وہ سکھوں کی لڑائیوں کے وقت خود زندہ تھے۔ اور ضلع جالندھر کے ایک گاؤں بنگہ میں قیام پذیر تھے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔

عجب دیس دوآبہ میں بنگہ مکاں
لکھا جنگ نامہ اُسی درمیاں

یہ جنگنامہ ۱۸۴۶ء میں اُنہوں نے لکھا۔ اِس جنگنامہ کی زبان میں ہندی۔ اُردو اور پنجابی کی

آمیزش ہے۔ اُردو اور فارسی کے الفاظ اور محاورات بکثرت موجود ہیں۔ جیسا کہ:۔

سخاوت کند نیک بخت اختیار که مردِ سخاوت شود بختیار

پھر دیکھئے:۔

ملے گھوڑ چڑھے توپخانے کلاں

پھر:۔

صبوری بود کار صاحبدلاں صبوری بود پیشۂ عاقلاں

نیز ملاحظہ ہو:۔

تکبر اجے زیل[1] را خوار کرد بزندانِ لعنت گرفتار کرد

شجرہ نسب مہاراجہ رنجیت سنگھ

سردار مہان سنگھ (۱۷۶۰ء تا ۱۷۹۲ء)

مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۷۸۰ء تا ۱۸۳۹ء

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تین شادیاں کیں جن سے چھ لڑکے ہوئے۔ مگر اُن میں سے یہاں تین کے نام زیادہ قابلِ ذکر ہیں:۔

سردار دلیپ سنگھ	سردار شیر سنگھ	سردار کھڑک سنگھ
۱۸۳۷ء تا ۱۸۹۳ء	۱۸۰۷ء تا ۱۸۴۳ء	۱۸۰۲ء تا ۱۸۴۰ء
مہارانی جند کور سے پیدا ہوئے۔ سردار دلیپ سنگھ نے ایک جرمن سوداگر کی لڑکی مس بمبا ملر[2] سے شادی کی۔ جس سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔	مہارانی مہتاب کور سے پیدا ہوئے۔	مہارانی داتار کور سے پیدا ہوئے۔ اور چند کور سے شادی کی۔
		نونہال سنگھ ۱۸۲۱ء تا ۱۸۴۰ء

---

[1] عزازیل [2] Miss Bamba Muller.

۲۵ اپریل ۱۸۰۹ء کو سرکار انگریزی و مہاراجہ سنگھ کے درمیان جو عہد نامہ قرار پایا۔
اس کی رو سے دریائے ستلج کو سرحد قائم کیا گیا تھا۔
مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مشیروں میں سے راجہ دھیان سنگھ۔ فقیر عزیز الدین
فقیر امام الدین۔ راجہ دینا ناتھ اور سردار ہری سنگھ نلوا بڑی بھاری اہمیت رکھتے تھے۔ مہاراجہ
رنجیت سنگھ کے بعد کھڑک سنگھ گدّی نشین ہوا۔ مگر وہ جلدی ہی راجہ دھیان سنگھ جیسے غدّاروں
کے ہاتھوں قتل کروادیا گیا۔ اب اُس کا فرزند سردار نونہال سنگھ تخت شاہی پہ رونق افروز
ہوا۔ اسی اثنا میں راجہ دھیان سنگھ نے سردار جیت سنگھ کو بھی مروا ڈالا۔ ۵ نومبر ۱۸۴۰ء کے
روز سردار نونہال سنگھ اپنے محترم باپ کی رسوم انتقال سے فارغ ہوکر واپس قلعہ کی طرف
آرہا تھا۔ کہ دیوار کا ایک چھجّہ اُس پر دھیان سنگھ کی سازش سے گروادیا گیا۔ جو اس کی موت کا سبب
بنا۔ (دیکھو Encyclopaedia of Sikh Literature, Volume III Pages 2160-61)
نونہال سنگھ کی موت کے بعد رانی چند کور نے کچھ دیر حکومت کی باگ ڈور سنبھالی مگر جلدی ہی سردار
شیر سنگھ نے اُس کو برطرف کردیا اور خود مہاراجہ بن بیٹھا۔ رانی چند کور کا انتقال ۱۸۴۲ء میں ہوا۔
گھر کی پھوٹ نے سردار شیر سنگھ کو بھی راج نہ کرنے دیا اور وہ بھی ۱۸۴۳ء میں موت کے گھاٹ
اُتارا گیا۔ اِس کے بعد دلیپ سنگھ گدّی پر بیٹھا۔ اِس وقت اُس کی عمر صرف پانچ سال کی تھی۔
مہارانی جند کور راجہ لال سنگھ اور سردار تیج سنگھ کو دِل سے چاہتی تھی مگر یہ بات خالصہ پنتھ کو
پسند نہ تھی۔ یہ دونو سردار دِل کے سیاہ تھے۔ اُنہوں نے خانہ جنگی شروع کروادی۔ اور چاہا
کہ سکھوں کی فوج کو انگریزوں سے لڑوا کر کمزور اور تباہ کردیا جاوے۔ دوسری طرف انگریزوں
نے شہر فیروزپور میں ضرورت سے زیادہ فوج اکٹھی کرنی شروع کردی جس سے سکھوں کو پکّا
یقین ہو گیا۔ کہ وُہ پنجاب پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ لال سنگھ و تیج سنگھ یوں تو سکھوں کے سردار بنے رہے۔
مگر اندرونی طور پر انگریزوں سے جا ملے۔ اور یہی سب سے بڑا سبب سِکھوں کی شکست کا ہوا۔ سکھوں
کو پہلی ہار شہر فیروزپور کے ایک گاؤں مُدکی میں ۱۸ دسمبر ۱۸۴۵ء میں ہوئی۔
بلدیو سنگھ

(باقی دارد)

و این دو[1] قلعه* بتاریخ[2] مفتوح شد* مفتوح شد،

ر ۶۵ | و درین ولا امیر خلیل الله شروانی که در روزگار شروان شاه ثانی بود احرام ملازمت قبلهٔ اقبال و کعبهٔ آمال بسته یازدهم ذی الحجه بتقبیل دستبوس حضرت خاقان سعید مشرف گردید، و پرتو آفتاب دولت ع

بر چهرهٔ روزگار او تافت،

و منتصف همین ماه امیر جهان[3] شاه بن امیر قرا یوسف ببارگاه سلاطین پناه آمد و بعنایت و اعزاز مفتخر و سرافراز گشت، و امیر فرخ زاد برادر امیر خلیل الله باردوی همایون آمده سعادت ملازمت حضرت اعلی دریافت،

۱۰ و درین سال چهارم ماه شوال میرزا سلطان ابراهیم که فرمان فرمای ملک[4] فارس[5] و دارای مملکت* شیراز بود از دار فنا بمأوای بقا رحلت نمود، و آن شاهزاده بحسن مکارم اخلاق افسر مثال سرآمد سلاطین آفاق بود، و بانواع عنایت و رعایت که درباره[6] اهل فضل فرمود[7] بچوگان مکرمت گوی سبقت از میدان همگنان ربود و از غایت عنایت* که نسبت با این طایفهٔ گرامی داشت خاطر دوربین او بمعاونت این جماعت پیکر جان پرور چون کتاب ظفرنامه بر صفحهٔ روزگار یادگار گذاشت، و اللطف جهان و اشرف ایران مولانا شرف الدین علی الیزدی را طاب ثراه بنوعی تربیت فرمود

---

[1] نقط ک : واقعه (بجای دو قلعه)، [2] ک ــ، د : مفتوح شد ۸۳۸، ب ــ، ب : مفتوح شد، اک : سنه ۳۸ (بجای مفتوح شد)، [3] برای مظفر الدین جهانشاه رک به زامباور ص ۲۵۷، جلوس او بر تخت آذربایجان در ۸۴۱ھ واقع شد، و وفاتش در ۸۷۲ھ، [4] ب ا و ب : مملکت اک : تخت، [5] ب ا ب د، و دار الملک، [6] ب ــ [7] ک : فرموده،

که رشحات اقلام گوهر فروغ مولوی چنان دُرّی جهان افروز للعالمیان نمود [۵]

بیت

آفتاب است آن کتاب شریف کز فروغش جهان شود روشن

حضرت خاقان سعید از حدوث واقعهٔ جانسوز و ملول حادثه غم اندوز غمگین و اندوهناک شد، و قبای صبر بدست بیطاقتی پاره پاره و چاک چاک گشت، و آنحضرت برسم تعزیت بنشست و امرای عظام بشرایط آش و طعام و ختمات کلام ملک علام قیام نمودند، و صنادید ایران و توران چهل روز متصل به مجلس عزا حاضر شده طریق ملازمت مسلوک داشتند، و روز چهلم آش بزرگ داده فرمان همایون صادر شد که اکابر ایران و توران که تغییر لباس کرده بودند، همه را از جامهٔ عزا بیرون آورده، تشریفات پادشاهانه و خلعتهای خسروانه پوشانیدند، و آنحضرت تخت فارس را بفرزند رشید او میرزا سلطان عبدالله که در صغر سن بود ارزانی داشت، و تمام اختیار و زمام اقتدار آن مملکت بکف کفایت و قبضهٔ درایت شیخ محب الدین ابوالخیر[۱] بازگذاشت،

و هم درین[۲] ایام شاه ارغونشاه بدخشانی که از اعیان شاهان بدخشان بود و چون دولت و سعادت ملازمت اردوی همایون می نمود از وحشت آباد محنت و ملال بدارالبقا ارتحال فرمود **بیت**

همه را مال همین است و همین خواهد بود

و امیر ناصرالدین خاوندشاه[۳] بن امیر ارغون شاه برادر امیر جلال الدین فیروزشاه

---

[۱] رگ به دولت شاه ص ۳۰۱؛ حبیب السیر ۳ : ۳ : ۱۲۲ مثل متن؛ اما روضة الصفا ۶ : ۵ : ۲ نجیب الدین وارد بجای محب الدین که غالباً تصحیف است، [۲] فقط ک : درین (بجای درین)، [۳] بظاهر وی همان است که ذکرش بر ص ۲۲۳ آمده است۔ [۴] ترجمه اش را لطائف نامهٔ فخری (ص ۵۰) هم دارد،

که بعد از میرزا رستم بهادر حاکم اصفهان بود نهم ماه رجب در قشلاق ری وفات یافت، و نعش او را نقل بهرات کرده در کوچهٔ خیابان در گنبدی بغایت مکلف مدفون شد بیت

گر میر و گر وزیر و گر شاه و گر فقیر	راهیست رفتنی و طریقیست ناگزیر

و سیم ماه رمضان شاهزادهٔ جهان میرزا علاء الدوله را فرزندی بوجود آمد، و بمیرزا بایسنغر موسوم شد، و طوی بعظمت کردند بیت

اینست[1] حال دهر چنین باشدش مرور	گاهیست سوز[2] و ماتم و گه لذت و حضور[3]

شرح وبا و طاعون نعوذ بالله منها[4] که در دار السلطنة هراة و بلوکات واقع شد

(ورق ۳۶۶ب) دار السلطنة هراة بحسن صفات و لطف[5] آب و هوا	(۲۶۶ ب)
و سایر اسباب نشو و نما از باقی بلدان جهان ممتاز و مستثنی است، و در وسط اقلیم رابع قریب بمرکز واقع است، و چنانچه از کتب قدما معلوم است هرگز دران شهر وبا و طاعون و موت فجاءه حادث نگشته، درین سال بارادت حضرت ذو الجلال در شهر و بلوکات وبای عام و علت طاعون واقع شد چنانچه شرح آن از تحریر قلم و تقریر رقم بیرون ست، در[6] ماه جمادی الاخری و رجب این علت در شهر و بلوکات ظاهر شدن گرفت و چون خلایق هرگز مثل آن ندیده بودند و از پیشینیان نشنیده عاجز و متحیر ماندند،

---

[1] در اک این بیت را ندارد، [2] اک آب، [3] کذا، حبور؟ [4] ک، منها، [5] ک، مستثنی، [6] فقط ک: و در،

و روز بروز مرض و علت زیادت می‌شد، ناگاه کسی را دردِ سر و تبِ سوزان می‌گرفت و دانهٔ مقدار نخودی بیشتر یا[1] کمتر بر اعضا پیدا می‌آمد و بعد از یکدو روز بجوار رحمت ایزدی می‌پیوست، و بسیاری از صغار و کبار جلای وطن اختیار کرده باطراف و اکناف بیرون رفتند، و بیشتر بسلامت باز آمدند، و این علت[2] در ماه شعبان و رمضان طغیان کرد و در شوّال و ذی القعده بآن مرتبه رسید که نقل کردند[3] که در شهر و بلوکات یک روز ده هزار باین علت[4] درگذشتند[5]، والعهدة علی الراوی، گویند یک روز در شهر شمردند چهار هزار و هفت صد تابوت از دروازها بیرون بردند غیر ازآنکه حمالان بی تابوت برداشته اند و بسیار[6] بر اولاغان بار کرده بیرون بردند و در مغاکها انداخته و خاک برایشان ریخته پنهان ساختند، و همچنین در شهر[7] باین نوع دفن کردند و در بلوکات این حالات هم[8] بکثرت دهم به عدد زیادت از شهر بود، و هر مبالغه که قلم دو زبان در وصف آن واقعه ادا نماید عاقبت کار بعجز و قصور معترف آید، اولی[9] آنست که ذکر جمعی مشاهیر که باین علت جهان را وداع کردند گفته شود،

جناب ولایت مآب ارشاد انتساب شیخ زین[10] الملة والدین* الخوافی قدس سره*

دوم ماه شوال بسرای قربت و وصال ارتحال نمود، و جناب شیخ جهت تسکین و با دعا فرمود و فایدهٔ بر آن مترتب[11] نبود، و آنجناب را در

[1] ب آ ب ا: و د بجای یا، [2] فقط ک —، [3] ا ب ک: نقل کردند، [4] فقط ک —، [5] ا ک —، [6] ک، [7] ک: اولا، [8] فقط ا ک: قطب الدین. ی مذکور است به ص ۱۵۶ ا بعد، نیز رک به حبیب السیر ۳: ۳: ص ۱۲۶، [9] گ، — [illegible]

قریۂ مالان[1] مدفن ساختند و باز جمعی درویشان بآن مقام راضی نشده نعش غفران مآب را بدرویش آباد که ساختۂ شیخ بود نقل کردند و خاطر بعضی نیز آنجا نکشیده[2] قالبِ آنجناب در شمالِ شهر در جانبِ جنوبِ عیدگاه مدفون شد و جنابِ وزارت مآب دستور اعاظم الوزرا خواجه غیاث الدین پیر احمد الخوافی بر سرِ آن مزار فایض الانوار عمارتِ عالی ساخت و مزارع و مستغلات وقف فرمود تقبّل الله تعالی منه

وجناب اقضی القضاة فی الاسلام قاضی[3] صدرالدین محمد[4] بن قاضی قطب الدین عبدالله بن قاضی جلال الدین محمود الامامی ششم شوّال انتقال نمود و در مزارگازرگاه مدفن یافت[4]

و مولانای اعظم قدوة الفضلا مولانا ضیاء الدین نورالله الخوارزمی[5] خطیب و امام جامع هرات و عالم نحریر و صاحب تقریر و تحریر هم درین ماه وفات یافته در گازرگاه مدفون شد

وجناب شیخ الاسلام الاعظم مولانا زاده شمس الدین محمد ابن الامام الهمام صاحب المصنّفات الکبیرة والمؤلفات الکثیرة مولانا سعدالدین التفتازانی هشتم ذی القعده بسرای جاودانی[۲۶۶ ب] ا فرمود و بگازرگاه دفن کردند

و مولانا زادۂ اعظم نظام الدین احمد بن المولی المرحوم حاوی اصناف العلوم

---

[1] رک به لیستر: پنج ص ۱۰۱؛ [2] با آ: فرونیامده (بجای نکشیده)؛ اک بب: فرو دنیامده (اک: نیامد)؛ [3] رک به حبیب السیر ۳: ۴: ۱۴۷؛ [4] کت: شد؛

[5] کت: الخوافی؛ تصحیح از روی نسخ دیگر — بر ایشان رک به حبیب السیر جلد و جزو مذکور ص ۱۴۷؛

مولانا برهان الدین عطاءالله الخوارزمی[1] الرازی[2] اواسط ذی قعده رحلت نمود،
و در جوارِ مزارِ امام فخرالدین الرازی[3] مدفون شد، و برادرِ هنرپرورِ او
جامع الکمالات مولانا اصیل الدین تاج الائمه هم درین ماه فوت شد و
نزدیکِ برادر بخاک سپردند ع

دوست بر دوست رفت و یار بیار،

و مولانای اعظم[4] جلال الدین القاینی المحتسب که واعظ متشرّع بود و مردم را
از بیرون رفتن منع عظیم می فرمود فوت شد، و در قریهٔ جغرتان[5] که مسکنِ او بود مدفون شد،
و مولانای اعظم شمس[6] الدین محمدِ اوحد که مدّرسِ مدرسهٔ سبز برامان و خطیب و
امامِ مسجدِ جامعِ[7] بیرونیّ بود نماند،
و جنابِ قاضی زاده شیخ ابوسعید ابن شیخ شمس الدین بن قاضی جلال الدین
الامامی[8] وفات یافت و در گازرگاه مدفون شد،
و خواجه مجدالدین محمد برادرِ دستورِ اعظم خواجه غیاث الدین پیر احمد بدارِ بقا رفت،
و مولانا و شیخ الاسلام رکن الدین محمد بن شیخ الاسلام شهاب الدین الخیابانی
بفردوسِ برین خرامید و در حظیرهٔ امام فخرالدین مدفون گشت،

---

[1] اک: الخیوقی، ز: الخیوقی، م: الخواهی (کذا) [2] از ر، د، ب، ک — آ: الرازمی، [3] بعدش در
آ، ب، ت، اک +: که مدفن بزرگوار او بود، [4] یورش با آ، ب، ت، اک +: افتخار الناصحین [5] وی مذکور است
در حبیب السیر جلد ۳ جزء مذکور ص ۱۴۷، مدرسه‌اش مذکور است در لطایف نامهٔ فخری ص ۲۵، بقول صاحب
حبیب السیر این مدرسه در جانب جنوب مسجد جامع هرات بود مشهور به مدرسهٔ پیش برد،
[6] ب، ت، و حبیب السیر: جغرتان، اک: خل متن، با: حصرتان، [7] رک به ص ۱۴۷،
[8] حبیب السیر جزء مذکور ص ۱۴۷: جامع مهد علیا گوهرشاد آغا، [9] در حبیب السیر
جزء مذکور ص ۱۴۸ +: برادرزادهٔ قاضی قطب الدین عبدالله،

و مولانای اعظم جامع الفضایل مولانا کمال الدین حسین بن اسد وفات یافته در گازرگاه نزدیک مزار بزرگوار شیخ[۱] مدفون[۲] شد،

و خواجه[۳] عبدالقادر گوینده که در انواع فضایل صاحب نصاب کامل[۴] بود قاری و شاعر و خطاط و در علم موسیقی والحان و ادتار سرآمد ادوار و در نقش و عمل بی بدل براه اجل رفت، و گویند در زمان سلطان احمد بغدادی خواجه[۵] رضوانشاه از نظایر و اشباه در فن موسیقی ممتاز بود و خواجه عبدالقادر نوجوان درین فن شروع می نمود، و خواجه رضوانشاه نوبتی ساخته بود مشتمل بر دوازده مقام و بیست و چهار شعبه، و باقی اصول و فروع و سایر نغمات و نقرات که در آن باب در حساب آید، و بآن نوبتِ مرتب مفاخرت می نمود، خواجه عبدالقادر دعوی کرد که سی روز هر روز یک نوبت سازد، و ماهِ رمضان نزدیک بود ۱۰ سلطان فرمود که شعر عربی و نظم فارسی ندمای مجلس اختیار کنند و هر روز نوبتی ساخته بعرض رساند، و خواجه سی روزِ رمضان هر روز یک نوبت مرتب مکمل بعرض رسانیده روز آخر هر سی نوبت را بترتیب گذرانید، و تمام مهرهٔ فن بتخصیص خواجه[۶] رضوانشاه را متحیر گردانید، و سلطان دربارهٔ او احسانِ فراوان فرمود، و همه وقت او را بیارِ عزیز خطاب می نمود، فی الجمله خواجه عبدالقادر نیز بیت

دمی چند بشمرد و ناچیز شد — بخنده فلک گفت او نیز شد،

---

[۱] اک مثل متن، آ: عمر، [۲] آ با: قدس سره مرقد مهد شد، [۳] برای شرح احوالش رک به حبیب السیر ۳: ۳: ۱۴۷، و دولت شاه (بذریعه فهرست اسماء الرجال در آخر آن کتاب)
[۴] کت: و کامل، آ —، [۵] ضلعت خواجه رکی تبریزی، برای وی رک به دانشمندان آذربایجان ص ۱۰۰، [۶] آ —،

القصه چون اخبارِ خرابی شهرِ هرات و ملوکات و شرحِ وبا[1] و طاعون و
عدد موتی که زیادت از چند و چون بود باردوی همایون رسید۔ حضرت
خاقان سعید از جهتِ خرابی ولایت و فوتِ رعیت بتخصیص موتِ اکابر
بغایت ملول خاطر شد و حکم فرمود که مکاتباب که از جانبِ خراسان آید
هیچ آفریده نگشاید تا موجبِ تفرقهٔ خاطر نشود و همچنان سربسته بحضرت
آرند و بمعتمدانِ حضرت سپارند، و بر آن موجب عمل نمودند،

و در یورتِ قشلاق خبرِ وفات مرتضای اعظم مجمع الفضایل والحکم[2] امیر سید
نور الدین محمد بن الامیر الکبیر صاحب التصانیف المشهوره امیر
سید شریف الدین علی الجرجانی طاب ثراهما[3] از جانبِ (ورق ۲۶۷) شیراز (۲۶۷ لو)
رسید، حضرت خاقان سعید تمام مناصب و سیورغال[4] و مسلمیاتِ مرتضای ۱۰
مرحوم را باسامی نامی اولادِ گرامی[5] جنابِ مرتضوی امضا و اجرا فرمود،
و امیر مظفر الدین الیاس خواجه که بسببِ ضعف در قصبهٔ رادکان
که سیورغالِ او بود توقف نموده بود از عالمِ فانی بدار جاودانی در
ماهِ صفر سفر کرد، و آنحضرت رادکان را بامیر سید یوسف ولد امیر
سید خواجه عنایت فرمود و همه عمر در قبضهٔ تصرف و اختیار
او بود، و از بادشاهان کسی در آن محقر قصبه با او مضایقه
ننمود،

---

[1] آ: وفا، [2] لک بہ حبیب السیر ۳: ۲: ۱۲۷، [3] آ: ثراه، [4] آ: سیورغالات،
[5] لک + : ولد امیر شیخ علی بهادر،

عزیمت موکب ظفر نشان از یورت قشلاق بطرف مملکت آذربایجان

اوّل بہار کہ فرمان فرمای لیل ونہار آفتاب عالم تاب را بخانۂ شرف او فرستاد و لشکر سرما از طلیعۂ سپاہ ربیع پشت بہزیمت داد و قوای طبیعی باقبال اعتدال ربیعی در جولان آمد و ابر نیسان گلعذاران باغ و بستان را بدرہای شاہوار ولآلی آبدار زینت و آرایش بخشید حضرت خاقان آفاق از یورت قشلاق نہضت فرمود و منازل و مراحل باہستگی می پیمود ع

ہمی رفت باہوش و رای و درنگ

و ہر چند [روز ــ ظ] بمساعدت بخت فیروز در منزل مناسب توقف ۱۰ می نمود و از قزوین و سلطانیہ و زنجان گذشتہ بمرغزار اوجان[1] فرود آمد و اکابر اطراف و صنادید اکناف بسعادت ملازمت مشرف شدند، و سادات و قضات و اکابر و اشراف دار الملک تبریز شرایط استقبال بجای آوردند، و عواطف پادشاہانہ و مراحم خسروانہ ہمہ را نوازش فرمود، و پادشاہ عالم پناہ تابستان و تیر ماہ در مستقر سلطنت آذر بایجان گذرانید و طنطنۂ لشکر ظفر نشان باطراف جہان و مسامع عالمیان رسانید، و تمام سرداران آن مملکت بطوع و رغبت ملازم اردوی ہمایون بودند و از مقتضی فرمان عالم ستان تجاوز نمی نمودند، و قواعد فتنہ و فساد از بنیاد بر افتاد

---

[1] دہ فرسخ از تبریز، میان آن و میانج (لیسترینج ص ۱۶۳)

و آفتاب عدل و داد اطراف آن مملکت را بار دیگر فروغ و روشنی داد و سکه و خطبه در مجموع بلاد آذربایجان بنام سلطان ممالک ستان طراوتی تازه یافت و بلند آوازه شد و احوال عالم بر برقاعدهٔ درست و طریقهٔ راست مضبوط و مسلم گشت

بیت

یافت عالم ز آفتاب لمعهٔ تیغش قرار [1] وز فروغ گوهر عدلش جهانی انتظام

وقایع سنه تسع و ثلاثین

ذکر قشلاق فرمودن خاقان ظفر نشان در قراباغ اران

درین سال غرهٔ محرم الحرام که مملکت آذربایجان در سلک تسخیر انتظام داشت امیر بایزید آینلو[2] [3] که از اعیان[4] امرای ترکمان بود بدرگاه عالم پناه التجا نمود و بوسیلهٔ امرای عظام شرف[5] دستبوس یافته سر افتخار باوج ثریا رسانید و پیشکشهای لایق و تحفه های موافق گذرانید و حضرت خاقان سعید او را نیک دید و احوال پرسید و عنایت[6] پادشاهانه شامل حال او گردید

---

[1] اک ب. جهان دید انتظار، با جهان دید انتظام [2] ک: آنیلو [3] آ ب: آیتلو، اک با: اتیلو [4] آ: عیان [5] آ: مناسب [6] آ: —

دہم درین اثنا امیرزادہ شاہ علی ولد امیرزادہ[1] شاہ محمد بن امیر قرا یوسف از عزم خود امیر اسبند[2] فرار نمودہ باردوی ہمایون آمد و بعواطفِ خسروانہ سرافراز شد،
و در آن زمان کہ خاقانِ جہان ستان از قشلاقِ ری نہضت نمود شاہزادۂ عالمیان[3] میرزا محمد جوکی بہادر برسم ایلغار در قفای امیر اسکندر عزیمت نمود و ہر جا آوازۂ امیر اسکندر شنید سمندِ جہان پیمایش بسرعت بادآنجا رسید و تا ولایت ارزنجان[4] عنان باز نکشید و در مملکت ارزنجان کہ ولایتِ امیر قرا عثمان است (۲۶۷ ب) میلِ استجمام[5] نمودہ چند روزی از کوفت راہ برآسود،[6] و امیر قرا عثمان در خورِ چنان مہمان خدماتِ شایستہ بجا آورد و پیشکشہای بادشاہانہ کشید،
و از آن زمان کہ موکبِ ظفر نشانِ حضرت صاحبقران بمملکتِ آذربایجان رسید تا وقتیکہ آفتابِ سلطنتِ حضرت خاقان سعید در آن ملک طالع گردید ہمیشہ امیر[7] قرا عثمان در مقامِ اخلاص و انقیاد می بود و ہرگز از طریق ایلی و متابعت تجاوز ننمود، و درین ولا نسبت بامیرزادہ محمد جوکی بہادر انواعِ خدمات بتقدیم رسانید، میرزا محمد جوکی را با خدمتِ امیر[8] میل قربت

---

[1] رک بہ شجرۂ نسب قراقویونلوھا در زامباور ص ۲۵۷، [2] فقط ک: اسفندیار، باقی نسخ مثل متن، [3] با بَ اک + : قطب الدین، [4] ک بَ: ارزنجان (ہر موضع در سطور آیندہ درین فصل) ــ ارزنجان قریباً دو صد میل است از ارزن الروم بر کنار شمالی رود فرات (لیسترینج ص ۱۱۸)، [5] بمعنی ماندگی افگندن و پُر آب شدن چاہ است (رک بہ اندراج و لین)، در کَ "استحمام" نوشتہ است، تصحیح قیاسی است، [6] کَ ــ، [7] فقط ک ــ،
[8] ک: قرب، آاک بَ مثل متن،

و قرابت و عزم وصلت و الفت از خاطر خطیر سر بر زد و صبیه که در ستر عفت و پرده عصمت بود خواستاری نمود، و امیر قرا عثمان آن سعادت را فوزی عظیم دانسته برغبت تمام قبول فرمود، و بزمی خسروانه و جشنی پادشاهانه آراسته بآیین دین نبوی و قوانین شرع مصطفوی دوازدهم ربیع الاول در شهر ارزنجان عقد نکاح واقع شد، و شرح آن وصلت چون حضرت اعلی معلوم فرمود میرزا محمد جوکی را تحسین بسیار نمود،

و چون امیر اسکندر از بیم تیغ ظفر پیکر میرزا محمد جوکی بنوعی فرار نمود که از احوال او در اطراف آن ملک اثر و خبر پیدا نبود فرمان[1] همایون نافذ شد که شاهزاده باردوی اعلی معاودت نماید، و شاهزاده بموجب فرموده باردوی اعلی شتافت و بشرف دستبوس آنحضرت استسعاد یافت، و مقارن وصول شاهزاده حضرت اعلی عنان کمیت جهان پیما بصوب قراباغ اران تافت، و موکب خاقانی بیستم ربیع الثانی در قراباغ بموضع پره کرش[2] بعزم قشلاق نزول اجلال فرمود، و ملوک و امرا که از اطراف ممالک باردوی همایون آمده بودند همه را عنایت آنحضرت بتشریفات خاص اختصاص داده رخصت معاودت فرمود، و امیر نصرة الدین خلیل الله[3] بشروان رفت، و امیر علی ایناق عازم تبکلی شد، و امیر بایزید[4] بسطام بموغان، و امیر اسپهبد[5]

---

[1] آ: و فرمان، [2] اک: پره کرمش، آ: اهره کش، ب: مثل متن، — این موضع مذکور نیست در نزهة القلوب و معرفت طرق با قراباغ آمده مگر به تصحیح در جهان نما، [3] یعنی امیر خلیل الله بن شیخ ابراهیم شوهر بنت میرزا ابا بکر رک به ص ۲۳۲ به بعد، برای نسب نامه او رک به ز ام باور ص ۱۸۳، [4] برای بایزید پسر بسطام رک به ص ۲۷۲ س ۲، [5] ک: سپهبد، آ: اسپهند، اک: اسپهد، — وی مذکور است بر ص ۲۲۳ س ۱۳،

بتاش[1] بازگشتند، و آنحضرت باطراف عالم ایلچیان سخن دان فرستاده وشکر مواهبِ الٰهی و ازدیادِ اسبابِ پادشاهی بمقتضی لئن شکرتم لازیدنّکم[2] ادا نمود، و جناب هدایت انتساب شیخ نورالدین محمدبن المرحوم شیخ مرشدالدین جنید گازرونی راکه در آن ولا مالِ ولایتِ هرموز رابقراباغ آورده بود برسالتِ مملکتِ روم پیشِ سلطان مراد[3] فرستاد وپیغام داد که

عنایت حق تعالیٰ مارا مملکت وسیع ارزانی داشت، ورایت سلطنتِ مارا تاذروهٔ سپهربرین برافراشت، وامیراسکندرترکمان هرچندگاه ناگاه بحدودِ ولایتِ محروسه[4] درمی آید و بنیادِ فتنه و فساد وخرابی و بیداد می کند[5] وهرگاه سپاه منصور قصدِاوکرد تابِ مقاومت نیاورده فرارمی نماید، اکنون اگر ناگاه بآن[6] طرف آید او را راه نداده بدست آورند وبندکرده بدرگاه عالم پناه فرستند،

وجناب شیخ بموجب فرموده عزیمت نمود،

و درین اثنا ازطرف مملکت خوارزم ایلچی رسید وبعرض[7] رسانیدکه ابوالخیر[8] اغلان ناگهان ازجانب دشت بنواحی خوارزم آمد وامیرزاده

---

[1] تاش بتش فرسنگ است ازاردبیل (نزهة ۱۸۰)، [2] قرآن مجید ۱۴ (سورهٔ ابراهیم) ۷،

[3] یعنی سلطان مرادثانی بن محمداوّل که از ۸۲۴ تا ۸۴۷ فرمان روا بود،

[4] ک : محروثه، [5] آ : کند،

[6] آ ـــــ، [7] آ ب : بموقف عرض،

[8] بظاهر مراد ازابوالخیربن دولت شیخ اوزبک مؤسس خانوادهٔ شیبانی ست که از ۸۳۲ تا ۸۷۳ فرمان روائی کرد،

سلطان ابراهیم ولد امیر شاه ملک را مجالِ جدال محال نموده براه فرار
بیرون رفت و رعیت عاجز گشته شهر تسلیم نمودند، وآن بی باکانِ بی
رحم تمام ولایت وشهر خوارزم را زیر وزبر گردانیده باز براهِ[1] (ورق ۲۶۸) ۲۶۸ ر
بی راه وطریقِ دشت بازگشتند،

وحضرت خاقان سعید سابقاً مولانا محمد دشتی را برسالت جانبِ
گرجستان فرستاده بود وبتصدیقِ طریقِ تحقیق پیغام داده، وحاکم آن مملکت
الکندر[2] خدمت مولوی را خدمات شایسته نمود وباج وخراج قبول فرمود
ومبلغی خطیر درصحبت پسر بزرگتر خود دیمدر[3] نام باردوی فلک احتشام روان
داشت وامرای عظام پیشکش او را[4] بعرض رسانیده شرفِ قبول یافت،
۱۰ وفرمان همایون صادر شد که دیمدر در اردوی اعلی توقف نماید تا جمعی
مسلمانان که در ولایتِ گرجستان اسیر اند بمملکت اسلام باز آیند،
وبدین مهم حمزه بن محمد فضل الله[5] نامزدِ ولایت گرجستان شد واسیران مسلمانان
باز آمده و دیمدر عنایت ورعایت یافته بولایت خود باز رفت[6]،

وچون ایام زمستان بانجام آمد ومهمات آن مملکت برحسب
ارادت سرانجام یافت وامیر اسکندر ترکمان در اطرافِ عالم سرگشته و

---

[1] ک: برراه، [2] ک، آلکندر، آ: الکندر، باب مثل متن، — برای دمی رک به ص ۳۲ ۴۴ ح ۵، [3] ب آ: یمدر (امارک بسطر آینده)، اک: دیمدر، با: یمدره، — یعنی (Dimitri) پسر Alexander I رک به [illegible] ج ا ص ۸۰، [4] آ —، [5] آ ب مثل متن، با: یمدره، [6] ک: حمزه بن محمد، آ: حمزهٔ محمد، اک تا: حمزه محمد، [7] از آ ... افتاده، — آ ب: یمدر بجای دیمدر،

سرگردان دستِ عجز، در دامن فرار زده بود و از بیم شمشیرِ آبدار آتش پای گشته بساطِ خاک باد کردار می پیمود و حضرت خاقان سعید شکر نعمای الهی بجای آورده برسوم حمد و ثنا قیام نمود و زبان خضوع و خشوع بسپاسِ بے قیاس کشوده عزمِ معاودت بجزم فرمود، و پانزدهم شوال بسعادت و اقبال از قرا باغِ ارّان بصوب او جان روان شد، پیشتر بموجب فرموده بر آب ارس پل بسته بودند، لشکرهای[1] جهان از آن آبِ بی پایان عبور نمودند،

و درین سال هشتم ماه خواجه[2] غیاث الدین سیدی احمد شیرازی که بمکارمِ اخلاق و تربیتِ افاضلِ آفاق موصوف[3] و معروف و بسخا و کرم و ایثار دینار و درم در جهان مشهور و در السنه و افواه مذکور بود و در دیوانِ اعلیٰ منصب وزارت داشت وفات یافت، و نام نیکو بواسطه خصایل خوب[4] و شمایل مرغوب مؤبّد و مخلّد گذاشت، و ذکرِ جمیل که عاقلان آن را عمر ثانی خوانند و کاملان حیاتِ جاودانی دانند بر اوراق روزگار و صحایفِ لیل و نهار الی[5] یادگار ماند، و خلفِ صدق و فرزندِ دولتمند او جناب وزارت مآب خواجه[6] شمس الدین محمد که سرآمد وزرای زمان و دستورِ امرای دوران است نعشِ فایض انوارِ پدر بزرگوار بهراة نقل کرده در مزار خواجه احمد ابوالولید قدس سره مدفون شد، و جناب خواجه شمس الدین محمد چنانچه از پدر نامدار مشاهده

[1] آ: از.　　[2] رک به ص ۲۰۰،

[3] ک: معصوب، امارک به دستورالوزراء ص ۲۵۰،　　[4] در ک ندارد،

از روی نسخ دیگر ثبت شد،　　[5] از ملک افتاده، — "قدس سره"

را در ک ندارد، — 'بزرگوار' در آ (بجای نامدار)　　[6] برای وے رک

به دستورالوزراء ص ۲۶۷،

نمود در رعایت اهل فضل و دانش افزود* ع

بسیادگار بمانی که بوی او داری

و چون خبر وفات خواجه سیدی احمد بخراسان رسید جناب صاحب اعظم مولانا فصیح الدین الخوافی که مدتی در[2] دیوان حضرت اعلی بود و چند گاه در دیوان میرزا بایسنغر بامر وزارت قیام نمود و در آرزوی منصب وزارت مرغ ردحش بباغ[3] خیال طیران نموده متوجه اردوی اعلی شد و چون بولایت ساری رسید نوکر میرزا علاء الدوله که بطلب او آمده بود اورا مقید ساخته بطرف هراة باز گردانید،

وحضرت خاقان سعید سلطنت مملکت آذربایجان را بجانب امیر جهانشاه بن امیر قرا یوسف تفویض فرموده نشان همایون بمهر آل تمغا ارزانی داشت، و زمام حل و عقد و عنان قبض و بسط آن ولایت را بکمال کیاست و سیاست و حسن فراست و حماست[4] او باز گذاشت، | ۳ ب

وامیر جهانشاه طویهای پادشاهانه مرتب داشته پیشکش بسیار بموقف عرض رسانید، و آنحضرت امیر جهانشاه و نوکران اورا بتشریفات و اسپ و زین زر[5] و کلاه و کمر و چهار قب[6] طلا دوز[7] معظم و مکرم گردانید و اورا

---

[1] مذکور در دستور الوزراء ص ۳۵۰،   [2] آ ک بب ـــ، با. صاحب دیوان (بجای در دیوان)،

[3] فقط آ. بباغ (بجای بباغ)،   [4] فقط آ: مماست،   [5] آ. زین و کمر و کلاه دوز، اک: زین و کمر و شمشیر و کلاه چهار قبه طلا وزر، با بب مثل متن،   [6] پوشش مخصوص سلاطین توران (آنند راج بذیل چارقب) چارقب نوعی است از لباس که مخصوص پادشاهان توران است چنانچه بهندوستان ضابطه است که پادشاهان اینجا که از دودمان عالیشان گورکانیه[اند] چارقب به بادشاهزاده یا وزیر اعظم آن نیز هنگام عطای خلعت وزارت می دهند (مرآة الاصطلاح بذیل چارقب)، در بهار عجم بضم قاف ضبط کرده است،

بعدل وداد و تعمیر دیار و بلاد و توقیر عباد و عبّاد امر فرمود، واز جور و ظلم تحذیر و تنفیر نمود، و موکبِ ظفر نشان از مملکتِ آذر بایجان بصوبِ ولایت خراسان روان شد،

وقایع سنہ اربعین و ثمانمائہ

ذکر معاودتِ خاقانِ ممالک ستان* از یورشِ سیم آذربایجان

حضرت خاقان سعید در اوایل این سال بسعادت و اقبال طنطنہ کوسِ معاودت در گنبد گردون انداخت، و رایتِ آفتاب پیکر و لوای فتح و ظفر بجانب خراسان برافراخت، و آوازۂ باز آمدن موکب نصرت نشان از یورشِ سیم آذر بایجان بمسامع جهانیان رسید، و عنایت ربّانی و تائید آسمانی کہ در ہمہ حال قرینِ روزگارِ فرخندہ آثار ست بر عالمیان واضح گردید، و شاہزادگان اجازت یافتہ عنانِ دولت و سعادت بسوی دار السلطنہ ہراة تافتند، میرزا علاء الدولہ برسم ایلغار سوار شد براسپی آب سیر، خاک پیمای، آتش حدت، باد سرعت، غضنفر رگ، آہو تگ بیت

خوب چہرہ فخم ہیکل سخت سُم ثلیدساق ‖ آختہ سر پہن سینہ تیز گوش آگندہ ران

۱۰

* نقطہ آ: ممالک دیجای ممالک ستان؛

و بدوازده شبانروز بهراة رسید، و میرزا محمد جوکی متعاقب آمد، و آنحضرت بهر شهر و ولایت منزل و مقام ساخته و بمهمات و مصالح ممالک پرداخته امراو سرداران ولایات را اجازت فرمود تا در کمالِ اقبال و کامرانی دوم ماه ربیع الثانی در دارالسلطنهٔ هراة فرود آمد، و در آن زمان که موکب ظفر نشان بجانبِ مملکتِ[1] آذربایجان نهضت نمود بحسبِ اتفاق دوم ماه ربیع الثانی بود چنانچه آن یورشِ همایون بمدتِ دو سال واقع شد، اکابر و اعیانِ خراسان، خاصه مقیمانِ شهر هراة، غایتِ نشاط و انبساط بظهور آورده مراسم نیاز و نثار بتقدیم رسانیدند، و دولت پای بوس که سببِ سرافرازی جهان تواند بود دریافتند، و چون آنحضرت در مستقرِ سلطنت مقام و آرام فرمود خسروانِ ربع مسکون بزمین بوس درگاهِ آسمان پناهِ او مفاخرت می نمودند و پادشاهان بحر و بر از مهابتِ شمشیرِ آبدارِ او زمین کردار

ع

سپر بر روی آب افگنده بودند،

از حسن عدل او بادِ صبا را که گره کشائی غنچه عادت اوست بردنِ[2] نسیمِ گل از صحنِ چمن میسر نمی شد، و شیرِ ژیان که خوردنِ دلِ آهوان[3] سیرت جبلتِ اوست سوگند بجان ایشان می خورد، باز اگر در عهدِ عدلِ او بیمار گشتی از غایتِ خوف آرزوی تیهو در خاطرِ او نگذشتی، و عقاب اگر از آتش جوع سینه باش کباب شدی چشم طمع بر امیدِ طعمه بسوی صعوه باز نکردی، حرکاتِ[4] دوایرِ افلاک مطابقِ خطراتِ خاطرِ جهانگشای او و

---

[1] فقط ک —، [2] فقط ب —، در آ: [3] آ: آهویان [4] آ، د حرکات د، بجای حرکات،

بجای آهوان،

آثارِ سعادتِ مشتری بمددِ عقلِ کاملِ عالم آرای او بود،

و درین سال ماه رمضان امیر علاء الدین علی سلطان ولد امیر جلال الدین فیروزشاه که در دیوان میرزا محمد جوکی امیر الامرا بود از دارِ غرور بسرای سُرور انتقال نمود، و جناب مرحوم بسیار نیکو شعار و پاکیزه روزگار بود و بصدقِ نیّت و حسنِ عقیدت میلِ صحبتِ اهل الله و ارباب انتباه می نمود، امیر فیروزشاه را فراقِ فرزندِ ارجمند بسیار دشوار آمد، و حضرت خاقان سعید بوثاق امیرزاده آمده امیر فیروزشاه را تعزیت رسانید، و قلق و اندوه که در ضمیر امیر ورق (۳۶۹) جاگیر شده بود بلطفِ پرسشِ پادشاهانه نابود گردانید،

(۳۶۹ ر)

۱۰ و چون ماهِ رمضان بخیر و سعادت بپایان آمد و هلالِ فرخنده فالِ عید از افقِ بختِ سعید جمالِ جهان آرا بعالمیان نمود آنحضرت صباحِ عید بطالعِ فرّخ و بختِ همایون و آیینِ جمشید و یوسونِ فریدون عازمِ عیدگاه شد، و صدای نقارهٔ عید از درگاهِ پادشاه سعید باوجِ آسمان برآمد، و ماهِ رایتِ سعادت نشان از ایوانِ کیوان گذشت، و آنحضرت بادای صلوةِ عید و آدابِ آن وقتِ سعید قیام نمود، و باکمالِ عظمت بمستقرِ سلطنت باز آمد، و ملوکِ اطراف و اشرافِ اکناف بر درگاهِ عالم پناه حاضر آمده هرکس مناسبِ مرتبه و نام در مقامِ خود آرام گرفت، و طوی بزرگ برای جشنِ عید مرتّب ساخته بودند۔ خوان سالاران بترتیبِ تمام کشیدند، و جهانیان از مائدهٔ انعام و فائدهٔ اکرام حظِّ اوفر[۱] و نصیبِ اوفی[۲] یافتند، و اکابرِ ایام

---

[۱] فقط ک: وافر، آ ب ت: مثل متن، [۲] فقط ک: وافی، دیگر نسخ مثل متن،

و صنادیدِ انام و مجموع خواص و عوام از بخششِ دستِ سخاپرورش
بهره مند و محظوظ شدند، تا دستِ دُرر بارش بسانِ ابرِ نیسان در فضای
جهان باران گشت دریای[1] محیط از حیای آن سرتاپا آب شد، و
تا بحرِ بیکران بخششِ دلِ گوهرِ بخشش در تموّج آمد ابرِ مطیر از غیرتِ
آن آب از چشمها بر روی زمین روان گردانید ـ قطعه

زجودِ اوست که هر قطرهٔ زفیضِ سحاب
همی شود گهرِ ابدار در نیسان
بموضعی که رسد آفتابِ احسانش
زمین او همه زر گردد و گیا مرجان
شگفت نیست که از بهرِ شکرِ نعمتِ او
بجای[2] سبزه ازین پس دمد زخاک زبان

ذکرِ آمدنِ والیِ هرموز بدرگاهِ سلاطین پناه

والیِ هرموز پادشاه سیف[3] الدین که در سواحلِ دریای عمان
و حدودِ جزیرهٔ عرب و نواحی هندوستان و سایر بلاد و دیارِ بحر و برّ
در سلکِ ظرف دارانِ معظّم انتظام داشت و بآئینِ کسری و جم
و باقی ملوکِ عجم چتر و علم بر افراشت بواسطهٔ مخالفت ملک فخرالدین
توران شاه که برادرِ کهترِ او بود و رعیت[4] ولایت میلِ جانبِ او نمود

---

[1] کت : و دریای محیط (بجای دریای محیط)، [2] آ : بجان)،

[3] بقول زامباور ص ۲۶۰ پادشاه سیف الدین از ۸۲۹ تا ۸۴۰ فرمان روا بود،

[4] کت : رعایت، آ : رعایت، بآ ب مثل متن، اک : صنادید آن (بجای رعیت)،

پادشاه سیف الدین درآن ملک مجالِ توقف محال دانسته روی امید بدرگاه سلاطین پناه آورد، و بیست و ششم شوّال بدارالسلطنهٔ هراة رسید،

و بیانِ این سخن آنست که پادشاه سیف الدین درآن ولایت اساسِ سلطنتی بنیاد نهاد که از آبا و اجدادِ او کسی مثلِ آن نشان نداد، و رعیتِ آن مملکت طاقتِ آن عظمت نیاورده روی اطاعت بخدمت ملک توران شاه آوردند، و پادشاه سیف الدین پدرِ خود ملک قطب الدین را از حکومت خلع کرده در جزیرهٔ کِشم[1] و برخت[2] محبوس داشته بود، و ملک توران شاه بیگاه و گاه و شام و سحر ملازمتِ پدری نمود و در آن اثنا بدلالت و ارشادِ پدر یا بفروغ ۱۰ رای انور عزمِ مخالفتِ برادر جزم کرد و در کشتی نشسته بطرفِ شهر قلهات[3] بیرون رفت و بمعاونت و مددِ سرخیلانِ اعراب و مقدمانِ قبایلِ بادیه لشکری عظیم جمع آورده قصدِ سریرِ سلطنتِ هرموز کرد، و تمام بهادران و دلاورانِ آن بلاد و دیار از سرحد جُلفار[4] تا قطیف و بحرین در طول فزون از صد فرسنگ و در عرض سی فرسنگ از دو طرف دریا در حرکت آمدند و تمامِ آن سپاهِ رزم خواه بمددِ ملک تورانشاه روان شدند، و پادشاه سیف الدین مضطرب و

---

[1] برای کِشم رک به لیستریخ ص ۲۶۱، ولکهارت مقابل ص ۱۰۶۲ [2] آبا برخت، ب: برخت دگر جی این جزیره در مظان نیافتم،
[3] مدینة بعمان علی ساحل البحر الیها ترفأ اکثر سفن الهند.... ولا اقتها تمصرت الا بعد الخمسمائة وهی لصاحب الهرمز واهلها کلهم خوارج اباضیة (معجم البلدان ۴: ۱۶۸)، [4] ب، آک: جلفار، آبا: حلفار، جُلفار بلد بعمان، (رک به معجم البلدان ۲: ۱۴۴)

۲۳۶ ب حیران و سرگردان گشت و چاره ا جز آن ندانست که راهِ فرار اختیار کند و با عُقودِ جواهرِ ولآلی و نفایسِ مرصعاتِ متلألی و نقود و طلای بسیار و ظرایفِ طرایف[1] و اسلحه و اقمشهٔ بیشمار و اسپانِ راهوار و استرانِ قطار قطار[2] از هرموز بیرون آمد، و راهِ دارالسلطنهٔ هراة که پناهِ اهلِ عالم و امیدگاهِ پادشاهانِ معظم است پیش گرفت

بیت[3]

رهی پیشش آمد که از سختی آن | بینداختی پنجه[4] شیر محارب

و ملک فخرالدین تورانشاه راهی مانع و مزاحم سریرِ سلطنتِ هرموز و هفت[5] قلعه و تمام ولایات برّاً و بحراً غوراً و نجداً سهلاً و جبلاً در قبضهٔ اقتدار قرار یافت،

۱۰ و پادشاه سیف‌الدین بدرگاه سلطان السلاطین رسیده، در آن زمان که بباغِ زاغان درآمد اطرافِ باغ را برای سنّتِ ختانِ شاهزادهٔ عالمیان عبداللطیف آراسته بودند، و انواعِ چهار طاقها بدقّتِ صنعت و کمالِ حذاقتِ ماهرانِ هنرپیشه صایب اندیشه چنان متکلّف ترتیب نمودند که عقلِ دوربین در تزیینِ آن آیین چشمها باز مانده حیران شده بود، و[6] روزی که بسین گاه[7] پادشاه سیف‌الدین را بباغ زاغان درآوردند و[8] مغنّیان و مطربانِ لطافت آواز لغماتِ[9]

---

[1] ک تا ـ، آ اک: ظرایف (بجای طرایف)، [2] ک ـ، از روی نسخ دیگر ثبت شد، [3] ر ک به دیوان سلمان ساوجی طبع بمبئی ص ۲۰۰: پیشم، [4] فقط ک: بچه (بجای پنجه)، [5] مراد از قلعه تنگ زندان، کوشکک، حصار شامیل، قلعه میناً، قلعه منوجهان، ترزک و تازیان (ر ک به یزدی ۱: ۸۱۰)، [6] ک ـ، [7] ک: بسین گاه که، [8] فقط آ ـ، [9] ک: و نغمات، (تصحیح قیاسی است)،

دلنواز و نقراتِ موزون تا اوج گردون برآوردند، پادشاه سیف الدین
مسافتی تمام درمیانِ چهار طاقها رفته هیچ طرف نگاه نکرد و متوجهِ
میانِ دو گوشِ اسب خود بود و اصلاً بجانبِ دیگر التفات ننمود، و
چون بپایهٔ سریر اعلی رسید و چند جا زانو زده زمینِ خدمت بوسید
حضرت خاقان سعید اورا درآغوشِ مرحمت کشید و احوال پرسید،
و درسلک جوجینان[1] که در بارگاهِ اعلی رخصتِ جلوس داشتند
منتظم شد، و درآن مجلس طبقهای ساچق و نثار مشحون بجواهر آبدار
ولآلی شاهوار و تنکهٔ سرخ و سفید بسیار در آوردند و پیش بزرگان و
جوجینان[2] نهاده هرکس طبق خود برداشت، و پادشاه سیف الدین
بطرفِ طبقی که پیش او بود ندید (و) نابود[3] انگاشت، و آنحضرت
جناب شیخ نورالدین[4] مرشدی را که درآن زودی از رسالتِ
جانبِ روم معاودت نموده بود اشارت فرمود که طبقِ پادشاه
سیف الدین را برداشت، و خدمتِ شیخ چند کرت برسمِ رسالت
بولایتِ هرموز رفته بود و نسبت با پادشاه گستاخانه انبساط می نمود
طبق را از پیش او دربود، و هنوز قوتِ طامعه درحرکت بود، مصراع

هل من مزید ها می زند از بهر باقیات،

و[5] پادشاه سیف الدین را بمقام مناسب فرود آورده عَلَفه و عُلُوفه
و مایحتاج مقرر و معین شد، و مجموع پادشاه زادگان و سایر امرا
و باقی وزرا پادشاه سیف الدین را طویهای درخور و تحفهای لایق دادند

---

[1] آ با: جوجینان، [2] ک آ: چوچینان، [3] ک: نادیده، اک: نادید و نابود، [4] برای وی رک به ص ۶۸۰، [5] از روی آ اک ے

و هرچه مناسب قدر و مرتبهٔ او تواند بود بوثاق او فرستادند، و او
هفته یکدو نوبت بمجلس اعلی آمده و شیلان خورده بوثاق خود می رفت،
بعد از چندگاه امیر علاء الدین علیکه کوکلتاش و امیر جلال الدین فیروزشاه
سخن اورا و استدعای لشکر که می نمود بموقف عرض رسانیدند، و
آنحضرت عنایت و مرحمت فرموده طبل و علم و خیل و حشم ارزانی داشته
و فرمان جهان مطاع شرف نفاذ یافت که لشکرهای فارس و
عراق متوجه ولایت هرموز شوند، و ابتدائ قلاع هفتگانهٔ بیرون را
در قبضهٔ تسخیر آورند، و جزیرهٔ جرون[1] را از ملک توران شاه انتزاع
نمایند، و امثله و احکام بجانب ممالک فارس و عراق ارسال نموده آمد
و پادشاه سیف الدین را (ورق ۲۷۰) بفنون[2] انعام و صنوف اکرام
و تشریفات خاص اختصاص فرمود، و تمام نوکران او را رعایت تمام
نمود، و هفتم ذی الحجة الحرام خرم و شادکام اجازت یافت ع

درغایت خوشدلی عزیمت فرمود[3]

و ملک توران شاه چون ازین حال آگاه شد اختلال عظیم بحال
او راه یافت، نفایس دریا بار و نقود و جواهر بسیار برسم خدمت
باطراف مملکت فارس و عراق فرستاد، و سرداران آن ولایات را
بخدمات شایسته و سخنان دانسته تسکین داد و ایلچیان کاروان با تحفهای
فراوان بدرگاه عالم پناه روان ساخت، و اظهار نیکو بندگی بعبارتی هرچه
تمامتر و خوبتر بمحل عرض رسانید، و باقی احوال بتفصیل و اجمال در سال آینده ع

گر عمر بود همه بعرض تو رسد،

---

[1] رک به لیسترینج ص ۳۱۹، [2] فقط آ: بعون (بجای بفنون)، [3] آ:—،

اِنشاء اللہ تعالیٰ۔

وقایع سنہ احدیٰ و اربعین[1] [و ثمانمایہ]

ذکر تربیت فرمودن امیر شیخ حاجی ولد امیر حسن جاندار[2]

امیر حسن جاندار از امرای کبارِ حضرت صاحبقرانِ نامدار بود، و در زمان آنحضرت کمالِ شجاعت و مردانگی و غایتِ جلادت و فرزانگی در معارک و مہالک بظہور آوردہ بود، و در ابتدای سلطنت حضرت خاقان سعید او و فرزندانش امیر یوسف جلیل و امیر شیخ حاجی[3] درسلکِ امرای عظام انتظام داشتند و در فتنۂ[4] امیر جہانملک ہما نا صورتِ غدری بر لوحِ خاطر نگاشتند، وبدین سبب از خراسان جلای وطن بطریقِ فرار اختیار کردند، و در عراق و فارس بخدمتِ میرزا اسکندر پیوستند، وچندگاہ ملازم بودہ عازم بیت اللہ شدند، و شرفِ آن مواضع متبرکہ دریافتہ از حجاز باز[5] آہنگِ [راہِ] عراق

---

[1] از روی آ و اک، در ک: ۔ [2] جان و جانہ بمعنی سلاح جنگ است، جاندار سلاح دار و نگہبان جان را گویند (فرہنگ آنند راج ۱۱۸۳)، [3] رک بہ ص ۵۶۳، ۸۲، ۸۸، ۲۰۰ و ۱۰۵ برای ذکر امیر حسن و ۶۶ و ۷۶ برای امیر یوسف جلیل، ذکری از شیخ حاجی در صفحات گذشتہ نیست، [4] رک بہ ص ۱۰۹ ببعد در ذیل وقایع سنہ ۸۳۰ھ، [5] در ک: ۔، از روی نسخ دیگر، در اک ہمین معنی را بالفاظ دیگر آوردہ است،

کردند و در اصفهان بمیرزا اسکندر ملحق شدند، و در وقتی که موکب ظفر نشان از قشلاق مازندران بجانب اصفهان روان شد امرای میرزا اسکندر ازو برگشتند و در ساده امیر یوسف جلیل را گرفته بدرگاه جهانپناه آمدند، و آنحضرت جرایم او و برادر او امیر شیخ حاجی را عفو فرمود و قشون و تومان بضبط و کاردانی ایشان رجوع نمود، چنانچه در وقایع سنه سبع عشر (ه) و ثمانمایه شرح این سخن مسطورست[1]،

درین سال احدی و اربعین عنایت آنحضرت شامل احوال امیر شیخ حاجی شده امارت دیوان شاهزادهٔ عالمیان میرزا علاءالدوله[2] را باو ارزانی داشت و زمام حل و عقد امور و تدبیر مصالح جمهور بعهدهٔ کاروانی او بازگذاشت، و صلاح ملک و مال باقتضای رای صواب نمای او بار بست، و امیر مبارزالدین شیخ حاجی هژدهم ماه صفر در دیوان نشست،

و درین سال امیر شیخ لقمان برلاس که در دیوان تواچی امیرالامرا بود و با حضرت خاقان سعید شرف قربت و نسبت قرابت داشت جهان فانی را بازگذاشت، و آنحضرت توجه و منصب او را بفرزند شایستهٔ او امیر پیر لقمان عنایت فرمود، و راه و رسم او را در جمیع مهمات بحسن رای او تفویض نمود،

و امیر ملک حسین که با شلیغ[3] یساولان بود و بر درگاه جهان پناه تقرب و اعتبار تمام داشت جهان را بحسرت و درد بازگذاشت،

---

[1] رک به ص ۲۶۵ ببعد، [2] ابن بایسنغر بن شاهرخ سلطان، [3] بمعنی رئیس، کمانڈر انچیف، لیڈر،

و آنحضرت امیر فرخ حسین ولد او را بجای او تعیین نمود، و امیر پیر لقمان و امیر فرخ حسین را از لباس عزا بیرون آورده جامهای فاخر عنایت فرمود، و بیست و دوم ربیع الاول[1] امیر پیر لقمان در دیوان لشکر بامارت مقرر شده مُهر زد،

و ماه جمادی الاولی امیر بابا مسعود بن امیر بابا محمود بن امیر خواجه[2] راستی بجای راستان رفت، ا و این بابا مسعود در آن زمان که حضرت خاقان سعید در یورش[3] سیم آذربایجان بود کوتوالی حصار (۲۷۰ ب) اختیارالدین تعلق باو داشت، و او بغایت هتّاک و بی باک بود و قصد زن و فرزند رعیت می نمود، و میل بصحبت اوباش و رنود کرده بود، و بی مبالغت زیادت از وار و هنجار خود معاش می کرد، گاهی از ارک بپای حصار و بازار ملک آمده طبل و نقاره بآواز بلند می ساختند، و او یکدو شبانروز در بازار آشکارا شراب خورده نقاره چیان پیوسته آن سازها می نواختند، و گاهی بطنطنه و دبدبهٔ هرچه تمامتر بکوچهٔ خیابان و پل مالان عزیمت می نمود ۱۰ و انواع مناهی و بیراهی ازو و کسان او واضح و لایح بود، و حکّام که در هراة فرمان روان بودند ازبیم امیر علیکه که بابا مسعود قرابت او بود بمنع و دفع او اشتغال نمی نمودند، القصّه چون بابا مسعود فوت شد آنحضرت کوتوالی قلعه و راه و رسم[4] او را به برادر او موسی میرک عنایت فرمود، و این موسی میرک بغایت چابک سوار و

---

[1] ک : الاولی، [2] برای وی رک به ص ۱۱، [3] رک به ص ۶۷۱ بذیل وقایع ۸۳۸ھ، [4] بمعنی رسم و عادت (فرهنگ آنندراج)،

کمانداربود، و روز عید درحضور حضرت خاقان سعید از
دو طرف قبق[1] می تاخت و تیر خوب می انداخت و بیشتر آن
بود که تیر او هر دو نوبت بقبق می رسید و در تاختن و انداختن
کسی بگرد او نمی رسید،

و امیر یادگار شاه ارلات که از امرای کبار بکمال عظمت و
اقتدار اشتهار داشت و دولت مصاهرت میرزا علاء الدوله
تاج افتخار و شرف روزگار او بود عالم فانی را وداع و پدرود فرمود
و میرزا علاء الدوله رسم عزا و آش و اطعام و ختمات کلام ملک
علام بجای آورد ع[2]

روانش بمینو پر از نور باد، ۱۰

---

[1] آ: قبق (بهر موضع)؛ با: قپان (قباق؟)، اک حب شل متن، - قاباق کدو، هدفی بالای چوبی نصب کرده که به تیر زنند (لغات نوائیه)، هدف در رسالهٔ فضل الله خان)، قباق چوبی عظیم و بلند که درمیان میدانها نصب کنند و برفراز آن حلقه از طلا یا نقره وضع نمایند و سواران از یک جانب میدان دواینده بپای قبق که رسند همچنان اسپ که در دویدن (کذا است؟) تیر در کمان نهاده حواله آن حلقه فرمایند، و هرکس که آن حلقه را به تیر زند حلقه ازو باشد (فرهنگ اندراج بذیل قباق، نیز رک به ذیل قباق انگنی و قبق و قبق انداز)، نیز رک به آآ ۲: ۵۹۲ دبذیل قبق بازی، بقول ڈوزی (۲: ۳۰۳) قباق و قپق در ترکی بمعنی کدوست،

[2] فقط ک ن،

ذکر تاہل و کدخدائی میرزا سلطان مسعود بن میرزا سیورغتمش

حضرت خاقان سعید ہمیشہ بازدواج و امتزاج و التیام
وانتظام اولادِ کرام اہتمام تمام می فرمود و پیوستہ اولاد و احفاد را بر
امر تاہل و کدخدائی ترغیب می نمود، و درین سال میرزا[1] مسعود بن
میرزا سیورغتمش بن حضرت خاقان سعید خدرِ عصمت پناہ
عایشہ بیگہ صبیّۂ[2] میرزا بایسنغر را بآیین دین مبین و قوانینِ شرحِ
متین در عقد[3] نکاح آورد، و مہد علیا گوہر شاد آغا کہ بلقیسِ زمان
و قیدافۂ[4] دوران بود بزم بہشت آیین غیرتِ نگارخانۂ چین
ترتیب و تزیین نمود، و زہرۂ سپہرِ سلطنت را بر سریرِ عزت
نشاندہ پردہ از روی چون ماہِ تابانِ او کشادند، و در نظرِ مشتری
فلکِ سعادت بآرایشی ہرچہ خوبتر[5] جلوہ دادند، و چون مجلسِ
بہجت و سرور و بزم عشرت و حضور مرتب و آراستہ شد
ہر دو شاہزادہ را در قصری کہ برای سکون و آرامشِ ایشان
آرایش یافتہ بود باعزاز و اکرام در آوردند، و آن دو نیرِ عالم
افروز را از سعادتِ بخت فیروز دران برج قرانِ سعدین واقع

---

[1] رک برای وی بہ زامباور ۲۶۱ سیورغتمش بن شاہرخ در ۸۳۰ھ و برادرش بایسنغر در ۸۳۷ھ فوت کردہ بود، [2] ب ب ک: صلبیہ (بجای صبیہ)، [3] آ ب: عقد و (بجای عقد)، [4] ک، قیدافہ، [5] فقط ک: خوبتر وجہی (بجای خوبتر)

شد، گاه دختر بسانِ خاتمِ مُلک دستِ شاهزاده را بصد ناز بوسه
می داد وگاه شاهزاده با هزار نیاز مانندِ خلخال در پای نازکش
می افتاد، گاه چون گریبان دست در گردنِ یکدیگر می کردند و
گاه چون دامن سر بر پای یکدیگر می نهادند، همای همایون
بخت در هوای کامرانی طایر و ساغر مالا مالِ طرب و شادمانی در
بزمِ زندگانی دایر، چشمها از عکسِ گُلِ رخسار یکدیگر لاله سان شده
و دهان از یادِ نام یکدیگر چشمهٔ حیوان گشته، یکی در نظارهٔ طلعتِ
ماه تابان از دست رفته و دیگری از ملاحظهٔ خورشید مست
شده بیت

می و معشوق و گلزار و جوانی	ازین خوشتر چه باشد زندگانی
نهاده بر یکی کف ساغرِ مل	گرفته در دگر کف دستهٔ گل
جهان[1] نیست دین خود از جهان[2] نیست	وگر هست ای عجب جز یکزیان[3] نیست

۱۳۷۱ ۱۰

و چند روز بمساعدتِ بختِ فیروز دادِ عیش و عشرت دادند،
و درهای خرمی و نشاط بر روی روزگار کشادند، و میرزا سلطان مسعود
در کمالِ عظمت و کامرانی و عنایتِ بهجت و شادمانی با محبوبِ
مطلوب بجانبِ ولایت کابل و غزنین که سیورغالِ او بود
عزیمت فرمود،

و درین سال حاوی اوراق عبدالرزاق بن اسحٰق بشرف
ملازمت حضرت خاقان سعید استسعاد یافت، و آفتابِ اقبالِ
آن حضرت بر حالِ این ذرّهٔ حقیر[2] تافت، و سابقاً والد مرحوم در

---

[1] ب ت با، در جهان (بجای از جهان)، ک: از میان، [2] ک: فقیر (بجای حقیر)،

مجلس اعلیٰ واردوی همایون بشرفِ امامت و منصبِ قضا
منصوب و موسوم بود و بقراءت کتب معتبره و روایتِ مسایلِ مقرره
اشتغال می نمود، و فقیر حقیر[1] در اثنای تحصیلِ[2] علوم دینیه و تکمیلِ معارفِ
یقینیه برسالهٔ که قدوة المحققین مولانا قاضی عضدالدین در تحقیقِ
معانی حرف و اسم اشارت و غیرهما افادت فرموده و ایضاحِ آن
معانی بخوبتر صورتی نموده غررِ فواید و دررِ فرایذ جمع آورده شرح
ترتیب نمود، و نقابِ ارتیاب از چهرهٔ مخدراتِ مشکلات و
مهماتِ فن عربیت بخوبتر وجهی[3] کشود، و آن رساله ایست که در
متانتِ معانی و رصانتِ مبانی و حسنِ تهذیب و لطفِ ترکیب
چشم هیچ باریک بین نظیر آن ندیده و گوش هیچ مستمع شبیه آن
نه شنیده، اگر علمای عطارد بیان بقلم درفشان از زرِ نابِ آفتاب
بر لوحِ سیمینِ ماه تحریر کنند درخور باشد، و اگر بلغای مشتری فطانت
بخامهٔ گوهر بارِ انصاف از سیاهی دیده بر بیاض کافوری چشم نگارند

[1] ک: استعداد؛ [2] بجایش فقط در ک+: و بعد از رحلت والد مرحوم گاهی که این فقیر ملازم برادران بزرگوار مولانا جمال الدین عبدالغفار و مولانا شریف الدین عبدالقهار و مولانا عفیف الدین عبدالوهاب طوبی لهم وحسن مآب بپارگاه عالم پناه می رسید منظور نظر کیمیا خاصیت میکردید، تا در رسالهٔ (والصواب: اثنای) تحصیل علوم دینیه و تکمیل معارف یقینیه شرح رسالهٔ عضدیه که در معنی حرف و اسم اشاره و موصول واقع است و لطایف حقایق ستوده که آن قدوة المحققین فرموده و مشکلات فن عربیت را بخوبترین عبارتی ایضاح نمود، ریو در فهرست خود ص ۱۰۲۳ این را "رسالهٔ اسم و حرف" انگاشته است، سبب آن آنکه: عبارتی دبجای صورتی؛ [3] ک ــ، از روی نسخ دیگر،

مناسب بود، لفظ و معنیش چون شکر با شیر و آب با شراب امتزاج یافته - بیت

چه گویم وصف آن بحر یست دُربار   بلفظ اندک و معنی بسیار

و چون قلم تحریر و رقم تقریر از شرح رسالهٔ عضدیه[1] و بیانِ لطایف آن فراغت یافت و فروغ مطالعهٔ روشن خاطران و شعاعِ نظرِ مبصّرانِ جهان برآن تافت جمعی از خُلّان و اخوان که سویدای دلِ بیدمی و سواد دیدهٔ مردمی بودند و رعایتِ حسنِ عهد که عنوان نامهٔ آسمانی و طرازِ کسوتِ انسانیست می نمودند بیکبارگی اتفاق کرده جزم فرمودند که لطایفِ ظرایف و ظرایفِ شرایف که در شرحِ آن رساله مرتب شده مناسب چنان می نماید که بحسن القابِ همایونِ حضرت خاقان سعید مزیّن و موشّح آید، و فقیر حقیر سخنِ دوستان بصمیم دل و جان قبول کرده در مجلسِ[2] سلطانِ عادل مقام بحضور ائمهٔ اسلام و صنادیدِ ایّام شرحِ رساله را گذرانید و خطبهٔ که موشّح بالقاب همایون بود خواند، و بعضی مبهمات استفسار نموده، و حضرت اعلی بتحسین علما استحسانِ بسیار فرمود و هم در مجلسِ همایون فرمان نافذ شد که چون پدر او مولانا اسحق ملازم بنده او نیز ملازمت نماید و با موالی و اهالی در بارگاهِ عالی درآید، و از دقایق علوم و حقایقِ مفهوم هرچه باید[3] ا وشاید و او نیک داند بموقف عرض

۱۷۱ ب

---

[1] در کشف الظنون ۱. ۵۵۰ "الرسالة العضدية" مذکور است مگر حاجی خلیفه بجز از شروح این رساله دیگر هیچ چیز راجع به محتویات این رساله و مصنف آن را نیاورده، [2] یعنی مجلسے که در' و سلطان عادل مقام داشت' [3] اک تا بب —'

رسانند، و در آن زمان سال عمر به بیست و پنج رسیده بود و مدت نه سال در صحبت اهل کمال بخدمت آنحضرت قیام نمود و بنده را که چون سنگ خارا از هیچ رنگ لطیف نصیبی نداشت تاب آفتاب تربیتش یاقوت احمر[1] ساخت، و طبع فسرده را که مانند خانهٔ فقیر از نقود هنر خالی بود معدن جواهر زواهر و بحر لآلی متلالی[2] گردانید بیت

بتدریج و قرار و انتظار و تربیت گردد
مه نو بدر، و باران در، و خون مشک و حجر گوهر[3]

و شاید[4] که خامهٔ عنبرین شمامه شمهٔ از آثار تربیت و عاطفت آن حضرت در سال های آینده ادا نماید* بیت

بحسن تربیت و آفتاب عاطفتش
شدم وحید زمان گرچه بودم از آحاد

۱۰

بیش ازین خودستائی و هرزه درائی از ادب[5] نیست بیت

ادب آنست که گر تاج بود بر سر تو
خویش را خاک سگان در جانان دانی

ذکر لقیهٔ قضیهٔ والی هرموز که قلم دوزبان بوعدهٔ شرح و بیان آن زبان داده بود

در سال گذشته مسطور است که والی هرموز پادشاه سیف الدین

---

[1] فقط ک: حمرا (بجای احمر)، [2] ک: مثالی (بجای متلالی)، [3] فقط ک: جوهر، [4] فقط ک ـــ ، [5] فقط در ک، در باقی نسخ ـــ ،

بدرگاه سلاطین[۵۱] پناه آمده از سلطانِ بحرو بر التماس لشکر نمود
و آنحضرت ملتمس اورا مبذول فرمود، و فرمانِ آفتاب اشراق
بممالکِ فارس و عراق فرستاد که سرداران آن ممالک بالشکرهای
جهانسوز عازم ولایتِ هرموز شوند[۵۲]. تمام سرداران امتثال فرمانِ جهان
مطاع موده کمرِ سعی و اجتهاد بر میانِ جان بسته[۵۳] متوجه مملکتِ هرموز
شدند، پادشاه توران‌شاه از همه طرف چون آب دریا که بحر بر
جرون محیط است بلا را نسبتِ با حوال خود مشاهده نمود، و تدبیر جز
آن ندانست که نقودِ بسیار و جواهرِ بیشمار و نفایس دریا بار
۱۰ وظرائف[۵۴] هر بلاد و دیار که در شهرِ جرون در خزاینِ او مخزون بود
فدای ملک و عرضِ خود سازد، و بحسنِ تدبیر کشتی امید[۵۵] حیوة خود
را از آن ورطهٔ خون خوار بساحل نجات اندازد، و چون رای او
برین قرار یافت قاضی[۵۶] و مُفتی* و جمعی متعینین را که در جرون نامدار و صاحب
اختیار بودند بدرگاه اعلیٰ و بارگاه معلیٰ فرستاد، و قاصدان
بوسیلهٔ اعیانِ ملک عرضه داشتها که در غایتِ عجز و نیاز بود
بموقفِ عرض رسانیدند، مضمون آنکه :

---

۵۱ فقط آ : عالم (بجای سلاطین)، ۵۲ فقط ک : شدند (بجای شوند)،
۵۳ آ ب تا : بستند، ۵۴ کذا در ک تا اک، آ ب ت : طرایف ۵۵ ک ـــ،
۵۶ فقط آ ـــ،

پدرانِ بندہ ہمیشہ بندہ و خدمتگارِ آستانِ آسمان
اقتدار بودہ اند، و پیوستہ بشرطِ خدمتگاری و مراسم
باج گذاری قیام نمودہ اند، و مخدوم و برادرم پادشاہ
سیف الدین نسبت با پدرِ بزرگوار کہ چند نوبت شرفِ حج
بیت اللہ الحرام و زیارتِ مرقد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
دریافتہ غدر ورزید، و دست تصرفِ او را از حکومتِ این
ولایت بیکبارگی کوتاہ گردانید، و قاعدۂ ظلم و بیداد کہ
درین ملک معہود و معتاد نبود بنیاد نہاد، و تمامتِ رعیت
از جورِ طغیانِ او فریاد و فغان بآسمان رسانیدند، و روی
امید از طاعت و انقیادِ او تمام گردانیدند، و از اطرافِ
ولایت نفیرِ عام برخاست و بیم آن بود کہ مقامِ موروث
در قبضۂ اقتدارِ بیگانگان[1] قرار گیرد، و اشرافِ قبایل
و اکابرِ اعراب از پدرِ بزرگوار التماسِ التفات نمودند،
و چون آنحضرت از مباشرتِ این شغل بکلی اعراض نمودہ
بود کفایتِ آن مہم بہ بندۂ کمترین اشارت فرمود، و
اکنون بندۂ کمینہ بدولتِ حضرتِ خلافت شعار و بہ
اشارتِ پدرِ بزرگوار و اتفاقِ رعیت والی این ولایت
و بدستور (ورق ۲۷۲) معہود اہلِ اضعاف و آلافِ آن باج
گزار و فرمان بردارم، و از ملک و مال آنچہ در قبضۂ تصرف

۱۰

(۲۷۲ ا)

---

[1] فقط ک: پکانگی،

است به بندگانِ حضرت می سپارم[1]

العبدُ[2] و ما فی یده کان لمولاه

امیدوارم که بنده را بغلامی قبول فرمائید و بسخنِ آن غدار که با پدر بزرگوار چنان معاملت پیش برده التفات ننمایند بیت[3]

من ارچه هیچ ندارم سزای خدمتِ سلطان
ز بهرِ کار توام قبول کن بغلامی

ونقودِ بسیار و دُرِ شاهوار و بیلاکات و تبرکات که از هرموز برسم پیشکش آورده بودند بعرض رسانیدند، وارکانِ دولت و اعیان حضرت را که باعث و محرک بودند بخدماتِ شایسته ساکت و ساکن گردانیدند، وچون حضرت خاقان سعید عرضه داشتِ ضراعت آمیز بادشاه تورانشاه را استماع نمود بر حالتِ عجز و اضطرار او ترحم نمود، و فرمانِ همایون بمملکتِ فارس و عراق فرستاد که لشکرها دستِ تسلط از خرابی ولایتِ هرموز باز دارند، و پادشاه سیف الدین را با حسنِ وجوه در ناحیتِ آن ولایت مدخل دهند، و پادشاه تورانشاه برای امرای فارس و عراق نیز چندان نقود و جواهر فرستاد که مجموع فتنه انگیزان را تسکینِ تمام داد و همه طالبِ آن گشتند که باندک رخصتی که از پایهٔ سریرِ اعلی

---

[1] در ک بعدش "ع" یعنی علامت مصرع دارد، [2] رک به کنز العمال ۵: ۲۳۵ نمره ۵۶ ۴۹، [3] دیوان حافظ ص ۳۲۹،

یا بکلی متقاعد شوند، وچون فرمان همایون از دیوانِ سلطانِ ربعِ مسکون بایشان رسید مصلحت چنان دیدند که قلعه طرزک[5] را بتصرفِ پادشاه سیف الدین بازگذارند، واین قلعه بلطفِ آب وهوا از باقی قلاعِ هرموز بهتراست، پادشاه توران‌شاه این سخن را فوزی عظیم دانسته بحُسنِ قبول تلقی نمود وتقبل فرمود که نسبت ببرادرِ اکبر انواعِ دوستداری وخدمتگاری بجای آورد، وپادشاه سیف الدین در قلعهٔ طرزک[5] خزید ودَم در کشید، وامرا شرحِ احوال عرضه داشتِ پایهٔ سریرِ اعلی نموده وآنحضرت استحسان نموده هریک بالکای خود بازرفتند،

وقایع سنة اثنتین واربعین

ذکر نهضتِ همایون بصوبِ مشهدِ مقدسِ معلّا[6]

حق سبحانه وتعالی هرکرا بمعاونتِ عنایتِ[7]* ازلی ومساعدتِ سعادتِ لم یزلی درمجمعِ الارواح باخواصِ اهل الله ومقربانِ درگاه

---

[5] ک با ک: طرزک، و: طِرزک، بب: طرِیک، ———یزدی ۱: ۸۱۰ این کلمه را "ترزک" نوشته است، [5] ک آ: طِرزک، با ک: طرزک، بب: طرِیک، [6] اک آ بب: رضوی (بجای معلا)، با ——— ، در اک بعدش اولاً "ودرین سال میرزا الغ بیک" تا "برخبر وقوف ص ۱۰۰ س ۱۰ تا ص ۱۰۱، س ۸ آورده است باز عبارت متن را، اما آن عبارت را بمحض هم دارد، یعنی این عبارت مکرر است دران نسخه، [7] آ بلعنایت، آ بمعاونت بخت زعنایت،

آشنائی داد تحقیقت ابواب دولت وسعادتِ دو جهانی بروی
او کشاد چنانچه حضرت خاقان سعید از مبادی تباشیر صبح دولت
تا غایتِ ارتفاعِ آفتاب سلطنت، همیشه معتقدِ اهل الله و مخلصِ
اربابِ انتباه بود، و بصدقِ نیّت و صفای عقیدت جبینِ اخلاص
بر خاکِ درگاه ایشان می سود، و تا از یورش سیم آذربایجان
معاودت نمود زیارتِ مشهد مقدّس و تقبیلِ آستان و
صندوق اقدس نفرمود، و هرچند هنگام مرورِ موکبِ منصور
از نشاپور تا بمشهد چندان دور نبود امّا آنحضرت عنانِ عزیمت
بصوبِ مشهدِ مقدّس معطوف نساخت و خواست که سعادتِ
۱۰ زیارتِ آن قبّه و بارگاه در اثنای راه ننماید بلکه عزمِ زمین بوسِ
آن درگاه بر سبیلِ استقلال و کمالِ تضرّع و ابتهال فرماید، تا
درین فرصت احرامِ زیارتِ حضرت[۱] امام علیه التحیة والسلام
(۲۷۲ ب) | بسته رایتِ عزیمت برافراخت، و غلغلهٔ نهضتِ
همایون و لوله در گنبدِ گردون انداخت، و حضرت اعلیٰ خاقانی در
عینِ سلطنت و جهانبانی پنجم ماه ربیع الثانی بعزمِ زیارتِ
سلطان خراسان نهضت نمود، و موکبِ نصرت اعلام بصوبِ
مشهدِ مقدّسِ حضرت امام عزیمت فرمود و از پادشاه زادگان
میرزا محمد جوکی و میرزا علاء الدوله و از امرای عظام امیر علیکه
کوکلتاش در هراة ماندند و در نوزدهم همین ماه میرزا محمد جوکی

---

[۱] فقط آ ——،

عازم ما وراء النهر شد، و بسعادت ملازمت برادر اکبر و پادشاه دانشور میرزا الغ بیک استسعاد یافت و میرزا الغ بیک را ملایم مزاج همایون آمد، و در بارهٔ برادر مرحمت و شفقت فرمود، و میرزا علاء الدوله[1] نیز در همین روز بموجب فرمان اعلی عازم قشلاق استراباد شد و امیر علیکه کوکلتاش عازم ولایت مرو شد، و[2] در آنجا[*] بعمارت بقاع خیر اشتغال نمود،

وحضرت خاقان سعید چون بمزار فایض الانوار شیخ الاسلام احمد جام قدس سره رسید به ادب تمام و غایت تعظیم و احترام شرائط زیارت بجا آورد و صلات و صدقات بفقرا و مستحقان رسانید، و اولاد و امجاد شیخ الاسلام بخدمات شایسته قیام نمودند و آنحضرت در بارهٔ ایشان عنایت و رعایت فرمود، و موکب گردون احتشام از تربت مقدسهٔ جام[3] رایت فتح آیت بر افراشت،

و در منزل سعد آباد[4] نقش صید و صورت شکار بر لوح خاطر انور[5] نگاشت[*] و امرای کبار از اطراف بر الغار لشکر یا بجرگا مقرر داشتند و آن صحرای وسیع را که از سعد آباد و مخالف[6] سرا و خطیره تا قریهٔ فراه[7] جر[8] دست چون حلقهٔ انگشتری در میان گرفتند،

---

[1] اک بعد ش + : علاء الدین، [2] آ: انجا (بجای در انجا)، [3] نقط ک —، [4] رک به نزهه ص ۷۷، س ۱۵ و لیستر ینج خریطه ۸، [5] ک: انوار نگا، انوار برنگاشت، [6] با آ: مخالف، ب اک ش ل متن)، [7] فرهادان نزهه ص ۱۷۷ س ۱۴، ۹؟ [8] یعنی صحرای بی نبات،

مخصوص بود و از دیر باز با یکدیگر در مقام عداوت بودند هر دو بزرگ
بدیوان آمدند[1] و انواعِ سخنانِ موحش و حکایاتِ ناخوش با هم گفتند و
در اظهار قبایح یکدیگر سعی بلیغ نمودند، و بآن رسید که خواجه سید علی
دعوی کرد که سید[2] زین العابدین سبّ شیخین کرده بر سبیلِ
علانیه، و بر صدقِ مدّعی[3] خود اقامتِ شهادت کرد، و جمعی موافقِ آن
گواهی دادند، و قاضی اردوی همایون حکم تعزیر کرد و بعرض حضرت
خاقان سعید رسانیده، فرمانِ همایون از موقف جلال نفاذ یافت
که سید را دُرّه زنند، و از مشهد کوچانیده بهراة آورند[4]، و همان
زمان سید را بر سرِ دیوان دُرّهٔ[5] بلیغ زدند و کوچانید (ه) نقل هراة
۱۰ کردند،

و چون موکبِ همایون بشربتِ جام رسید آنحضرت هم از راهِ
عزم زیارت شیخ الاسلام احمد جام[6] فرمودند، و خواجه شهاب الدین[7]
ابو المکارم که در آن زمان شیخ و متولّی بود به اردوی اعلی رفته بود، خواجه
غیاث الدین[8] علاء[9] اصغر از تشریف حضرتِ اعلی وقوف یافته فی الحال به
تربتِ مقدسه شتافت، و چندانکه حافظان از ختم کلام ملکِ
علّام فراغت یافتند خواجه علی اصغر چند بریان و گوسفندان پخته
و باقی اسباب دعوت بنوعی کشید که دیدهٔ ناظران از حسنِ آن

---

[1] از، آمدند؛ چند ورق را در ب ندارد، [2] فقط با: سیدی؛
[3] با: مدعای، [4] ک اک: آوردند، آ با مثل متن، [5] با ـــ ،
[6] آ با ـــ ، [7] با اک: غیاث الدین، ـــ برای وی رک به حبیب السیر
۳: ۳: ۴۲ س ۲۰ یک شعبه از نسب صاحب حبیب السیر با و اتّصال داشت، [8]
اک: علاء الدین علی؛ با: علاء الدین،

ترتیب متحیّر گردید[1]، از آنجمله قرب[2] صد طبق جوشبره[3] حاضر ساخت، وآنحضرت خدمتِ خواجه را بالطافِ پادشاهانه نواخت، وموکب ظفرآیات عازمِ دارالسلطنهٔ هراة شد، و چهاردهم جمادی الاولی در مستقرّ دولت نزولِ اجلال[4] فرمود،

و در همین[5] روز امیر علیکه بطرفِ مرو رفته بود باز آمد و بسعادتِ ملازمت مستسعد شد، وآنحضرت امیر سلطان محمد بن امیر جهان شاه[6] برلاس را عنایت فرموده امیر الوس ساخت ومنصب توّاجی وامارتِ لشکر بحسنِ اهتمام او باز گذاشت، و در سلک امرای عظام انتظام یافت،

(۳۴۳) ودرین سال میرزا الغ بیگ کورگان قاصدِ معتمد سخندان را بدرگاه جهان پناه روان فرمود واستدعا نمود که فرزند ۱۰ صبیهٔ او حسیبه[7] سلطان خاندزاده بیگم را که ذراری[8] دوان طفولیت مهد علیا گوهرشاد آقا از مملکتِ ماوراء النهر بعظمت تمام بدارالسلطنهٔ هراة آورده بودند و چند سال بدولت و اقبال در حجرِ عفافت نگاه داشت باز فرستند، و چون پدرِ بزرگوار آن گوهرِ درجِ عصمت وزهرهٔ برجِ عفت را طلب فرمود مهد علیا خاندزاده بیگم را بیوسونِ پادشاهی وآئینِ شاهنشاهی ارسال نمود، و چون نزدیک سمرقند رسید میرزا الغ بیگ خواتین وشاهزادگان

---

[1] ک: گردیده، [2] آ ـــــ، اک: قریب، آ: مثل متن، [3] نام آشی مشهور که از خمیر باندام مثلث ومربع طولانی ساخته از گوشت وسبزی ومصالحه پر کنند و در آب جوشانند وماست وکشک بر بالای آن خورند . . . وبجیم فارسی نیز نوشته اند و در غیاث جوش بیره . . . بایمعنی نوشته (فرهنگ آنندراج)، [4] آ آ اک: جلال (بجای اجلال)، [5] آ آ اک ـــــ، [6] اک بعدش +: بن امیر جاکو برلاس، [7] آ: حسیبه، آ: حسیبه، اک: حبیبه،

وامرا وارکانِ دولت و اعیانِ حضرت و شیخ الاسلام و سایر اکابر و معارف را برسم استقبال بر سبیلِ استعجال روان ساخت و چون بحوالی سمرقند آمد بحکم ع

اذا دنتِ المنازلُ زادَ شوقی

آفتابِ شفقت میرزا الغ بیگ سایهٔ عاطفت بر حالِ شاهزاده انداخت، و پای عزیمت در رکاب سعادت آورده بر سمندی ع

جوان چو دولتِ سلطان روان چو فرمانش

سوار شد، و چون بشاهزاده رسید فرزندِ سعادتمند را در آغوش ۱۰ مهربانی کشید و دلجوئی تمام نمود، و در حرم سرای خاص مقام و مسکن تعیین فرمود، و از اسبابِ رفاهیتِ احوال و موجبِ مسرت و فراغِ بال بغایت بر خبر بود، بیت

انواعِ رفاهیت و اسبابِ فراغت
از لطفِ شهنشاهِ جهان داشت مهیا[۱]

---

[۱] پیدرش فقط در با + ؛ و درین سال ایزد متعال عالی حضرت شیخ الاسلام نور الله محمد بن المرحوم المغفور قطب فلک ارشاد و الولایه شیخ بها (ء) الدین قدس سره را فرزند سعادت مند کرامت فرمود، و بخواجه ناصر الدین موسوم شد، و تاریخ ولادت آن مولود بیهال هم بحساب حروف ابجد و هم بسال هشتصد و چهل و دو می شود، و جناب مخدومی اخوی مولانا شرف (شریف) الدین عبد القهار طاب ثراه درین معنی گفته است قطعه

سحر مبشر اقبال بشیر آمد و گفت — که نخل باغ ولایت ثمر بار آورد
نوید مقدم مخدوم ناصر الدین داد — که کاینات باقبالش افتخار آورد
هم از حساب جمل هم ز مدت هجرت — چو هشتصد و چهل و دو بود در شمار آورد
{ ۸۴۲ = ۱۰ + ۳۲ + ۷۹۹ }

و اینچنین موافقت هما نا واقع نشده باشد،

ودرین سال میرزا محمد سلطان بن میرزا[۵۱] محمد جهانگیر که از صبیه[۵۲]
حضرت خاقان سعید بوجود آمده بود و چند سال در گلشن اقبال
نشو و نما یافته ع

چون غنچهٔ ناشگفته در خاک[۵۳] بریخت

وآنحضرت از جهت مفارقت جگرگوشه متألم گردید و چون از
جزع وفزع فایده ندید دست وقار در دامن اصطبار زده زبان
گوهر بار بآیهٔ کریمهٔ انّا لله وانّا الیه راجعون دُرر نثار ساخت، وعزای
بعظمت داشته آنحضرت چند نوبت بوثاق شاهزادهٔ مرحوم
فرمود، وختمات کتاب آسمانی ونامهٔ ربّانی بجای آوردند، ورسم
آش وطعام بتقدیم رسانیدند،

وهم درین سال جناب صدارت پناه ع

افتخار الصدور فی العالم

مولانا جلال الدین لطف الله که از صدور روزگار بکمال جاه و اعتبار
امتیاز داشت وبغایت لطیف طبع، وخوش ذهن، مربّی فضلا،
معتقد اهل الله ومرید اصحاب فقر و ارباب انتباه ع

براه عدم رفت چون دیگران،

ومولانای مرحوم مولانا شمس الدین محمد بن مولانا شیخ علی که
زاهد وعابد وپرهیزگار بود و بمهمات[۵۴] مسلمانان بنفس شریف قیام
می نمود، نوبتی پیش حضرت خاقان سعید رسید وگفت:

---

[۵۱] برای ذکر از دواجش رک به ص ۲۴۳ بذیل وقائع ۸۱۶ھ، [۵۲] آ:
صلبیه، [۵۳] آ: باغ (بجای خاک)، [۵۴] ک: بمهات،

صابون[۵۱] خانه نامشروع است، و از جهتِ منعِ صابون پختنِ مسلمانان
در زحمت اند، آنحضرت مگر عذری گفته باشد، خدمتِ مولوی
در حضورِ حضرت روی بآسمان آورده گفت: الٰهی! می بینی که حکمِ تو
می رسانم و این مغول بچه نمی شنود، آنحضرت[۵۲] فی الحال حکم[۵۳] فرمود که
صابون خانه نباشد، و کسی مزاحم رعیت نشود[*]، و عمر مولوی یک[۵۴] صد و
هفت[*] سال بود، در جمعه بیست و یکم ربیع الاول ع
بسوی روضهٔ رضوان سفر کرد،

(۸۴۲ھ) و استاد قوام الدین معمار شیرازی که در بنّائی و معماری
اعجوبهٔ روزگار و نادرهٔ اعصار بود غرّهٔ شعبان رحلت نمود، و از[۵۵] جملهٔ
۱۰ عمارات که خاطرِ نازک و فهمِ درّاکِ او بمعماریِ آن قیام نمود مدرسهٔ
مهد علیا گوهرشاد آغاست[*] که بی تکلف به تکلفِ آن عمارت
دیده ورانِ جهان نظیر و شبیهِ آن ندیده اند،

[۵۱] حبیب السیر ۳: ۳: ۱۴۷ (بحوالهٔ مطلع): اِحداث صابون خانه بدعت است و منع مسلمانان از آن امر نامشروع، [۵۲] حبیب السیر، خاقان سعید مغفور از شنیدن این سخن متغیر شد، فی الحال فرمان داد که صابون خانه را برانداختند و جهت پختن صابون رعیت را مواخذه نسازند، [۵۳] آ ـــــ، [۵۴] حبیب السیر: صد و بیست و هفت، نسخهٔ حاشیهٔ آن کتاب: صد و بیست ما
[۵۵] برای وی رک به حبیب السیر ۳: ۳: ۱۴۷؛ دولتشاه ص ۳۴۰، [۵۶] حبیب السیر ۳: ۳: ۱۴۸: و از جملهٔ آثار آن استاد نادره کار در دار السلطنهٔ هراة عمارات عالیات مهد علیا گوهرشاد آغاست ـــــ رک به پوپ ۴: ۴۲۲ برای عکس منارهٔ مدرسهٔ گوهرشاد در هرات،

وقایع سنه ثلث و اربعین

ذکر آمدن ایلچی مصر جیجکبوقا[۵۱] نام

ملکِ مُلک بخش تعالی و تقدس حضرت خاقان سعید را مملکتِ وسیع عنایت فرمود، و از بدایتِ چین تا نهایتِ روم و مصر و اقصای ترکستان تا پایانِ هندوستان تمام این ممالک در قبضهٔ اقتدارِ بندگانِ آنحضرت بغایت معمور و مضبوط بود، و کسی را در جمیع آن بلاد و دیار خلافِ فرمان حضرت خاقان سعید[۵۲] بر خاطر خطور نمی نمود و سرکشانِ روی زمین التجا بدرگاهِ عالمپناه آورده باج گذار و فرمان بردار بودند، و از روی ارادت و انقیاد رسل و رسائل و سائل[۵۳] ساخته تبرکاتِ لایق ارسال می[۵۴] نمودند[۵۵] و ازا لجمله سلطانِ مصر الملک الظاهر[۵۶] چقماق بیک ایلچی فرستاد جیجکبوقا[۵۷] نام و او در منتصف جمادی الاخر[۵۸] بدارالسلطنهٔ هراة رسید و تبرکات لایق و تبیلاکات[۵۹]

---

[۵۱] ک: جیجکبوتا، آ: چچکپوقا، با: جیچکتوقا، اک: جچلبوق، حبیب السیر ۴: ۳: ۱۳۳: جیجکتوقا،
[۵۲] آبا: کامکار، اک مثل متن،
[۵۳] فقط ک —،
[۵۴] ک: —،
[۵۵] آ: —، [۵۶] الظاهر سیف الدین چقماق از ممالیک برجیه از ۸۴۲ھ تا ۸۵۷ھ فرمان روائی کرد (زامباور ص ۱۰۵)،
[۵۷] ک: جیجکبوقا، با: جیچکتوقا، آ (بهر موضع): چیچکبوقا، اک: جیجکبوقا،
[۵۸] ک: الآخر،
[۵۹] بعدش با + تنسوقات،

مناسب بموقفِ عرض رسانید، وشرحِ این حال بنوعی بسطی در مقال محتاج است،

وبیان[1] آن چنانست که از ابتدای ظهورِ دولتِ حضرت صاحب قران بل افتتاحِ تسلطِ پادشاه جهانگشای چنگیزخان وفرزندان والی نهایت سلاطینِ مصر وشام همیشه در مقامِ تمرد وعناد وسرکشی واستبداد بودند، وبارادت واعتقاد هرگز باین پادشاهان توسل ننمودند، وکتب تواریخ باین احوال ناطق است ودر صحبتِ این دعوی گواهی صادق، درین وقت سلطان چقماق اظهارِ محبت ووداد واخلاص واعتقاد نموده ایلچی فرستاد، وگویند پیش از تعینِ سلطنت شبی درخواب ۱۰
دیده بود که حضرت خاقان سعید میانِ اورا گرفته وبرداشته بر سریرِ سلطنتِ مصر نشاند، سلطان چقماق از غایتِ فرح وشادمانی از خواب بیدار شد ع

زهی مراتب خوابی که بِه ز بیداریست

واز کمالِ نشاط وغایتِ انبساط چون گل بتبسم[2] نسیم صبحگاهی متبسم شده با خویش گفت بیت

بختِ بیدار من از تربیتِ شاهرخی
یاد آن روز که اندر دلِ شبهامی خواست

---

[1] آ: بناء (بجای بیان) [2] ک: تبسم، تصحیح قیاسی ست، حبیب السیر ۳: ۳: ۳۳): تنسیم،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

فہارس

اورینٹل کالج میگزین

از

سنہ ۱۹۲۵ء تا سنہ ۱۹۴۱ء

فہرست مندرجات

عرض حال

اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۲۵ء سے جاری ہوا، مئی ۱۹۲۵ء پر جلد اول کو ختم کر دیا گیا۔ نومبر ۱۹۲۵ء سے جلد دوم شروع ہوئی - اور اگست ۱۹۲۶ء پر ختم، اس رسالہ کا نمبر سلسلہ ۶ تھا۔ کیونکہ اس جلد سے فی جلد ۴ نمبر شائع ہونے شروع ہوئے۔ (نمبر مسلسلہ ۷) سے جلد سیم شروع ہوئی۔ اور اس نمبر سے نمبر سلسلہ باقاعدہ رسالہ پر درج ہونے لگا۔ جلد ۱۴ کے عدد ۱ (عدد مسلسل ۵۱) سے جو ماہ نومبر ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ ضمیمہ (جو دراصل پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کا رسالہ ہے) بھی اس میگزین کے ساتھ شائع ہونے لگا ہے۔ یہ ترتیب اب تک جاری ہے۔

عرصہ سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ کہ ہر میگزین کے مواد کی مختصر سی فہرست شائع کی جائے۔ مسٹر محمد ابراہیم ایم۔ اے سابق ریسرچ سٹوڈنٹ پنجاب یونیورسٹی حال لکچرر اسمٰعیل کالج اندھیری نے نومبر ۱۹۲۵ء سے اگست ۱۹۳۰ء تک کے رسالوں کی پانچ فہرستیں مرتب کیں (یعنی فہرست مضمون نگاران، فہرست مضامین، تبصرہ و تنقید، متون رسائل و اقتباسات متفرقہ، انتخاب اشعار)۔ اب ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے ان فہرستوں کو نومبر ۱۹۴۱ء تک مکمل کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ فہرستیں مفید ثابت ہونگی۔

حوالہ جلد نمبر اور صفحہ کا اس طرح دیا گیا ہے مثلاً ۳۴/۱۷، ۱۷ سے مراد جلد ۱۷

ہے، ۱ سے مراد نمبر ۱ ہے، ۲۷ سے مراد صفحہ ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

ایڈیٹر

۱- فہرست مضمون نگاراں

فرخی سیستانی نومبر ۱۹۳۶ء (۱۲/۱ ۴۲)

" فروری ۱۹۳۷ء (۱۳/۲ ۲۶)

" مئی ۱۹۳۷ء (۱۳/۳ ۴۸)

" اگست ۱۹۳۷ء (۱۳/۴ ۳۲)

جواب استفسار ادبی

نومبر ۱۹۳۷ء (۱۴/۱ ۴۵)

ترجمہ ادبیات ایران

فروری ۱۹۳۸ء (۱۴/۲ ۵۲)

برہان مآثر (تبصرہ)

ضمیمہ فروری ۱۹۳۸ء (۱۴/۲ ۲۱)

رسالہ جامعہ (تبصرہ)

ضمیمہ فروری ۱۹۳۶ء (۱۲/۲ ۲۴)

ایک ممتحن -

امیدواران امتحان ایف - اے

کی اردو

اگست ۱۹۳۹ء (۱۵/۴ ۲۶)

جناب باقی عباسی شادانی پروفیسر جسونت کالج جودھپور

۱- تمثیلات ثلاثہ

نومبر ۱۹۳۲ء (۹/۱ ۱۱۹)

۲- نکات سخن فروری ۱۹۳۶ء (۱۲/۲ ۸۱)

۳- کلمات عوامانہ فارسی

اگست ۱۹۳۸ء (۱۴/۴ ۸۱)

پروفیسر بلدیو سنگھ اورینٹل کالج لاہور

نسب نامہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر

فروری ۱۹۴۱ء (۱۷/۲ ۱۱۸)

ڈاکٹر بنارسی داس ایم - اے

پہاڑی واریں

نومبر ۱۹۲۷ء (۴/۱ ۱۰۵)

سسی اور پنوں کا قصہ
آرام کے بحر
فرہنگ سسی و پنوں
} نومبر ۱۹۲۸ء (۵/۱ ۵۸)

سندر سنگار ضمیمہ فروری ۱۹۳۰ء (۶/۲ ۱)

پروفیسر بے انت سنگھ اورینٹل کالج لاہور

ریویو "برچھیاں دی وار"

فروری ۱۹۲۶ء (۲/۲ ۲۴)

پروفیسر تاج محمد خان ایم - اے -

گورنمنٹ کالج رہتک

کمال نامہ خواجوی کرمانی
سوانح حیات اور تصانیف

ضمیمہ فروری ۱۹۳۹ء (۱۵/۲ ۳)

اگست ۱۹۲۹ء (۵/۴ ۴۵)

نومبر ۱۹۲۹ء (۶/۱ ۹)

تاریخ رزمیات ایران

فروری ۱۹۳۰ء (۶/۲ ۱)

مئی ۱۹۳۰ء (۶/۳ ۱)

اگست ۱۹۳۰ء (۶/۴ ۲۸)

فروری ۱۹۳۱ء (۷/۲ ۳۳)

اگست ۱۹۳۱ء (۷/۴ ۷۳)

نومبر ۱۹۳۱ء (۸/۱ ۶۱)

فروری ۱۹۳۲ء (۸/۲ ۳۲)

مئی ۱۹۳۲ء (۸/۳ ۹۷)

اگست ۱۹۳۲ء (۸/۴ ۲۶)

مثنوی صفا نامہ

اگست ۱۹۳۱ء (۷/۴ ۴۴)

نومبر ۱۹۳۱ء (۸/۱ ۴۵)

شاہنامے میں طلوع آفتاب

نومبر ۱۹۳۲ء (۹/۱ ۱)

فروری ۱۹۳۳ء (۹/۲ ۱۰۰)

ادارہ معارف اسلامیہ کا پہلا اجلاس

مئی ۱۹۳۳ء (۹/۳ ۷۳)

فارسی کی بعض شاعر عورتیں اور

ان کا کلام نومبر ۱۹۳۳ء (۱۰/۱ ۳۱)

فروری ۱۹۳۴ء (۱۰/۲ ۱۲۹)

فارسی کے تذکرے

نومبر ۱۹۳۴ء (۱۱/۱ ۵۸)

نوروز نامۂ خیام

نومبر ۱۹۳۴ء (۱۱/۱ ۱۰۴)

علام ابن الفوطی

مئی ۱۹۳۵ء (۱۱/۲ ۳)

ایران کے بعض اہم کتبخانے

نومبر ۱۹۳۵ء (۱۲/۱ ۹۷)

ادارہ معارف اسلامیہ کا دوسرا اجلاس

مئی ۱۹۳۶ء (۱۲/۳ ۷۷)

تذکرۂ خاقانی

اگست ۱۹۳۶ء (۱۲/۴ ۳۵)

نومبر ۱۹۳۶ء (۱۳/۱ ۳)

امام مؤفق نیشاپوری

فروری ۱۹۳۷ء (۱۳/۲ ۸۱)

بحر الفوائد نومبر ۱۹۳۷ء (۱۴/۱ ۱۶)

الحوادث الجامعہ فی المائۃ السابعہ

فروری ۱۹۳۸ء (۱۴/۲ ۶۸)

جہانگیر اور نورجہان کی منظوم

مئی سنہ ۱۹۲۵ء (۱/۲ ۴۹)

فرقہ نوربخشی کے حالات پر مزید روشنی
اگست سنہ ۱۹۲۹ء (۵/۴ ۱)

نیرنگی نغمہ (از مرکز ادوار)
فروری سنہ ۱۹۲۵ء (۱/۱ ۱۵)

دریچہ طبیب (از مطائبات حکیم شفائی)
فروری سنہ ۱۹۲۵ء (۱/۲ ۱۶)

انتخاب تحفۃ الحبیب فخری
فروری سنہ ۱۹۲۵ء (۱/۲ ۴۸)

غزلیات نوربخش
ضمیمہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء (۱/۲ ۱-۲۸)

لاہور عہد مغلیہ میں
مئی سنہ ۱۹۲۵ء (۱/۲ ۸۸)

لاہور قدیم (دارا شکوہ کا آئینہ محل)
مئی سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۳ ۹)
اگست سنہ ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۳۲)

غزل عراقی مئی سنہ ۱۹۲۵ء (۱/۲ ۹۵)

قصہ امیر حمزہ مرقع تصاویر کی شکل میں
نومبر سنہ ۱۹۲۵ء (۲/۱ ۱)
فروری سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۴ ۵)

فہرست مصنفات شاہ رفیع الدین
دہلوی نومبر سنہ ۱۹۲۵ء (۲/۱ ۴۲)

انتخاب از مثنوی وحشی بافقی
فروری سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۴ ۴)

اقتباس از ساقی نامہ نوعی خبوشانی
فروری سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۴ ۱۰)

رام پور کے دو کتب خانے
فروری سنہ ۱۹۲۷ء (۲/۴ ۱۱)

غزل فغانی۔ فروری سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۴ ۲۳)

انتخاب از محمد صوفی مازندرانی و
غزل از مولانائے روم۔
فروری سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۴ ۵۶)

مثنوی سحر البیان کا ایک نادر دیباچہ
اگست سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۴ ۱)

مثنوی گلستان خیال
اگست سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۴ ۲۷)

قرب بادشاہاں
اگست سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۴ ۷۶)

تذکرۂ میخانہ اور اس کا مولف
نومبر سنہ ۱۹۲۶ء (۳/۱ ۳)
فروری سنہ ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۳)
تکملہ فروری سنہ ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۴۰)

انتخاب اشعار فروری سنہ ۱۹۲۷ء (۲/۳ ۷…

فارسی تذکرے مئی سنہ ۱۹۲۷ء (۳/۳ ۴۸)

" اگست سنہ ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۳۱)

خزائن مخطوطات کتاب خانہ کپورتھلہ

اگست سنہ ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۱)

نومبر سنہ ۱۹۲۷ء (۴/۱ ۶۲)

فروری سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۲ ۱)

تصحیح میخانہ اگست سنہ ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۷۹)

نومبر سنہ ۱۹۲۷ء (۴/۱ ۵۵)

فروری سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۲ ۴۴)

پنجاب کے دو مشہور قصے ہیر رانجھا

سسی پنوں

اگست سنہ ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۹۱)

نومبر سنہ ۱۹۲۷ء (۴/۱ ۶۷)

سسی پنوں

فروری سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۲ ۸۰)

ریویو بر رسالہ تجلی

نومبر سنہ ۱۹۲۷ء (۴/۱ ۱۰۴)

انتخاب دیوان سنجر کاشی

نومبر سنہ ۱۹۲۷ء (۴/۱ ۱۱۱)

ارتجال کی ایک حیرت ناک مثال

فروری سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۲ ۱۱۱)

رسالہ در معرفت عناصر و کائنات الجو

مئی سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۳ ۱۳۱-۹۱)

اقتباس از فرحت الناظرین

مئی سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۳ ۹۲)

اگست سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۴ ۵۳)

افغانان قصور اگست سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۴ ۱)

رسالہ در معرفت عناصر و کائنات الجو کا

سن تصنیف اگست سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۴ ۲۴)

جواہر نامہ اگست سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۴ ۱۲)

خاندان سید الوزراء نظام الملک (اقتباس

از تاریخ بیہق)

نومبر سنہ ۱۹۲۸ء (۵/۱ ۷۶)

فروری سنہ ۱۹۲۹ء (۵/۲ ۸۵)

تاریخ الحکماء (درۃ الاخبار و لمعۃ الانوار)

ضمیمہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء (۵/۲ ۱-۵۶)

" مئی سنہ ۱۹۲۹ء (۵/۳ ۵۷-۸۰)

" نومبر سنہ ۱۹۲۹ء (۶/۱ ۸۱)

مبارز الدولہ پیر ابراہیم خان خویشگی قصوری

مئی سنہ ۱۹۲۹ء (۵/۳ ۱)

النہایہ فی الکنایہ ثعالبی

ضمیمہ مئی سنہ ۱۹۳۰ء (۶/۳ ۱-۲۴)

ترجمہ عرفی از عرفات العاشقین تقی اوحدی مئی سنہ ۱۹۳۱ء (۷/۳ ۶۸)

فہرست مصنفات علامہ شہرستانی نومبر سنہ ۱۹۳۱ء (۷/۱ ۹۱)

بہاء الدین ابو محمد الخرقی فروری سنہ ۱۹۳۲ء (۸/۲ ۷۴)

اقتباس از تاریخ بیہق فروری سنہ ۱۹۳۳ء (۹/۲ ۱۰۷)

مطلع سعدین و مجمع بحرین عبدالرزاق سمرقندی مئی سنہ ۱۹۳۳ء (۹/۳ ۱-۴۴)
اگست سنہ ۱۹۳۳ء (۹/۴ ۲۵)
نومبر سنہ ۱۹۳۳ء (۱۰/۱ ۷۷)
ضمیمہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء (۱۲/۲ ۱۹۳-۲۲۴)
مئی سنہ ۱۹۳۶ء (۱۲/۳ ۲۲۵-۲۴۰)
اگست سنہ ۱۹۳۶ء (۱۲/۴ ۲۲۱)
نومبر سنہ ۱۹۳۸ء (۱۵/۱ ۳۲۹)
ضمیمہ فروری سنہ ۱۹۳۹ء (۱۵/۲ ۴۰۹)
" اگست سنہ ۱۹۳۹ء (۱۵/۴ ۴۶۵-۵۴۰)
" نومبر سنہ ۱۹۳۹ء (۱۶/۱ ۵۴۱-۶۲۴)

لفظ کوکبہ کی تحقیق مئی سنہ ۱۹۳۳ء (۹/۳ ۱۱۴)

عہد شیرشاہی کے دو فرامین مئی سنہ ۱۹۳۳ء (۹/۳ ۱۱۵)

فرسخ یا فرسنگ اگست سنہ ۱۹۳۳ء (۹/۴ ۴۸)

خرعتابی یا زبیرا نومبر سنہ ۱۹۳۳ء (۱۰/۱ ۸۸)

اقتباسات تحفہ سامی فروری سنہ ۱۹۳۴ء (۱۰/۲ ۷۲)

سفینۃ الاولیا کے ایک نایاب نسخہ کا حال جو بخط مصنف (یعنی دارا شکوہ ابن شاہجہان بادشاہ ہے) مئی سنہ ۱۹۳۴ء (۱۰/۳ ۱۰۹)

سلطان حسین مرزا کے دربار میں علم و ہنر کی سرپرستی مئی سنہ ۱۹۳۴ء (۱۰/۳ ۱۳۶)

اقتباس از واقعات بابری و تاریخ رشیدی مئی سنہ ۱۹۳۴ء (۱۰/۳ ۱۵۰)

خط و خطاطان (اقتباس از تذکرہ محمد طاہر نصرآبادی) اگست سنہ ۱۹۳۴ء (۱۰/۴ ۳)

مسجد وزیر خان کے بعض کتبات

مئی ۱۹۳۶ء (۱۲/۳ : ۱۲۴)

تہ بہ قصور کے متعلق اقتباسات

فروری ۱۹۳۷ء (۱۲/۲ : ۹۲)

اقتباس از آداب الحرب والشجاعت

للمدبر الروزی، نومبر ۱۹۳۷ء (۱۳/۱ : ۶۵)

میر یحییٰ شاہ شطاری قصوری

مئی ۱۹۳۹ء (۱۵/۳ : ۶)

ظفر نامہ یزدی کا دیباچہ

اگست ۱۹۳۹ء (۱۵/۴ : ۲-۱۰۸)

اقتباس از بدائع وقائع مصنفہ انند رام مخلص

نومبر ۱۹۴۱ء (۱۸/۱ : ۸۹)

ڈاکٹر محمد صدیق ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

تین غزنوی جنرلوں کا زوال

نومبر ۱۹۳۳ء (۱۰/۱ : ۵۰)

پروفیسر محمد عبدالرحمان دہلوی

محمد شاہ بن تغلق

نومبر ۱۹۲۶ء (۳/۱ : ۹)

فروری ۱۹۲۷ء (۳/۲ : ۸۱)

مئی ۱۹۲۷ء (۳/۳ : ۱۶)

اگست ۱۹۲۷ء (۳/۴ : ۵۹)

نومبر ۱۹۲۷ء (۴/۱ : ۹۶)

فروری ۱۹۲۸ء (۴/۲ : ۳۵)

سید محمد عبداللہ ایم۔ اے۔ ڈی لٹ

تبرکات تیموری

فروری ۱۹۲۶ء (۲/۲ : ۵۷)

خزائن مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری

مئی ۱۹۲۶ء (۲/۳ : ۵۵)

اگست ۱۹۲۶ء (۲/۴ : ۴۵)

نومبر ۱۹۲۶ء (۳/۱ : ۶۵)

فروری ۱۹۲۷ء (۳/۲ : ۷۳)

مئی ۱۹۲۷ء (۳/۳ : ۶۷)

نومبر ۱۹۲۷ء (۴/۱ : ۵۱)

فروری ۱۹۲۸ء (۴/۲ : ۱۲)

مئی ۱۹۲۸ء (۴/۳ : ۲۸)

نومبر ۱۹۲۸ء (۵/۱ : ۶۸)

اگست ۱۹۲۹ء (۵/۴ : ۱۶)

فروری ۱۹۳۱ء (۷/۲ : ۸۴)

مئی ۱۹۳۱ء (۷/۳ : ۵۸)

اگست ۱۹۳۱ء (۷/۴ : ۶۸)

نومبر ۱۹۳۱ء (۸/۱ : ۵۷)

فروری ۱۹۳۲ء (۸/۲ : ۶۷)

نظام الملک ثانی یعنی میر علی شیر فانی
فروری ۱۹۳۴ء (۱۰/۲ ۳)

میر علیشیر کی بزم شعر و سخن
فروری ۱۹۳۵ء (۱۱/۲ ۲)

علیشیر کی ایک کتاب کا قلمی نسخہ یعنی
مرغوب الفواد ترجمہ محبوب القلوب
اگست ۱۹۳۵ء (۱۱/۴ ۴۱)

انیسویں صدی کا ایک مصنف اور مفکر
فروری ۱۹۳۶ء (۱۲/۲ ۳)
اگست ۱۹۳۶ء (۱۲/۴ ۲۰)

ادبیات ایران در عصر حاضر
مئی ۱۹۳۷ء (۱۳/۳ ۱۳)

مولینا حالی کی کتب سوانح
نومبر ۱۹۳۷ء (۱۴/۱ ۵۵)
فروری ۱۹۳۸ء (۱۴/۲ ۲۹)

شبلی فکر جدید سے کیونکر روشناس ہوئے؟
مئی ۱۹۳۸ء (۱۴/۳ ۳۸)

نذیر احمد کے قصے
اگست ۱۹۳۸ء (۱۴/۴ ۵۳)

سرسید کے ہم خیال علما کے دینی نظریے
نومبر ۱۹۳۸ء (۱۵/۱ ۵۲)

سرسید کے زیر اثر ادبی تنقید کی ابتدا
فروری ۱۹۳۹ء (۱۵/۲ ۹۲)

فارسی شاعری میں اصلیت اور واقفیت
مئی ۱۹۳۹ء (۱۵/۳ ۴۹)

غالب کے جدید تذکروں پر ایک نظر
اگست ۱۹۳۹ء (۱۵/۴ ۳)

سیرۃ النبی شبلی نومبر ۱۹۳۹ء (۱۶/۱ ۵۵)

محکمہ آثار قدیمہ ہند کی کارکردگی اور اسلامی
باقیات کے ساتھ سلوک۔
مئی ۱۹۴۰ء (۱۶/۳ ۳)

فارسی شاعری اور مسائل حیات
اگست ۱۹۴۰ء (۱۶/۴ ۲۰)

فارسی کی مثالیہ شاعری
نومبر ۱۹۴۰ء (۱۷/۱ ۹۳)

دنیائے اردو جنگ عظیم کے بعد
فروری ۱۹۴۱ء (۱۷/۲ ۷۱)
مئی ۱۹۴۱ء (۱۷/۳ ۳)

فارسی شاعری میں گل و گلزار کی حقیقت
نومبر ۱۹۴۱ء (۱۸/۱ ۷۵)

نل دمن احمد سراوی
ضمیمہ نومبر ۱۹۴۱ء (۱۸/۱ ۲۰)

محمد فضل حق ایم۔ اے۔ ریسرچ سٹوڈنٹ

شیخ ابو علی الحسین بن سینا کے فلسفہ پر سرسری نظر۔ فروری ۱۹۲۶ء (د ۴/۲ ۱۷)

عرب جاہلیت کی شاعری

اگست ۱۹۲۶ء (د ۴/۴ ۲۵)

مولوی محمد عبدالرزاق (مولوی فاضل)

علمائے غزنہ مئی ۱۹۲۳ء (د ۹/۳ ۱۸)

اگست ۱۹۲۳ء (د ۹/۴ ۱۱)

مولوی محمد نظیر ی فاضل

النہایہ فی الکنایہ للثعالبی

ضمیمہ مئی ۱۹۳۰ء (د ۶/۳ ۱-۲۴)

مولینا محمد نورالحق علوی

دائرۃ الوجود۔ فروری ۱۹۲۷ء (د ۳/۲ ۵۸)

تبصرہ بر اصول حدیث۔ اصول تفسیر۔ اصول فقہ، مئی ۱۹۲۷ء (د ۳/۳ ۸۸)

فہرست رجال مسانید امام احمد بن حنبل

نومبر ۱۹۲۷ء (د ۴/۱ ۱۱۳)

فروری ۱۹۲۸ء (د ۴/۲ ۱۱۳)

مئی ۱۹۲۸ء (د ۴/۳ ۱۰۹)

علم التفسیر اگست ۱۹۲۶ء (د ۱۲/۴ ۶۷)

علم کلام اور نظریۂ استقامہ

نومبر ۱۹۲۶ء (د ۱۳/۱ ۸۵)

فروری ۱۹۲۷ء (د ۱۳/۲ ۳۸)

مئی ۱۹۲۷ء (د ۱۳/۳ ۸۱)

مولوی محمد یوسف مولوی فاضل صدر مدرس

مدرسہ دینیہ۔ عربیہ سرینگر

مقامات بدیع الزمان ہمدانی مقامۂ مضیرے کے بارے میں۔

فروری ۱۹۲۰ء (د ۹/۲ ۱۱۷)

پروفیسر حافظ محمود شیرانی

شیخ فریدالدین عطار اور حکایات سلطان محمود

فروری ۱۹۲۵ء (د ۱/۱ ۲۵)

رابعہ بنت کعب القزداری

مئی ۱۹۲۵ء (د ۱/۲ ۶۸)

مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی قطب شاہی

نومبر ۱۹۲۵ء (د ۲/۱ ۲۰)

ریختہ مئی ۱۹۲۶ء (د ۲/۳ ۱)

بکٹ قصہ محمد افضل جھنجانوی

اگست ۱۹۲۶ء (د ۲/۴ ۱۳)

خالق باری نومبر ۱۹۲۶ء (د ۳/۱ ۴۸)

مولینا ابوالبرکات منیر لاہوری

مئی سنہ ۱۹۲۷ء (۳/۳ ۱)

مخدوم شیخ بہاؤالدین برناوی

اگست سنہ ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۱۱)

نومبر سنہ ۱۹۲۷ء (۴/۱ ۹)

اگست سنہ ۱۹۲۹ء (۵/۴ ۴۲)

شاہنامے کا قدیم دیباچہ

فروری سنہ ۱۹۲۹ء (۵/۲ ۲)

اردو زبان اور اسکے مختلف نام

مئی سنہ ۱۹۲۹ء (۵/۳ ۴)

آٹھویں اور نویں صدی ہجری کی
فارسی تالیفات سے اردو زبان کے
وجود کا ثبوت۔

نومبر سنہ ۱۹۲۹ء (۶/۱ ۱)

شاہنامے سے فردسی کے حالات

فروری سنہ ۱۹۳۰ء (۶/۲ ۳۷)

اردو کے فقرے اور دوہرے آٹھویں
اور نویں ہجری کی فارسی تالیفات سے

اگست سنہ ۱۹۳۰ء (۶/۴ ۱)

گوجری یا گجراتی اردو سولہویں
صدی عیسوی میں

فروری سنہ ۱۹۳۱ء (۷/۲ ۱)

اردو مغلوں کے دربار میں

مئی سنہ ۱۹۳۱ء (۷/۳ ۱)

نورالدین جہانگیر سنہ ۱۰۱۴ و سنہ ۱۰۳۷ء

اگست سنہ ۱۹۳۱ء (۷/۴ ۱)

اردو کی شاخ

نومبر سنہ ۱۹۳۱ء (۸/۱ ۱)

اردو کی شاخ ہریانی زبان میں

فروری سنہ ۱۹۳۲ء (۸/۲ ۱)

قرآن مجید کی ایک قدیم تفسیر

مئی سنہ ۱۹۳۲ء (۸/۳ ۱)

میر قدرت اللہ خان اور اسکی تالیف
مجموعہ نغز نومبر سنہ ۱۹۳۲ء (۹/۱ ۲۸)

نمائش مخطوطات و مسکوکات (بسلسلہ
ادارہ معارف اسلامیہ)

نومبر سنہ ۱۹۳۳ء (۱۰/۱ ۱)

پرتھی راج راسا از چند بردائی
(مطالعہ اور مطالب)

مئی سنہ ۱۹۳۴ء (۱۰/۳ ۳)

اگست سنہ ۱۹۳۵ء (۱۱/۴ ۳)

نومبر سنہ ۱۹۳۵ء (۱۲/۱ ۲)

اگست سنہ ۱۹۳۶ء (۱۲/۴ ۲۴)

ساتویں اور آٹھویں نویں صدی ہجری میں بتوں کی تاریخی اہمیت۔
اگست سنہ ۱۹۲۳ء (۹/۴ ۳)

شیخ گدائی کنبوہ اگست سنہ ۱۹۲۴ء (۱۰/۴ ۹۰)

دہلی کا ایک قدیم شاعر
نومبر سنہ ۱۹۲۴ء (۱۱/۱ ۱۴۷)

بسلسلہ شیخ جمالی و فرزندان او
فروری سنہ ۱۹۲۵ء (۱۱/۲ ۲۶)

رسالہ خط و سواد
فروری سنہ ۱۹۲۵ء (۱۱/۲ ۴۶)

مثنوی مفتاح الفتوح از حضرت امیر خسرو دہلوی۔
مئی سنہ ۱۹۳۶ء (۱۲/۳ ۵۸)
اگست سنہ ۱۹۳۶ء (۱۲/۴ ۹۳)
نومبر سنہ ۱۹۳۶ء (۱۳/۱ ۵۹)
فروری سنہ ۱۹۳۷ء (۱۳/۲ ۷۳)

۲۔ فہرست مضامین

پرتھی راج راسا از چند بردائی مطالعہ اور مطالب
مئی ۱۹۳۴ء (۱۰/۳ ۳)
اگست ۱۹۳۵ء (۱۱/۴ ۳)
نومبر ۱۹۳۵ء (۱۲/۱ ۳)
اگست ۱۹۳۶ء (۱۲/۴ ۲۴)
نومبر ۱۹۳۶ء (۱۳/۱ ۲۷)
فروری ۱۹۳۷ء (۱۳/۲ ۹۹)
مئی ۱۹۳۷ء (۱۳/۳ ۷۳)
اگست ۱۹۳۷ء (۱۳/۴ ۴۹)
نومبر ۱۹۳۷ء (۱۴/۱ ۳)

پنجاب کے دو مشہور قصے ہیر و رانجھا سسی و پنوں
اگست ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۹۱)
نومبر ۱۹۲۷ء (۴/۱ ۶۷)

پنجاب میں اردو فروری ۱۹۳۳ء (۹/۲ ۴۶)
مئی ۱۹۳۷ء (۱۳/۳ ۸۹)
نومبر ۱۹۴۰ء (۱۷/۱ ۳)
مئی ۱۹۴۱ء (۱۷/۳ ۱۱)

پہاڑی واریں نومبر ۱۹۲۷ء (۴/۱ ۱۰۵)

تاریخ ایران قدیم کا مطالعہ -
مئی ۱۹۳۹ء (۱۵/۳ ۸۰)

تاریخ رزمیات ایران فروری ۱۹۳۰ء (۶/۲ ۱)
مئی ۱۹۳۰ء (۶/۳ ۱)
اگست ۱۹۳۰ء (۶/۴ ۲۸)
فروری ۱۹۳۱ء (۷/۲ ۳۳)
اگست ۱۹۳۱ء (۷/۴ ۷۳)
نومبر ۱۹۳۱ء (۸/۱ ۶۱)
فروری ۱۹۳۲ء (۸/۲ ۳۲)
مئی ۱۹۳۲ء (۸/۳ ۹۷)
اگست ۱۹۳۲ء (۸/۴ ۲۶)

تاریخ نغربی نومبر ۱۹۳۸ء (۱۵/۱ ۳)
فروری ۱۹۳۹ء (۱۵/۲ ۳)

تذکرۂ خاقانی اگست ۱۹۳۶ء (۱۲/۴ ۲۵)
نومبر ۱۹۳۶ء (۱۳/۱ ۳)

تذکرۂ میخانہ اور اس کا مؤلف
نومبر ۱۹۲۶ء (۳/۱ ۳)
فروری ۱۹۲۷ء (۳/۲ ۳)

ترجمہ ادبیات ایران فروری ۱۹۳۸ء (۱۴/۲ ۵۲)

تزکات تیموری فروری ۱۹۲۶ء (۲/۲ ۵۷)

تصانیف شیخ جمالی دہلوی -
نومبر ۱۹۳۳ء (۱۰/۱ ۴۵)

تصحیح تاریخ وصاف فروری ۱۹۲۸ء (۴/۲ ۷۳

تصحیح میخانہ اگست ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۷۹)

ابن خلدون ۔

مئی سنہ ۱۹۴۱ء (۱۷/۳ ۲)

دہلی کا ایک قدیم شاعر نومبر سنہ ۱۹۲۴ء (۱۱/۱ ۱۴۷)

دیار عرب کے مغربی سیاح

مئی سنہ ۱۹۳۷ء (۱۳/۳ ۲)

اگست سنہ ۱۹۳۷ء (۱۳/۴ ۴۲)

مئی سنہ ۱۹۳۷ء (۱۴/۳ ۳)

فروری سنہ ۱۹۳۹ء (۱۵/۲ ۸۲)

فروری سنہ ۱۹۴۰ء (۱۶/۲ ۳)

ذخیرہ سکندر ذوالقرنین نومبر سنہ ۱۹۴۱ء (۱۸/۱ ۴۹)

رابعہ بنت کعب القرداری۔

مئی سنہ ۱۹۲۵ء (۱/۲ ۶۸)

راسا اور ابوالفضل فروری سنہ ۱۹۳۶ء (۱۲/۲ ۵۹)

رام پور کے دو کتب خانے۔

فروری سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۲ ۱۱)

رباعیات خیام کا ایک اور قدیم نسخہ۔

مئی سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۳ ۱۴)

رباعیات خیام کی تعیین اگست سنہ ۱۹۴۱ء (۱۷/۴ ۲)

رباعی کے اوزان یاد رکھنے کا ایک آسان طریقہ

فروری سنہ ۱۹۴۰ء (۱۶/۲ ۷۱)

مئی سنہ ۱۹۴۰ء (۱۶/۳ ۲۲)

رسالہ جامعہ ضمیمہ فروری سنہ ۱۹۳۶ء (۱۲/۲ ۱۴۰)

رسالہ خط و سواد فروری سنہ ۱۹۳۵ء (۱۱/۲ ۴۶)

رسالہ در معرفت عناصر و کائنات الجو کاسن تصنیف

اگست سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۴ ۲۴)

روحانی اگست سنہ ۱۹۴۰ء (۱۶/۴ ۵۴)

روئداد پنجاب یونیورسٹی عربک و پرشین سوسائٹی

مئی سنہ ۱۹۳۹ء (۱۵/۳ ۱)

ریختہ مئی سنہ ۱۹۲۶ء (۲/۳ ۱)

ساتویں آٹھویں اور نویں ہجری میں ہنود کی

تاریخی اہمیت اگست سنہ ۱۹۳۳ء (۹/۴ ۳)

سجابی بخی اور اسکی رباعیات کے قلمی نسخے

نومبر سنہ ۱۹۳۱ء (۷/۱ ۴)

سب رس نومبر سنہ ۱۹۳۴ء (۱۱/۱ ۳)

سحر حلال مئی سنہ ۱۹۳۶ء (۱۲/۳ ۷۱)

سرسید کے زیر اثر ادبی تنقید کی ابتدا۔

فروری سنہ ۱۹۳۹ء (۱۵/۲ ۹۲)

سرسید کے ہم خیال علماء کے دینی نظریے۔

نومبر سنہ ۱۹۳۸ء (۱۵/۱ ۵۲)

سسی پنوں فروری سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۲ ۸۰)

سسی اور پنوں کا قصہ
آرام کے بحر
فرہنگ سسی و پنوں
} نومبر سنہ ۱۹۲۸ء (۵/۱ ۵۸)

نومبر ۱۹۲۱ء (۸/۱ ۹۱)

فیصلہ - نومبر ۱۹۲۷ء (۴/۱ ۸۹)

قرآن مجید کی ایک قدیم تفسیر -
مئی ۱۹۳۷ء (۱۳/۳ ۱)

قصہ امیر حمزہ مرقع تصاویر کی شکل میں
نومبر ۱۹۲۵ء (۲/۱ ۱)
فروری ۱۹۲۶ء (۲/۲ ۵)

قند لذت (فارسی قصہ سوہنی مہینوال)
مئی ۱۹۳۱ء (۷/۳ ۶۳)

قیافۃ الاثر مئی ۱۹۳۶ء (۱۲/۳ ۲)

کتاب الحیوان مئی ۱۹۳۱ء (۷/۳ ۱۴۸)
اگست ۱۹۳۱ء (۷/۴ ۸۵)

کتب خانہ رام پور فروری ۱۹۳۰ء (۶/۲ ۱۰۷)
اگست ۱۹۳۰ء (۶/۴ ۶۷)

کلام بدر چاچ مئی ۱۹۳۳ء (۹/۳ ۱)

کلام نظیری نیشاپوری نومبر ۱۹۳۳ء (۱۰/۱ ۳۴)

کلام منوچہری (منوچہری اور اس کا کلام)
مئی ۱۹۳۷ء (۱۳/۳ ۶۰)
نومبر ۱۹۳۷ء (۱۴/۱ ۲۸)
فروری ۱۹۳۸ء (۱۴/۲ ۳)

کلمات عوامانہ فارسی اگست ۱۹۳۸ء (۱۴/۴ ۸۱)

کوائف حجاز مئی ۱۹۲۷ء (۳/۳ ۱۳۱)

گرونانک کی فارسی تعلیم کہاں تک تھی؟
مئی ۱۹۲۸ء (۴/۳ ۹)

گوجری یا گجراتی اردو سولہویں صدی عیسوی میں - فروری ۱۹۳۱ء (۷/۲ ۱)

لاہور عہد مغلیہ میں مئی ۱۹۲۵ء (۱/۳ ۸۸)

لاہور قدیم مئی ۱۹۲۶ء (۲/۳ ۹)
اگست ۱۹۲۷ء (۳/۴ ۳۲)

لاہور کی ایک مسجد سے اکبر کے عہد کے چند کتبات - نومبر ۱۹۳۹ء (۱۶/۱ ۷۹)

لفظ کوکبہ کی تحقیق مئی ۱۹۳۳ء (۹/۳ ۱۱۳)

ماوراء النہر کا فارسی لٹریچر -
ضمیمہ نومبر ۱۹۴۱ء (۱۸/۱ ۱)

مبارز الدولہ پیر ابراہیم خان خویشگی قصوری
مئی ۱۹۲۹ء (۵/۳ ۱)

متنبی پر ایک نظر فروری ۱۹۳۵ء (۱۱/۲ ۸۱)
مئی ۱۹۳۵ء (۱۱/۳ ۷۵)

مثنوی بیغم بیراگی نومبر ۱۹۲۹ء (۶/۱ ۵۷)

مثنوی سحر البیان کا ایک پرانا دیباچہ
اگست ۱۹۲۶ء (۲/۴ ۱)

مثنوی صفانامہ - اگست ۱۹۳۱ء (۷/۴ ۲۴)

۳۔ فہرست باب تبصرہ وتنقید

تسہیل العربیہ فروری سنہ ۱۹۳۴ء (د ۱/۲ ۱۴۶)

تنقیدات عبد الحق فروری سنہ ۱۹۳۶ء (د ۱۲/۲ ۱۱۷)

جدید اخبار اور رسالے فروری سنہ ۱۹۲۸ء (د ۴/۲ ۱۰۹)

جدید اردو شاعری نومبر سنہ ۱۹۳۳ء (د ۱/۱ ۱۵۹)

جواہر سخن (حصہ چہارم) ضمیمہ نومبر سنہ ۱۹۳۹ء (د ۱۶/۱ ۴)

چار یار مئی سنہ ۱۹۳۰ء (د ۶/۳ ۹۹)

چٹھیاں دی دار فروری سنہ ۱۹۲۶ء (د ۲/۲ ۲۴)

حقیقت جاپان مئی سنہ ۱۹۳۵ء (د ۱۱/۴ ۱۲۳)

حیات جاوید (طبع جدید) اگست سنہ ۱۹۴۰ء (د ۱۶/۴ ۷۲)

حیات و تصانیف امیر خسرو مئی سنہ ۱۹۳۶ء (د ۱۲/۲ ۱۲۸)

خرائط العالم مئی سنہ ۱۹۲۷ء (د ۳/۲ ۹۴)

خزائن الفتوح از امیر خسرو دہلوی

مئی سنہ ۱۹۳۵ء (د ۱۱/۴ ۱۰۵)

خطابیات نومبر سنہ ۱۹۴۱ء (د ۱۸/۱ ۶۱)

خمسۂ کیفی اگست سنہ ۱۹۴۰ء (د ۱۶/۴ ۷۸)

داستان رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی

فروری سنہ ۱۹۳۴ء (د ۱۰/۲ ۱۴۴)

دائرۃ النوادر من المخطوطات العربیہ

فروری سنہ ۱۹۳۳ء (د ۹/۲ ۱۰۶)

دستکاری مئی سنہ ۱۹۲۱ء (د ۵/۳ ۸۰)

دستور پہلوی مئی سنہ ۱۹۳۵ء (د ۱۱/۴ ۱۳۵)

دیباچہ قدیم شاہنامہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء (د ۴/۲ ۱۰۵)

دیوان حضرت تعشق لکھنوی۔

مئی سنہ ۱۹۳۴ء (د ۱۰/۳ ۱۱۶)

رسالۃ النبیات مئی سنہ ۱۹۳۵ء (د ۱۱/۴ ۱۲۴)

رسالہ تاج کا اردوئے قدیم نمبر۔

مئی سنہ ۱۹۲۸ء (د ۴/۳ ۱۰۵)

رسالہ تاریخ اگست سنہ ۱۹۲۹ء (د ۵/۴ ۱۱۸)

رسالہ تجلی نومبر سنہ ۱۹۲۷ء (د ۴/۱ ۱۰۴)

رسالہ ساربان لاہور مئی سنہ ۱۹۳۶ء (د ۱۲/۳ ۱۲۴)

رسالہ نورس فروری سنہ ۱۹۳۱ء (د ۷/۲ ۱۱۰)

روئداد ادارہ معارف اسلامیہ اجلاس لاہور

مئی سنہ ۱۹۳۵ء (د ۱۱/۴ ۱۳۹)

روح تنقید نومبر سنہ ۱۹۲۶ء (د ۳/۱ ۲۲)

رہنمائے تعلیم مئی سنہ ۱۹۲۸ء (د ۴/۳ ۱۰۸)

ریاض فصحاء مئی سنہ ۱۹۳۵ء (د ۱۱/۴ ۱۳۴)

ساربان مئی سنہ ۱۹۳۷ء (د ۱۳/۳ ۱۱۰)

سائنس مئی سنہ ۱۹۴۱ء (د ۱۷/۳ ۹۵)

سالنامہ بزم اردو مئی سنہ ۱۹۳۵ء (د ۱۱/۴ ۱۲۰)

سخنوران ایران در عصر حاضر جلد اول۔

فروری سنہ ۱۹۳۴ء (د ۱۰/۲ ۱۳۸)

سروش مئی سنہ ۱۹۲۹ء (د ۵/۳ ۱۲۸)

سرور دو عالم — فروری ۱۹۳۴ء (۱۰/۲ ۱۴۸)

سکۂ سہیلا — اگست ۱۹۳۰ء (۶/۴ ۱۰۲)

سلسلۂ یوسفیہ کے مطبوعات۔ — فروری ۱۹۴۱ء (۱۷/۲ ۱۰۷)

سلطان محمود غزنوی — مئی ۱۹۴۰ء (۱۶/۴ ۷۱)

سوانح حیات چاند بی بی — فروری ۱۹۳۱ء (۷/۲ ۱۱۰)

صحیفۃ التکوین — فروری ۱۹۳۶ء (۱۳/۲ ۸۵)

صیدیہ — نومبر ۱۹۲۵ء (۲/۱ ۵۵)

طب العرب نمبر (شمس الاطبا) — مئی ۱۹۳۷ء (۱۳/۳ ۱۰۴)

طلوع اسلام — مئی ۱۹۳۹ء (۱۵/۳ ۱۰۰)

ظل السلطان — فروری ۱۹۲۹ء (۵/۲ ۱۰۲)

عربوں کی جہازرانی — فروری ۱۹۳۶ء (۱۳/۲ ۱۱۵)

عقد ثریا — مئی ۱۹۳۵ء (۱۱/۴ ۱۱۹)

علیگڑھ کالج میگزین — مئی ۱۹۳۷ء (۱۳/۲ ۱۰۷)

عنقائے معانی — نومبر ۱۹۳۲ء (۹/۱ ۷۹)

غالب یعنی نجم الدولہ۔ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان غالب — نومبر ۱۹۳۶ء (۱۳/۱ ۷۱)

غلامان اسلام — فروری ۱۹۴۱ء (۱۷/۲ ۱۰۹)

فارسی ادب کی تلمیحات و اشارات — مئی ۱۹۳۸ء (۱۴/۳ ۷۱)

فرہنگ اصطلاحات پیشہ وران جلد اول — اگست ۱۹۴۰ء (۱۶/۱ ۷۵)

فلسفہ جمال — نومبر ۱۹۳۵ء (۱۲/۱ ۱۱۷)

فہرس کتب خانہ مشن کالج۔ — مئی ۱۹۳۸ء (۱۴/۳ ۸۰)

فہرست کتب عربیہ رام پور۔ — فروری ۱۹۲۹ء (۵/۲ ۹۵)

قاموس الاعلام — نومبر ۱۹۳۵ء (۱۲/۱ ۱۱۹)

فتاوی عثمانی کتاب المیراث۔ — نومبر ۱۹۳۵ء (۱۲/۱ ۱۱۶)

قصر بے نظیر — فروری ۱۹۴۱ء (۱۷/۲ ۱۰۸)

قواعد مضمون نویسی — اگست ۱۹۳۱ء (۷/۴ ۹۷)

قاعدۂ فارسی — مئی ۱۹۳۰ء (۶/۳ ۹۸)

کتاب الانساب — اگست ۱۹۳۷ء (۱۳/۴ ۷۳)

کتاب الموائد فی علم البحر والقواعد۔ — فروری ۱۹۳۶ء (۱۲/۲ ۶۲)

کردار افسانہ — مئی ۱۹۳۰ء (۶/۳ ۹۷)

کلام الملوک — فروری ۱۹۴۱ء (۱۷/۲ ۱۰۷)

کلیات طغرائی — اگست ۱۹۳۳ء (۹/۴ ۴۶)

کیفیت العارفین ونسبت العاشقین۔ — فروری ۱۹۳۴ء (۱۰/۲ ۱۴۰)

کیفیات - فروری سنہ ۱۹۲۹ء (د ۱۵/۲ ۱۰۳)
گلشن گفتار - فروری سنہ ۱۹۳۲ء (د ۶/۲ ۸۳)
گلزار عثمانی - نومبر سنہ ۱۹۳۴ء (د ۹/۱ ۸۰)
مبادی نفسیات - اگست سنہ ۱۹۳۱ء (د ۷/۴ ۹۷)
مثنویات میر - فروری سنہ ۱۹۳۱ء (د ۷/۲ ۱۱۰)
مثنوی تغلق نامہ خسرو رحمہ دہلوی -
فروری سنہ ۱۹۳۴ء (د ۱۰/۲ ۱۴۸)
مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال -
فروری سنہ ۱۹۴۱ء (د ۱۷/۲ ۱۰۸)
مثنوی طوطی نامہ - فروری سنہ ۱۹۴۱ء (د ۱۷/۲ ۱۰۸)
مجلہ عثمانیہ کا جشن سیمین نمبر -
مئی سنہ ۱۹۳۷ء (د ۱۳/۳ ۱۰۹)
مجلہ کابل - فروری سنہ ۱۹۳۴ء (د ۱۰/۲ ۱۴۷)
محمود گاواں - فروری سنہ ۱۹۳۲ء (د ۶/۲ ۸۴)
مرحوم دہلی کالج - مئی سنہ ۱۹۳۴ء (د ۱۰/۳ ۱۲۷)
مرقع انشاء - فروری سنہ ۱۹۲۹ء (د ۵/۲ ۱۰۲)
مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر -
فروری سنہ ۱۹۳۴ء (د ۱۰/۲ ۱۴۶)
مسلمانوں کی صنعت و حرفت، زراعت اور
تجارت - مئی سنہ ۱۹۳۵ء (د ۱۱/۴ ۱۳۵)
مشاہدات سائینس - فروری سنہ ۱۹۳۴ء (د ۱۰/۲ ۱۴۲)

تقویم ہجری و عیسوی (انجمن ترقی اردو)
اگست سنہ ۱۹۴۰ء (د ۱۶/۴ ۷۳)
مطلع الانوار فروری سنہ ۱۹۲۸ء (د ۴/۲ ۱۰۱)
مکاتیب غالب مئی سنہ ۱۹۳۸ء (د ۱۴/۳ ۷۳)
مکتبۃ المورخین والجغرافیین العرب -
مئی سنہ ۱۹۲۷ء (د ۳/۳ ۹۱)
منتخبات ہندی کلام فروری سنہ ۱۹۳۲ء (د ۶/۲ ۸۲)
میر محمد مومن نومبر سنہ ۱۹۴۱ء (د ۱۸/۱ ۶۳)
نبراس الساری فی اطراف البخاری -
اگست سنہ ۱۹۲۷ء (د ۳/۴ ۷۱)
ندیم فروری سنہ ۱۹۳۸ء (د ۱۴/۲ ۸۲)
نظام ادب بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء
فروری سنہ ۱۹۴۱ء (د ۱۷/۲ ۱۰۵)
نیرنگ خاص نمبر - مئی سنہ ۱۹۲۸ء (د ۴/۳ ۱۰۸)
واقعات اظفری - فروری سنہ ۱۹۳۸ء (د ۱۴/۲ ۸۳)
وشو بانی فروری سنہ ۱۹۴۱ء (د ۱۷/۲ ۱۰۴)
ہمارے رسول اگست سنہ ۱۹۳۰ء (د ۶/۴ ۱۰۱)
ہمایوں سالگرہ نمبر مئی سنہ ۱۹۴۱ء (د ۱۷/۳ ۹۴)
ہندوستان کے قدیم شعراء سنہ ۱۲۱ھ تا سنہ ۶۷۹ھ
مئی سنہ ۱۹۳۸ء (د ۱۴/۳ ۴۹)
ہندوستانی ادب نومبر سنہ ۱۹۴۱ء (د ۱۸/۱ ۶۲)

۴۴ - فہرست متون رسائل و اقتباسات متفرقہ

ضمیمہ مئی سنہ ۱۹۳۵ء (۱۱/۳ د ۱۵۲)
اگست سنہ ۱۹۳۵ء (۱۱/۴ د ۴۸)

تاریخ الحکماء (درۃ الاخبار و لمعۃ الانوار)
ضمیمہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء (۵/۲ د ۱-۵۶)
" مئی سنہ ۱۹۲۹ء (۵/۳ د ۵۷-۸۰)
" نومبر سنہ ۱۹۲۹ء (۶/۱ د ۸۱)

ترجمہ از عرفات العاشقین تقی اوحدی
مئی سنہ ۱۹۳۱ء (۷/۳ د ۶۸)
تکملہ اگست سنہ ۱۹۳۴ء (۱۰/۴ د ۶۶)

تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب لابن الفوطی
ضمیمہ مئی سنہ ۱۹۳۹ء (۱۵/۳ د ۸۷)
" اگست سنہ ۱۹۳۹ء (۱۵/۴ د ۱۴۱-۱۶۰)
" نومبر سنہ ۱۹۳۹ء (۱۶/۱ د ۱۶۱-۲۱۶)
فروری سنہ ۱۹۴۰ء (۱۶/۲ د ۱-۴۸)
" فروری سنہ ۱۹۴۰ء (۱۶/۲ د ۲۱۷-۲۷۲)
مئی سنہ ۱۹۴۰ء (۱۶/۳ د ۴۹)
" مئی سنہ ۱۹۴۰ء (۱۶/۳ د ۲۷۳)
اگست سنہ ۱۹۴۰ء (۱۶/۴ د ۱۱۳)
" اگست سنہ ۱۹۴۰ء (۱۶/۴ د ۳۱۳)
نومبر سنہ ۱۹۴۰ء (۱۷/۱ د ۱۵۳-۱۷۶)
" نومبر سنہ ۱۹۴۰ء (۱۷/۱ د ۳۵۳)
فروری سنہ ۱۹۴۱ء (۱۷/۲ د ۱۷۷)
مئی سنہ ۱۹۴۱ء (۱۷/۳ د ۲۱۷)
اگست سنہ ۱۹۴۱ء (۱۷/۴ د ۲۴۹)
نومبر سنہ ۱۹۴۱ء (۱۸/۱ د ۲۸۱)

خطاطی کے نمونوں کی تشریح
اگست سنہ ۱۹۳۴ء (۱۰/۴ د ۱۷)

خط و خطاطان (اقتباس از تذکرہ محمد طاہر نصر آبادی) اگست سنہ ۱۹۳۴ء (۱۰/۴ د ۳)
فروری سنہ ۱۹۳۵ء (۱۱/۲ د ۳۹)
اگست سنہ ۱۹۳۵ء (۱۱/۴ د ۱۵۴)

رسالہ در معرفت و کائنات الجو۔
مئی سنہ ۱۹۲۸ء (۴/۳ د ۱۳۱-۱۹۱)

شرح حال رشید الدین وطواط۔
نومبر سنہ ۱۹۳۴ء (۱۱/۱ د ۱-۸)
فروری سنہ ۱۹۳۵ء (۱۱/۲ د ۱۶۲)
مئی سنہ ۱۹۳۵ء (۱۱/۳ د ۱۶۱)
اگست سنہ ۱۹۳۶ء (۱۲/۴ د ۱۰۹)

ضمیمہ یادداشت روضہ تاج محل آگرہ
نومبر سنہ ۱۹۳۷ء (۱۴/۱ د ۱-۶۰)

ظفر نامہ یزدی کا دیباچہ
ضمیمہ اگست سنہ ۱۹۳۹ء (۱۵/۴ د ۳-۲۸)

ضمیمہ نومبر سنہ ۱۹۳۹ء (۱۶/۱، ۵۰۱-۶۲۴)

میر بہلول شاہ قادری شطاری قصوری
ضمیمہ مئی سنہ ۱۹۲۹ء (۱۵/۳، ۶)

نل دمن احمد سراوی۔
ضمیمہ نومبر سنہ ۱۹۴۱ء (۱۸/۱، ۲۰)

النہایہ فی الکنایہ۔
ضمیمہ مئی سنہ ۱۹۳۰ء (۶/۳، ۱-۲۴)

ہمای و ہمایون خواجوی کرمانی۔
ضمیمہ اگست سنہ ۱۹۴۱ء (۱۷/۴، ۱)
" نومبر سنہ ۱۹۴۱ء (۱۸/۱، ۱۴)

۵- فہرست ان عکسوں کی جو اس رسالہ میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے

(بہ ترتیب تاریخ اشاعت)

نمبر شمار	عکس	اشاعت	صفحہ	مضمون	مضمون نگار
۱-	شبیہہ مبارز الدین پیر ابراہیم خان خویشگی تصور۔	مئی سنہ ۱۹۲۹ء	۱	حالات مبارز الدین پیر ابراہیم	ایڈیٹر
۲-	عہد شیر شاہی کے دو فرامین (۳ پلیٹ)	مئی سنہ ۱۹۳۳ء	۱۱۵	عہد شیر شاہی کے دو فرامین	"
۳	۱- نمونہ خط سلطان علی مشہدی	فروری سنہ ۱۹۳۴ء	۱۲۶	خطاطی کے نمونوں کی تشریح	"
	۲- نمونہ خط محمود شہابی	"	"	"	"
	۳- نمونہ خط عبدالرحمن الخوارزمی (از نسخہ دیوان حافظ)	"	"	"	"
	۴- " " "	"	"	"	"
۴-	عکس دو صفحات از کتاب سفینۃ الاولیا نسخہ بخط مصنف	مئی سنہ ۱۹۳۴ء	۱۱۴	سفینۃ الاولیا کے ایک نایاب نسخہ کا حال جو بخط مصنف یعنی محمد داراشکوہ ابن شاہجہان بادشاہ ہے	"
۵	نمونہ خط عطاء اللہ بن فضل اللہ المشتہر بکمال الحسینی	مئی سنہ ۱۹۳۶ء	۱۴۲	سلطان حسین مرزا کے دربار میں علم و ہنر کی سرپرستی	"

نمبر شمار	عکس	اشاعت	صفحہ	مضمون	نگارندہ
۶	۱۔ عکس صفحہ از کمال نامہ خواجوی کرمانی بخط میر علی تبریزی۔	اگست ۱۹۳۴ء	۲۰۷	خطاطی کے نمونوں کی تشریح	ایڈیٹر
	۲ (ا) سبحۃ الابرار جامی کے ایک صفحہ کا عکس بخط سلطان محمد نور	"	"	"	"
	۲ (ب) سبحۃ الابرار جامی کے آخری صفحہ کا عکس بخط سلطان محمد نور	"	"	"	"
	۳۔ وصلی بخط شکستہ از اختیار منشی	اگست ۱۹۳۴ء	"	"	"
	۴۔ نمونہ خط میر علی	"	"	"	"
	۵۔ (ا) نمونہ خط میر علی	"	"	"	"
	۵ (ب) نمونہ خط حافظ نور اللہ	"	"	"	"
	۶۔ نمونہ خط سلطان بایزید الدین امیر نظام الدین مشہور بدوری	"	"	"	"
	۷۔ نمونہ خط عماد الحسینی	"	"	"	"
	۸۔ نمونہ خط عماد	"	"	"	"
	۹۔ نمونہ خط محمد مراد کشمیری	"	"	"	"
	۱۰۔ نمونہ خط جواہر رقم یعنی میر سید علی خان الحسینی تبریزی بن آقا مقیم۔	"	"	"	"
	۱۱ (ا) نمونہ خط ملا عبد الرشید	"	"	"	"
	۱۱ (ب) " " "	"	"	"	"

نمبر شمار	عکس	اشاعت	صفحہ	مضمون	نگارندہ
۷۔	سلطان محمود غزنوی کے مزار کا کتبہ ۔	نومبر ۱۹۳۴ء	۱۵۴	سلطان محمود غزنوی کے مزار کا کتبہ ۔	محمد عبداللہ چغتائی
۸۔	۱۔ کتبہ عا	فروری ۱۹۳۵ء	۱۴۰	سندھ کے بعض کتبے	ایڈیٹر
	۲ 〃 عب	〃	۱۴۸	〃 〃	〃
	۳ 〃 عج	〃	۱۵۰	〃 〃	〃
	۴ 〃 عد	〃	۱۵۴	〃 〃	〃
۹۔	شبیہ ڈاکٹر اے۔سی۔ وولنر	فروری ۱۹۳۶ء	۱	مرحوم ڈاکٹر اے۔سی۔ وولنر	〃
۱۰	مسجد وزیر خاں کے کتبے ع۱، ع۲، ع۳، ع۴	مئی ۱۹۳۶ء	۱۲۴	مسجد وزیر خان کے کتبے ۔	〃
۱۱۔	(۱) ۱۲۴۴ھ = المدونۃ فی الفروع المالکیہ	اگست ۱۹۳۷ء	۱۱۲	خطاطی کے نمونے	〃
	(۲) ۵۲۶ھ ۔ المختصر من کتاب اللغت	〃	〃	〃	〃
	(۳) حدود ۴۵۰ھ = وامق و عذرا للعنصری ۔	〃	〃	〃	〃
	(۴) ۵۹۴ھ = الملل والنحل للشہرستانی	〃	〃	〃	〃
	(۵) ۴۴۸ھ = الصحاح للجوہری	〃	〃	〃	〃
	(۶) حدود ۔ ھ ۔ تحفۃ الاریب لتاریخ الخطیب ۔	〃	〃	〃	〃
	(۷) حدود ۶۲۲ھ = تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب (ش)	〃	〃	〃	〃

نگارندہ	مضمون	صفحہ	اشاعت	عکس	نمبر شمار
ایڈیٹر	خطاطی کے نمونے	۱۱۲	اگست ۱۹۴۳ء	لابن الفوطی بخطہ دو پلیٹ	
〃	〃	〃	〃	(۹) ۷۸۲ھ الکنایہ فی شرح الہدایہ	
〃	〃	〃	〃	(۱۰) حدود ۷۸۹ھ صحیح مسلم	
〃	〃	〃	〃	(۱۱) ۸۵۰ھ الصحاح للجوہری	
〃	〃	〃	〃	(۱۲) ۸۵۰ھ کتاب المسائرۃ فی العقاید لابن الہمام	
〃	〃	〃	〃	(۱۳) ۸۹۶ھ روض الاداب للحجازی	
〃	〃	〃	〃	(۱۴) ۹۴۰ھ حاشیہ قطبی از غیاث الدین	
〃	〃	〃	〃	(۱۵) ۹۹۲ھ منح السمیع بشرح تملیح البدیع للحمیدی الفیومی ۔	
آغا محمد باقر ایم اے پی۔ ٹی	شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد ۔	ضمیمہ ۱۱	فروری ۱۹۲۹ء	شبیہ شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد ۔	۱۲
مولوی محمد شفیع صاحب پرنسپل اورینٹل کالج لاہور	اقتباس از بدایع وقایع مصنفہ انند رام مخلص	۹۰	نومبر ۱۹۴۱ء	صفحہ از کتاب بدائع وقائع مصنفہ انند رام مخلص بخط مصنف	۱۳
〃	مطلع السعدین	۶۵۵	فروری ۱۹۴۲ء	صفحہ خمسہ نظامی و خسرو دہلوی بخط اظہر تبریزی	۱۴

نجادهٔ وبعید هواجرهٔ بردا وسلاماً و قطوب وجهه متهللاً وثغرهٔ بستاما؛

(۶۸۲) محب الدین ابو محمد عبد الرحمٰن[1] بن منصور بن ابی بکر بن منصور بن الحسن بن ثامر القنطری الادیب

ذکرهٔ کمال الدین ابن الشعار فی کتابه، وقال: هو من القنطرة قریة من سواد إمربل، وکان فاضلاً من ابناء التناء وانشد له مقطعات، وتوفی باربل سنة تسع وثلاثین وستمائة؛

(۶۸۳) محب الدین ابو البرکات عبد الرحیم بن شمس الدین محمد بن محب الدین سعید البغدادی المناول الصوفی

من اولاد المشائخ، سمع من مشائخنا، ولما توفی والدهٔ سنة احدی عشرة وسبعمائة رتب مکانهٔ مناولاً لکتب الخزانة المستنصریة ومناولاً لکتب المدرسة النظامیة،

(۶۸۴) محب الدین ابو محمد عبد العزیز بن الحسین بن عبد العزیز - یعرف بابن هلالة - الاندلسی الطبری المحدث

ذکرهٔ محب الدین محمد بن النجار فی تاریخه، وقال: قدم علینا من مکة مع الحاج سنة خمس وستمائة طالباً للحدیث، فسمع من اصحاب ابی القاسم[1] ابن الحصین وابی غالب[2] ابن البنا وابی بکر محمد[3] بن عبد الباقی وغیرهم، وانحدر الی واسط فسمع من القاضی ابن[4] المندائی

---

[1] هبة الله بن محمد الشیبانی المتوفی سنه ۵۲۵ھ؛ م: زیادات کتاب الکاف ص ۳۰. ۳۴۴
[2] احمد بن علی بن احمد المتوفی سنة ۵۲۷ھ؛ م: زیادات کتاب الکاف ص ۵۲؛ [3] هو قاضی المارستان توفی سنة ۵۳۵ھ؛ زیادات کتاب الکاف ص ۳۰. [4] محمد بن احمد بن بختیار الواسطی المتوفی سنة ۶۰۵ھ؛ الشذرات (۵: ۱۷)

وسمع باصبهان من ابی المجد زاهر بن ابی طاهر[1] الثقفی، وسافر بخراسان (؟ الی خراسان) نسمع من اصحاب ابی عبد الله الفراوی وسافر الی خوارزم ومرو وبخارا وسمرقند وسمع بهاء وکان حسن الصحبة سلیم الجانب کبیرا لنفس، عارفاً بحقوق الاخوان، وقدم بغداد وانحدر الی البصرة فتوفی بها فی شهر رمضان سنة سبع عشرة وستمائة روی لنا عنه شیخنا مجد الدین عبد[2] الله بن بلدجی؛

(۶۸۵) محب[3] الدین ابو المجد عبد العزیز بن محمد ابن سالم البغدادی

(۶۸۶) محب الدین ابو موسی عبد الغنی بن معین الدین محمد بن عبد الغنی بن نُقطة البغدادی المحدث

ذکره شیخنا معز الدین عمر بن دهجان البصری فی فوائده وقال: قرأت علی والدی الامام معین الدین اکثر تصانیفه، سمع منه الفقیه عفیف الدین ابو محمد غانم بن معوان بن سلیمان البصری سنة خمس واربعین وستمائة؛

(۶۸۷) محب الدین ابو محمد عبد القادر بن داوود بن ابی نصر الواسطی الفقیه ذکره شیخنا تاج الدین فی تاریخه، وقال: کان شیخاً صالحاً عارفاً بالفقه فصیح اللهجة، قدم بغداد شاباً واقام بالمدرسة النظامیة، وقرء الادب والفقه و الخلاف وجعل متولیاً علی سبیل الفقراء الذین تبرع به الناصر لدین الله

[1] ا: ابی طاهر؛ ولیراجع حاشیة ص ۲۳۳ من هذا الکتاب؛ [2] کمال الدین محمد بن الفضل الفراوی الصاعدی المتوفی سنة ۵۳۰؛ م کتاب الکاف ص ۲۰۹ والزیادات ص ۴۳ - [3] (کذا بالاصل من غیر ترجمة)

فجح متولّیا علیه عدة سنین وشهد عند القاضی شهاب الدین محمود بن احمد
الزنجانی فی سنة سبع عشرة وستمائة ولم یضع خطّه بعد ذلک الیوم الذی شهد
فیه ورتب شیخنا برباط الخلاطیة وناظرًا فی وقفه فمرّ علی ذلک الی ان
توفّی فی شهر ربیع الآخرة سنة تسع عشرة وستمائة ودفن بالشونیزیة

(۶۸۸) **محبّ الدّین** ابو الفضل عبد المنعم بن عبد الرحیم
ابن اسماعیل النیسابوری البغدادی الصوفی

من اولاد شیخ الشیوخ من البیت العریق فی التصوف والمعرفة والعلم وطهارة
النفس وکرم الاخلاق، واسند عن حذیفة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم: قال لقمان لابنه: یا بنیّ اذا استشهدت فاشهد و اذا استعنت فاعن واذا
استشرت فلا تعجل حتی تنظر فان العاقل یبصر بقلبه ما لا یری بعینه؛

(۶۸۹) **محبّ الدّین** ابو الربیع عبد المنعم بن محمد الدین عبد الصمد
ابن احمد بن ابی الجیش البغدادی المقرئ المحدّث الواعظ

العالم الفاضل المحدّث المقرئ، قرأ القرآن المجید علی والده مجد الدّین وسمع
علی والده الکثیر وعلی مشائخ العراق، ورتب اماما بمسجد قمریّة تجاه رباط البسطامی)
وهو علی طریقة حسنة وقاعدة مستحسنة من المواظبة علی القراءة والتحصیل و
الانقطاع عن الاقاویل والاهتمام بالنسخ والمطالعة والفکر والمراجعة ووعظ؛

(۶۹۰) **محبّ الدّین** ابو الحسن علی ابن احمد بن حاتم یعرف بابن
الناسخ الطائی الاندلسیّ الشنتمری الفقیه المحدّث

ذکره شیخنا عز الدّین عمر بن دهجان البصری فی فوائده وقال: سکن البصرة مدة،
وقرأ بها القرآن المجید علی شیخنا ابی علی الحسن بن احمد ابن الدویرة البصریّ ثمّ
قدم بغداد وسکن المدرسة المستنصریة، وسمع بها الحدیث علی عدة من

شیوخنا، وکتب بخطه الکثیر، وکان فیه کیس سخاء، وکان قلیل المخالطة للناس،

ووجدت سماعه علی الشیخ نجم الدین عبد اللطیف ابن القبیطی بقراءة محمد بن عمر بن

بدطن البستی سنة ست وثلاثین وستمائة، قال: وتوفی بنواحی ابسند نیجین فی جمادی

الاخرة سنة اثنتین وخمسین وستمائة؛

(٦٩١) محب الدین ابو الحسن علی بن کامروا بن عمر القورجی الکاتب

وکان القورجی رجلا ادیبا کاتبا حاسبا مصیبا، رایت بخطه (القطعة) التی

نظمها ابو یعلی بن الهباریة فی هجو ارباب الدولة الملکشاهیة واولها:

لو ان لی نفسا صبرت علی	هذا ولکن لیس لی نفس
الشیخ عینهم وسیدهم	خرف لعمرک بارد جبس
وابو الغنائم فی تبظرمه	بعلوا ولیس لیومه امس
وابو شجاع فی وسادته	کالخرس لکن فوقه الخرس
ومحمد القضباب فقحته	لا یورقضا بی نسارمس
قد صار مال الارض فی یده	عضوا وفیه راسه فلس

وهی طویلة

(٦٩٢) محب الدین ابو حفص عمر بن عفیف الدین عبد العزیز الناسخ بن دلف بن طالب البغدادی المقری المعدل

تقدم ذکر والده الشیخ عفیف الدین وانه کان مقبول القول عند الامام المستنصر

بالله، ونشأ محب الدین فی خدمة والده وحفظ القرآن المجید وقرأ بالروایات علی

المشائخ وسمع اباه وغیره وحج فی جملة من حج واعتمر عن المستنصر بالله سنة اربع وعشرین وانعم

علیه بخمس مائة دینار وخلعة نفیسة، ورتب ناظرا فی دیوان الوقوف العامة سنة ثلاثین

وستمائة؛

له کتبت هذه الترجمة فی جدول ازاء عمر بن عبد العزیز الاتی ذکره ثم نبه علی التصحیح بقوله: وکان القورجی: وکتب بالهامش: یقدم علی محب الدین عبد العزیز (کذا) له الشیخ عینهم والتکمیل عن القیاس؛

(۶۹۳) **محبّ الدین** ابو الفرج **عیسیٰ بن خلیل بن عبداللہ الموصلیّ۔ نزیل بغداد۔ الفقیہ المقرِی**

قدم بغدادَ فی صباہُ و قرأ القراٰنَ الکریمَ علی الشیخ عبدِ الواحد بن احمد المقدسیّ ثمّ قرأہٗ علیٰ شیخِنَا مجدِ الدین عبد الصمد[1] المُقرِیّ، و قرأ الفقہَ علی تقیّ الدین ابی الیامن الجوسقی و سمِع الحدیثَ علی جماعةٍ من مشائخنا، و رُتِّب فقیہًا بالمدرسةِ المستنصریّة فی الطائفة الاحمدیّة وھو صدیقی و صاحِبی کتبتُ عنہ، ولہ شعرٌ مطبوعٌ و رثی[2] قمریًا لہ بقولہٖ، و ذکرتہ فی شعراء العصر؛

(۶۹۴) **محبُّ الدین** ابو شجاع **عیسیٰ بن سُنقر بن عبدِ اللہِ الدمَشقِیُ الخیّاط**۔

روی کتابَ الحُدود فی النحوِ[3] وسمعہ علی شیخنا تقی الدین ابی الحسن علیّ بن عبدِ العزیز بن محمّدِ المقری الاربلی بسماعِہٖ فی سنة اثنتین وسَبعین وستّمائةٍ بمدینة السلام؛

(۶۹۵) **محبّ الدین** ابو محمّد **قیصر بن عبد اللہ بن الملیح الرُصَافی المقری**

کان احد المکبّرین بجامعِ المھدیّ بالرُصَافةِ وکان

---

[1] المتقدم ذکرہ فی ص ۱۲۳ من ھذا الکتاب؛ [2] لم یذکر القول ولا ترک لہ فراغًا؛ [3] لابی عُبَیدة مَعمَر بن المثنّی المتوفّی سنہ ۲۲۱ھ؛ کشف الظنون [4] م ۶۸۳ھ؛ تاریخ العراق (۱: ۳۳۶)

حافظاً للقرآنِ المجید کثیر التلاوۃِ، توفی یوم الخمیس رابع صفر سنة سبع و ستمائة و دُفِن بمقبرۃِ السبتی؛

(٦٩٦) **محبّ الدین** ابو محمد **فضلان بن خلف بن فضلان ابن ابی البرکات الأزجی القصّار الفقیہ**

ذکرہ محمد بن سعید بن الدبیثی فی تاریخہ، وقال: سمع اباالقاسم اسمٰعیل ابن السمرقندی وطبقتہ سمعنا منہ، و کانت وفاتہٗ یوم الجمعۃِ الثانی والعشرین من ذی الحجۃ سنة اثنتین و تسعین وخمسمائۃ؛

(٦٩٧) **محبّ الدین** ابوالحسن **المبارك بن ابی بکر محمد ابن مزید بن هلال یعرف بالخواص البغدادی الصوفی۔**

ذکرہ شیخنا عزّالدین عمر بن دهجان البصریّ فی فوائدہ، وقال سمع کتاب الملاحن لابی بکر محمد بن الحسن ابن دُرَید من عبدالمنعم بن کلیب بقراءۃِ زین الدّین ابی بکر الحازمی فی شعبان سنة احدی وثمانین وخمسمائۃ؛ قال. وسمعتُہٗ منہ بقراءۃِ شمس الدین محمد بن شیخنا محمود ابن ابی الغیثِ البصری فی یوم الاربعاء الثانی والعشرین

---

[۱] م ٥٣٦ھ؛ الشذرات (٤: ١١٢) (٢) ٢٢٣١-٣٢١ھ؛ اعلام (٣: ٨٠٢) معجم الادبا (٦: ٣٨٣) وفیات الاعیان (١: ٤٩٧) و بروکلمن (١: ١١١ مابعد) وذیلہ (١: ١٧٢ مابعد) [۳] م ٥٩٦ھ؛ الشذرات (٤: ٣٢٧) [۴] محمد بن موسی المتوفی سنة ٥٨٤ھ؛ الشذرات (٤: ٢٨٢)

من صفر سنة احدى وخمسين وستمائة؛

(۶۹۸) محب الدين ابو المعالى منوّچ بن جوهر بن موسى الصيهوری الصوفی

ذکره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السلفی فی کتاب معجم السفر؛ وقال روی لنا بالاسکندریّة من ابن عمّه القاضی ابی الفتوح نصر بن موسی بن اسلم بصیهور[1]؛

(۶۹۹) محب الدين ابو غالب محمّد بن احمد بن محمّد البغدادی

سمع الشیخ اتقیّ الدین ابن علیّ بن معالی الرصافی سنه ثلاث وخمسین وستمائة۔

(۷۰۰) محب الدين ابو الغنائم محمّد بن احمد بن اليعسوب البغدادی الصوفی

سمع ابا القاسم هبة الله بن[2] احمد الحریری المقری، سمع منه ابو بکر محمّد[3] بن مَشّق البا بصری؛

(۷۰۱) محب الدين محمّد بن خالد بن عبد الحميد الغرافی الفقيه الشافعی

اقام ببغداد وکان فقیهاً عالماً وسمع معنا علی جار رسول الله صلی الله علیه وسلم عفیف الدین عبد السّلام بن مزروع البصری

---

[1] لم اطلع علیه وذکر یاقوت ان صیهون (بالنون فی اخره) اسم جبل والله اعلم؛

[2] م ۵۳۱ ھ؛ [3] هو محمد بن مبارك بن محمد المعروف بالبیع ابن مَشّق؛ ذکره الزبیدی فی تاج العروس (۷: ۱۰) ویاقوت فی معجم البلدان (مادّة: التستریون)؛

مسند ابی داود الطیالسی سنة احدی وتسعین وستمائة

(۷۰۲) محب الدین ابوعبداللہ محمد بن رافع بن عبد اللہ الرخاباذی الفقیہ

ذکرہ شیخنا عز الدین عمر بن دھجان البصری وقال: کان من اعیان الفقہاء وافراد العلماء سمع من جماعة کتبت عنہ، و توفی فی سابع عشر شوال سنہ اثنتین وخمسین وستمائة

(۷۰۳) محب الدین ابونصر محمد بن ابی الشجاع بن ابی سعد بن مقدام بن ابی النجم بن حصین [ابن] نباتة النباتی المعری الادیب

کان من الائمة الاعیان الاعلام والقراء الافاضل بمدینة السلام رأیتہ لما قدمت بغداد وکان لہ معرفة بوالدی وجدی لاتی عفیف الدین ابی القاسم ابن الظہیری وکان حسن البھجة فصیح اللھجة کریم الاخلاق ظاھر البشر تردد الیّ راکبًا الی مشھد البرمة، ذکر لی انہ قرأ القرآن المجید علی الشیخ عبد الواحد الحدادی وغیرہ و سمع صحیح البخاری علی اصحاب ابی الوقت وکان ایام الملک مجاھد الدین الدواتی وسمع من اصحاب ابن الجوزی وابن الاخضر وسمع معنا علی مشائخنا وسألتہ عن مولدہ فذکر انہ ولد فی ذی الحجة

لہ لم اتمکن من توضیح النسبة بعد الآن تکون الی رخش اباد متصید تستر؛ ذکر حمد اللہ المستوفی فی نزھة القلوب (ص ۱۱۰)؛

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
لذیذاً	بَابِلاَ	طویل	۱۱	۲۵۴
فأجمادَ	فالاَعابِلاَ	؍؍	۱۱	۳۱۶
رأیت	ثاقِلاَ	؍؍	۱۳	۹۲
وحانِ	جاذلاَ	؍؍	۱۳	۱۱۳
تُبِیْنُ	حُلاحِلاَ	؍؍	۱۳	۱۸۴
ندافع	خَابِلاَ	؍؍	۱۳	۲۰۹
تَلَمَّسُ	صامِلاَ	؍؍	۱۳	۴۱۳
یُباکِرنَ	عَنَادِلاَ	؍؍	۱۳	۴۶۳
ویَبْرِی	غائِلاَ	؍؍	۱۴	۲۲(= ۲۵)
ولکن	باذِلاَ	؍؍	۱۴	۱۸۳
کأنَّ	حائِلاَ	؍؍	۱۴	۳۱۴
لَزِمتَ	الغوائِلاَ	؍؍	۱۶	۱۴
جعلن	شمائِلاَ	؍؍	۱۸	۷۳
ضَرَبتُ	المواصلاَ	؍؍	۱۸	۱۵۲
وولّی	الحمائِلاَ	؍؍	۸	۱۵۴
تُکَلِّفُهَا	الجمائِلاَ	؍؍	۱۹	۲۷۲
أنَازِلَةٌ	فاعِلَهْ	؍؍	۱۴	۱۸۲
فظلَّ	أُمابِلُهْ	؍؍	۱۵	۲۳
أبی	قاتِلُهْ	؍؍	۲۰	۳۵۵

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
وما	غَزَالَهَا	طویل	۱	۱۶۴
طَوی	نِفَالَهَا	؍؍	۱	۲۱۴
بَکَوهُ	حِبَالَهَا	؍؍	۱	۳۵۸
تُرَبِّبُهُ	سِخَالَهَا	؍؍	۱	۳۸۷
لَعَمرِی	ظِلاَلَهَا	؍؍	۲	۷۴(= ۱۰: ۲۰۴)
یُغَادِرنَ	عِیالَهَا		۲	۸۸(= ۱۲: ۹۰، ۲۶۵، ۱۴: ۲۹۷)
تَحُتُّ	طالَهَا	؍؍	۲	۳۲۶
بِهَا	قَذَالَهَا	؍؍	۲	۴۵۲
وأرمَلَةٍ	رِئالَهَا	؍؍	۳	۲۹۸
مَسائِحُ	خِلاَلَهَا	؍؍	۳	۴۳۳(= ۱۳: ۴۴۴، ۱۶: ۱۰)
ولما	آلَهَا	؍؍	۶	۴۶
فأنتَ	مَالَهَا	؍؍	۶	۱۹۱(= ۱۹: ۹۷)
أعدو	مالَهَا	؍؍	۶	۳۰۰

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
مُجَدَّل	الفُطُلُ	بسیط	۱۳	۱۱۰ (= ۱۹: ۱۱۴)
اذا	الجُعَلُ	″	۱۳	۱۱۹
أنا	تَخَنفَلُ	″	۱۳	۱۶۶
یَستَخرِج	الخَشَلُ	″	۱۳	۲۱۸
هذا	الخَطِلُ	″	۱۳	۲۲۲
السالک	الفُضُلُ	″	۱۳	۲۲۳
تدارک	دَبِلُ	″	۱۳	۲۵۰
لا	تَندَخِلُ	″	۱۳	۲۵۴
لا	والدَّغَلُ	″	۱۳	۲۶۱
یاصخر	طِحِلُ[له]	″	۱۳	۲۸۲
فقد	الوَهَلُ	″	۱۳	۳۲۷
اُختَزَنک	الشُّوُلُ	″	۱۳	۳۷۲
اِنَّ	سَیَشتَحِلُ	″	۱۳	۳۷۹ (= ۱۶: ۳۶۹)
وقد	شَوَلُ	″	۱۳	۳۸۵
سکّنته	الطُّوَلُ	″	۱۳	۴۳۶
اِنّا	الطِوَلُ	″	۱۳	۴۳۸
اِنّی	العَتَلُ	″	۱۳	۴۵۰

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
والساجیاتِ	الجَحَلُ	بسیط	۱۳	۴۵۵
أبا	عَصِلُ	″	۱۳	۴۷۶
لبیسَ	مُقتَبَلُ	″	۱۳	۴۹۷
انّی	المُغیُلُ	″	۱۴	۳۴ ع
لما	عَدَلوا	″	۱۴	۱۲۱
لا	نَتَلُ	″	۱۴	۱۶۷
لئن	سَنَتقِلُ	″	۱۴	۱۹۶
ثم	والنَّفَلُ	″	۱۴	۱۹۷
قالت	الجَحَلُ	″	۱۴	۲۵۹
قالت	رَجُلُ	″	۱۴	۲۶۵
وَیلُمّه	بَجَلُ	″	۱۴	۲۹۶
مُجَرنِثَما	الهَطِلُ	″	۱۴	۳۶۳
هذا	الأمَلُ	″	۱۵	۱۰۷
وفی	مُعتَزَلِ	″	۱۵	۱۰۹
کانت	والبَصَلُ	″	۱۵	۳۵۸
کأنّما	عَمَلُ	″	۱۶	۲۶۹
لا	نَهَلوا	″	۱۷	۱۵۰ (= ۱۹: ۶۳)
فَقُلتُ	قُبَلُ	″	۱۷	۱۶۹

له انظر ایضًا (۱۸: ۱۳۴)۔

صدر البیت	قافیه	بحر	جلد	صفحه
شیخٌ	والعِلَلُ	بسیط	۱۷	۲۰۵
یالیتَ	فَعَلُوا	″	۱۷	۲۴۹
لما	مُحتَبِلُ	″	۱۷	۳۲۰
السالك	یَنْتَعِلُ	″	۱۸	۵۲
یاصخرُ	عَصِلُ	″	۱۸	۱۳۴
ونحنُ	غَفَلُوا	″	۱۸	۲۴۳
أتنتهونَ	والفُتُلُ	″	۱۸	۲۹۸
یمشینَ	نَتَّکِلُ	″	۱۹	۵۹ (= ۶۰)
أبلغ	هَمَلُ	″	۱۹	۱۰۷ (= ۱۶۴، ۱۶۵)
قد	والجَبَلُ	″	۱۹	۱۴۸
لوتلههِ	عَطَلُ	″	۱۹	۱۸۴
فملكَ	مِنْ عَلُو	″	۱۹	۳۱۷
فهلْ	الأُوَلُ	″	۱۹	۳۷۵
فاذهبْ	خَبَلُ	″	۲۰	۶۲
کلا	قُتُلُ	″	۲۰	۹۶
أمّلتُ	للأمَلُ	″	۲۰	۱۲۱
لقا	مُنْسَحِلُ	″	۲۰	۱۷۳
اذا	والغَزَلُ	″	۲۰	۱۹۷
لا	مَهَلُ	″	۲۰	۲۱۸
أنّی	الأُوَلُ	″	۲۰	۳۶۷
وهیّجَ	حَیتَهَلُهُ	″	۱۴	۲۳۲
وغائطٍ	اجتِلالُ	″	۱۳	۱۰۱ (= ۱۰۲ غ)
أمَنْ	دَلْدالُ	″	۱۳	۲۶۵
المالُ	النالُ	″	۱۴	۱۵۸
لا	قِنعالُ	″	۱۹	۳۵۲
الّا	أبدالُ	″	۲۰	۱۰۵
کأنّ	العَساقیلُ	″	۱	۲۱۴
کلّ	محمولُ	″	۱	۲۹۲
کانت	الأباطیلُ	″	۲	۸۵
فی	مَتبولُ	″	۲	۱۲۰
یمشی	زَهالیلُ	″	۲	۱۶۲
قلبُ	الأراجیلُ	″	۲	۱۸۲
کادَ	خَناطیلُ	″	۳	۱۰۷ (= ۹: ۱۸۴، ۱۰: ۱۹۵، ۱۳: ۲۳۷)

[له] انظر ايضًا (۶: ۴۳۸،) - * انظر ايضًا (۹: ۲۷۸،)

مئی ۱۹۴۲ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ :۔ یہ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں
اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

فہرستِ مضامین

ضمیمہ بابت ماہ مئی ۱۹۴۲ء

نوٹ: ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریدارانِ ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

ثنا گفت و بنشست و پیشش نشاند | ببوسید و بر چشم خویشش نشاند
که شاد آمدی ای جوان مرحبا | ثنابنده زین سان بگو تا کجا
بفرما که فرخنده نام تو چیست | مقامت کجا و نژادت[1] ز کیست
ملک زاده گفت ای جهاندیده پیر | دلم را حدیثت چو جان دلپذیر
غریبم ز اقصای شام آمده | چو آهوی وحشی بدام آمده
مرا قلیس قلیسان[2] شاهی[3] ست نام | بچینم هوا و بشام مقام
منم پور قلیسان بازارگان | زبون گشته در دست خونخوارگان
بعزم تجارت برون آمدم[4] | ز دل غرق دریای خون آمدم
بدان ای جهاندیدهٔ نیک نام | جهانت هواخواه[5] و بختت غلام
کرچون کوس رحلت بزد ساروان | رخ آورد سوی سفر کاروان
چهل زنگی دزد با تیغ و تیر | بتن همچو قار و بدل همچو قیر
ز دریا علم سوی صحرا زدند | ز ما[6] موج خون بر ثریا زدند
ببردند با کاروان هر چه بود | بکشتند در[7] کاروان هر که بود
من خسته را این تگاور سمند | ازان ورطهٔ خون بدینجا فگند
تو هم باز گو یک بیک راز خویش | فرو خوان سرانجام و آغاز خویش
درینجا[8] ز بهر چه دارید جای | و زینجا بسوی که دارید رای
گرامایه سعدان بازارگان | برو آفرین کرد و گفت ای جوان
منم تاجر دخت فغفور چین | ولیکن نژادم[9] ز ایران زمین

---

[1] ب، مرادت [2] ج. قلیشان [3] ب، شاهی [4] ب، بجای آمدم - آمده دارد -
[5] ج - هوادار [6] ج - زه ! [7] ج - از [8] ج - کراینجا -
[9] ب، اجزادم ،

بسی گرد آفاق گردیده ام / بد و نیک و شادی و غم دیده ام
ز روم آمده رخ نهاده بچین / چو آهوی مشکین فتاده بچین
بدینجا دژی هست بر رهگذر / ز رفعت بگردون[1] برآورده سر
مرآن[2] قلعه زرّینه دژ نام او / فلک کمترین پایهٔ بام او
درو زند جادو[3] گرفته قرار / فروبسته بر مرغ و ماهی[4] گذار
کنونت گر از ما نگردی ملول / بفرزندی خویش کردم قبول
ولی چون مرا با تو افتاد مهر / حذر کن ازین جادوی دیوچهر
ملک راز خود گرچه زو می نهفت / دعا کرد و دستش ببوسید و گفت
تو مخدومی و من کمین بنده ات / تو فرمان ده و من سرافگنده ات
ولیکن نیندیشم از جادوی / بجادو نمایم کف موسوی
۱۹ر بگفت این و بر کوه پیکر نشست / چو بر کوه پیل نر شیر مست
پس آنگه بزرّینه دژ کرد روی / بر آهنگ جادو شده جنگ جوی

رفتن شهزاده همای بزرّینه دژ و کشتن زند جادو را

شه شهسواران کشورکشای / مه مهرورزان خورشید رای
خروشید چون ابر بر پشت کوه / شده کوهش[5] از کوه پیکر ستوه
جهان دید از آتش بجوش آمده / ز تابش فلک در خروش آمده

---

[1] ب - بکیوان، [2] ج - بران، [3] جادو بمعنی ساحر باشد و عوام ساحر را جادوگر خوانند و این غلط است، فرهنگ آنند راج، [4] ا - ماه و ماهی،
[5] ب - کوه،

چو جوشنده دریای از سندروس[1] — زده موج بر گنبد آبنوس

علمهائے زرینه[2] پرچم سیاه — زماهی علم برکشیده بماه

همه مارپیکر درفشان[3] درفش — برآن ششقها از حریر بنفش

جهانسوز ترکان خنجر گذار — گرفته بکف خنجر زرنگار

همه کوه پر برق بیرق نمای — همه دشت پر بیرق برق زای

عقیقین عقابان زرینه چنگ — زده چنگ بر چرخ فیروزه رنگ[4]

چو پیچیده ثعبان بجاده لب — زیاقوت پیکر ز مرجان عصب

شده شهپر گردون زشعله کباب — بجوش آمده چشمهٔ آفتاب

جهانجو چو دریای آتش بدید — دم آتش افشان زدل برکشید

برآشفت بر شبولک[5] بادپای — چو دریای آتش برآمد زجای

خدارا باسمای اعظم بخواند — عنان برزد و اسپ سرکش براند

درآتش جهاند ادهم دستکش[6] — گذر کرد از آتش سیاوخش وش

چو بگذشت از آتش شه[7] سرکشان — ندید از فروزنده آتش نشان

بسی آفرین کرد[8] بر کردگار — پس آنگه رخ آورد سوی حصار

زناگه برآمد یکی تیره ابر — خروشان چو شیر و غریوان چو ببر

---

[1] سندروس بر وزن اشبکوس صمغی است زردی مائل　　[2] ا - زرین

[3] درفشان از درفشیدن که بمعنی لرزیدن هست خواجوی کرمانی گفته ؎

قطب دین شاه تهمتن که ز سهمش خورشید — سپر افکند چو بافت قبضهٔ خنجر گیرد

[4] نسخهٔ ب این مصرع را بحذف "چنگ بر" دارد که سهو کاتب است　　[5] شبولک اسپ تیز رو را گویند ونام اسپ اسفندیار هم بود　　[6] دستکش بمعنی سرکش و جهنده، سیاوخش همان سیاوش است -

[7] ب، سر سرکشان　　[8] ب ج - خواند

هم اندر زمان برق جستن گرفت | دل خستهٔ شه شکستن گرفت
پدید آمد از دامن کوهسار | یکے دیو بتیاره مانند قار
بقد چون شب تیره روزان دراز | برون کرده دندان چو نیش گراز
چو پیلی شده بر پلنگی سوار | بدستش سیاه اژدهای چو قار
چو چشمش بر آن شاه شاهی فتاد | در آمد بسوئے شهنشاه چو باد
بلرزید بر خویشتن شهریار | بغرید مانند ابر بهار
خدای زمین و زمان را بخواند | پس آنگه زمین کوب را پیش راند
کمان کیانی[1] در آورد زه | بر آمد ز تیر فلک بانگ زه
خدنگے بر آورد و بکشود دست | کمان را بمالید و بگرفت شست
چنان زد بر آن پیل پیکر پلنگ | که از سهم تیرش فرو ریخت چنگ
چو جادو بدید آن کفِ موسوی | برو بسته[2] شد سر بسر جادوی
ز پشتِ دد کوه پیکر بجست | بکوه کمر کش در آورد[3] دست
بر آورد کوه پاره همچو باد | بیفگند بر شاه فرخ[4] نژاد
ملک چون بدید آن گران سنگ سنگ | بجست از تگاور بسانِ پلنگ
بهامون در آمد ز هائل هیون | بر آورد آن ابر بارنده خون
بزد بر کمرگاه زنده نژند | سر و دست و[5] پایش بصحرا افگند
چو نا چیز شد جادوے خیره سر | ملک آفرین خواند بر دادگر
پس آنگه بزرینه وز رخ نهاد | بشد رخ شه چهره خ را رخ نهاد
یکی کوه دید آسمانش کمر | بایوانِ کیوان بر آورده سر

---

[1] ب ج ـ کیانی کمان را [2] ا ـ فرو بسته [3] ا ـ بر آورد ، [4] ج ـ شاه شاهی [5] ج ـ که تا ریز داز خصم خونخواره خون [6] ب ج ـ دست دد و ششن

رهِ کهکشانش رهِ کهکشان　　سرش سر بسر بو سرِ سرکشان[1]
برو قلعهٔ همچو نیلی حصار　　نکرده برو مرغِ فکرت گزار
درش را سپهرِ برین آستان　　بنامش زحل کمترین پاسبان
بر آن[2] برجِ کیوان یکی کنگره　　نهم طاقِ چرخش یکی پنجره
فرازِ نهم منظرش رزم گاه　　حریمِ ششم غرفه اش بزمگاه
شهِ طارمِ چارمش پرده دار　　یزک دار بهرامِ خنجر گزار
فلک نقشی از طاقِ ایوانِ او　　طلایه مه و مهر دربانِ او
مر آن را نیا قوتِ رخشنده در　　نه یاقوتِ رخشنده رخشنده تر
ستاده ببام آزرهی[3] پیکری　　بر آورده الماس گون خنجری
کمین کرده بر دریکی نره شیر　　ز بالاے که رخ نهاده بزیر
چنان بر شهِ شیر دل حمله برد　　که شیر سپهر از نهیبش بمرد
برفت از شهِ خسته دل هوش دل　　سروشش فرو گفت در گوشِ دل
که هش دار کین پیکر مانوی　　طلسم است بر گنجِ کیخسروی
شهنشه بغرید و بکشود شست[4]　　بزخم عمودش بهم بر شکست
زناگه بر آمد ز ایوان طراق　　فرود آمد آن پیکر از پیش طاق
بهامون نگون برفتاد از فراز　　هم اندر زمان شد درِ حصن[5] باز
ملک زاده چون قلعه را باز دید　　بایوان و کاخش علم بر کشید
ببرجش در آمد چو سلطانِ شرق　　خور از خجلتش در عرق گشته غرق
تفرج کنان گردِ آن بارگاه　　بر آمد چو برجِ[6] رخِ گردند ماه

[1] ج ـ سرش بر سرِ پر سر سرکشان　[2] ا ، ب ـ بر درج　[3] ج ـ آذری　[4] ج ـ دست
[5] ج ـ قصر　[6] ب ، چو در برج

خلاص دادنِ همای پری زادِ خاقان را از بندِ زند جادو و خزائنِ قدر برداشتن

سرای پدید آمد از لاژ ورد | درو چار ایوان زیاقوتِ زرد
چو بتخانهٔ چین بنقش و نگار | روان بخش و دلکش[1] چو باغِ بهار
در ایوان درختی ز زر ساخته | سر از طاقِ کیوان بر افراخته
یکی تختِ فیروزه در پیش گاه | پری پیکری همچو تابنده ماه
بگیسو فرو بسته در پای تخت | برو سایه افگنده زرین درخت
تهی غیرتِ تمسهٔ خاوری | بتی رشکِ بت خانهٔ آزری
شکر شو[2] از شهدِ شکر وشش | گهر آب از آبِ چون آتشش
تبسش خادمِ سنبلِ عنبرین | مه از خرمنِ طلعتش خوشه چین
بپرسید شه کای بتِ حور زاد | بگو کیستی وز که داری نژاد
بدینجا که آوردت ای سیم تن | چرا پای بندی بمشکین رسن
بتِ شکرین لعلِ شیرین زبان | شکر خنده کرد و گفت ای جوان
منم دخت خاقان پری زاد[3] نام | در افتاده چون مرغِ وحشی بدام
بشبگون سلاسل به بند اندرم | بمشکین رسن در کمند اندرم
مرا زند جادو کمین بر کشود | ز ایوانِ خاقانِ چین در ربود
بمکر و حیل در کمندم فگند | بزرینه و ز پای بندم فگند

---

[1] در نسخهٔ آ فقط روان بخش و دلجو نوشته اند۔ ج ۔ روان بخش و دلکش چو نقش نگار۔ [2] ا ۔ ازان

[3] ا ۔ پری زادی نام

تو نیز ای بطلعت فروزنده ماه | بگو چون فتادی بدین جایگاه
که جادو درین جای دارد قرار | نیارد برین[1] مرغ گردون گزار
بدینجای سیمرغ پر بفگند | سپهدار[2] گردون سپر بفگند
برو رحم کن بر جوانی خویش | به بخشای بر زندگانی خویش
مبادا که آن جادوی نابکار | بر آرد زجانت دمار
ملک زاده گفت ای مه مهربان | شب تیره ات ماه را سایبان
مرا تا نگوئی زجادو غمست | حسودت چنان باد کو این دم است
بشمشیر کین داد بستادمش | بسوی جهنم فرستادمش
مخور غم چو مارا[3] از و غم نبود | که ثعبانم از سحر او کم نبود
کنون ای پری چهرهٔ سیم بر | بگو کز همایون چه داری خبر
پری زاد گفت ای برادر خموش | که جانم بر آورد ازین غم خروش
بچین هر دو ما چون دو خواهر بدیم | ولی هر یک از یک برادر بدیم
از اوّل گرامایه خاقان چین | بزیر نگین داشت توران زمین
ازین دیر خاکی چو محمل براند | بفغفور چین مملکت باز ماند
چو زلف همایون مه خوش خرام[4] | دراز است اگر قصه گویم تمام
کسی را چو من بخت واژون مباد | دل خسته در ورطهٔ خون مباد
تو نیز از همایون سیمین بدن | چو بیگانهٔ از چه رانی سخن
ملک حال خود یک بیک شرح داد | که چون در کمند همایون فتاد
دگر گفت کای سرو پسته دهن | جمال تو فال همایون من

---

[1] ج - ازو، [2] و - سپهدار گردون [3] ج - کو، [4] ا - همایون طوبی خرام،

چو آن ترک سیمین بر سنگدل | چنان تنگ چشمست و من تنگدل
برو رازِ خویش از چه پیدا کنم | وزو کامِ دل چون تمنا کنم
بگفت این و آتش ندل برفروخت | بتِ لاله رُخ را برو دل بسوخت
بلولو چنانِ لعلِ میگون بخست | که از چشمهٔ نوشش آتش بجست
ز بادام گلبرگ را آب داد | بفندق سرِ زلف را تاب داد
پس آنگه شکر خای شیرین سخن | شکر ریخت از شهدِ شکرشکن
سرِ درجِ یاقوت بگشود و گفت | که مشکِ تتاری نشاید نهفت
چه پوشیده داری ز من ماجرا | که این درد را از من آید دوا
اگر دو درِ گردون بچینیم پرد | سوی شاهِ توران ز میمنم برد
چو زین[1] کوهِ سرکش بهامون رسیم | دگر ره بقصرِ همایون رسیم
دلت را رسانم ز دلبر بکام | بردن آرمت همچو آهو ز دام
ملک زاده بروی ثنا گسترید | پس آنگه ز قیدش بردن آورید
زمانی بگشتند با یک دگر | رسیدند ناگه بقصری ز زر
ز فیروزه دیدند ایوان چهار | درو سیمگون قبهٔ زرنگار
فگنده درو کرسی لعل فام | نهاده برو لوحی از سیم خام
نوشته بران لوحِ سیمین بزر | که ای تاجورِ شاهِ عالی گهر[2]
همای همایونِ پیروز بخت | که زیبد سپهر و بهشت[3] تاج و تخت
چو زیبد وژ را سحر کنی | طلسمش بفرزانگی بشکنی
چو این قبه را زی همای آشیان | فروخو بدین پایهٔ نردبان

---

[1] ج - ازین ، ب - وزین [2] این شعر با ده اشعارِ لاحقه فقط در نسخهٔ ا حذف شده است
[3] ج - بهشتش !

که تا گنج کیخسرو آری بچنگ | برآری سر از چرخ فیروزه رنگ
بدان ای جهانگیر گردن فراز | که گردد بدست تو این گنج باز
چو برخواندی این لوح سیمین تمام | ز ما بر تو بادا درود و سلام
ملک زاده چون چشم را کرد باز | بزیر زمین دید راهی دراز
ز مرمر در و پایه ها ساخته | همه خشت زرین در انداخته
فرو شد بدان پایه فرخنده شاه | دران نکته ها کرد یک یک نگاه
دری دید عالی ز سنگ رخام | برو قفلی افگنده از سیم خام
بیازید بازو و بگشاد دست | در و قفل سیمین بهم بر شکست
پدید آمد ایوان زرین[1] چهار | چو بتخانهٔ چین همه پرنگار
چهل خم در و پر ز لعل و گهر | همه در کشیده بزنجیر زر
بر آن هر یکی گوهری شب چراغ | درخشنده هر یک چو در شب چراغ
چو آن دید خورشید گردون رکیب | ببالا برآمد چو[2] ابر از نشیب
پری زاده را بر تگاور نشاند | ز جزعش دُر و لعل بر سر فشاند
روان[3] آن در رکاب سمن بر چو باد | پیاده سوی کاروان رخ نهاد
پری وش چو خورشید و گلگون چو ابر | ملک چون هماون خروشنده ببر
یکی همچو بلقیس دور از سبا | یکی چون سلیمان ز هدهد جدا
یکی همچو مه بر سر کوهسار | یکی سایه مانده از مهر یار
یکی آفتابی رسیده بکوه | یکی ذره گشته از غم ستوه
یکی مهد زر بسته بر پشت پیل | یکی بر زر از دیده باریده نیل

---

۱ ج - سیمین   ۲ ب، دگر   ا - ز بالا برآمد چو ابر از نشیب -

۳ ج - دوان در رکابش *

یکی صبحی از بام سر بر زده — یکی صبح تا شام بر سر زده
یکی حوری از جنت افتاده دور — یکی در جهنم ز سودای حور
یکی چون پری جسته[1] از دست دیو — یکی را چو دیوانه در جان[2] غریو
چنین تا رسیدند در قافله — علم برکشیدند در مرحله
همه کاروان گوهرافشان شدند — بپای فرستان سرافشان شدند
چو آگه شد آن پیرِ سالار بار — روان کرد بر شاهِ مهوش نثار
بخرگه در آوردشان بزم ساز — فرو گفت آن قصه شهزاده باز
که این بزم گه جایِ آرام نیست — مرا جز بزرینه دژ کام نیست
سبک برنشینید از ایدر کنون — گران کوهِ سرکش به پشتِ هیون
بهامون کشیم آن گرانمایه گنج — فرامش کنیم آن همه درد و رنج
بگفت این و بر شولکِ گه سرین — برآمد چو مه بر سپهرِ برین
همه برنشستند گند آوران[3] — شتابنده بر پشتِ گه پیکران
بهابل هیون برفگندند رخت — بسرعت براندند چون باد سخت
علم برکشیدند بر تیغِ کوه — ز گه پیکران کوه گشته ستوه
خروشان بزرینه دژ در شدند — بالوان ژندِ بداختر شدند
بهر گوشه قصری ز زر یافتند — بهر کنج گنج دِگر یافتند
تفرج کنان گردِ آن بارگاه — بگشتند با شاهِ گیتی پناه
پس آنگه بگنج اندرون تاختند — ز یاقوت و زر دژ بپرداختند
چو شه گنجِ زرینه دژ برگشاد — جهان را بشد گنجِ قارون زیاد
هزار و صد اشتر[4] بد از سیم و زر — دو صد استر بمدعی پُر گهر

---

۱ ل ـ خسته ۲ ح بال ـ دل ۳ و ـ کین آوران ۴ ل ـ استر

چه عود قماری چه[1] دیباے چین | چه یاقوتِ رمّان چه دُرِّ ثمین
چه فیروزهٔ سبز و مشکِ ختن | چه لعلِ بدخش و عقیقِ یمن
به پشتِ ستورانِ دریا[2] گذار | بهامون کشیدند ازان کوهسار
همه ره هیونانِ البرز ران[3] | شتابنده در زیر بارِ گران
همه کوه در کوه و هامون نوند | جرس برکشیده بچرخِ بلند
ازآنجا علَم[4] سوے هامون زدند | بسے طعنه بر گنجِ قارون زدند
پس آنگه علمها برافراشتند | بآهنگِ چین راه برداشتند
هیونانِ زرین جلاجل چو کوه | به پی کرده کوه و بیابان ستوه

رسیدنِ شهزاده همای باسعدانِ بازرگان و پریزاد بچین

۱۰ ب

چو سلطانِ انجم برآمد پگاه[5] | ز ماهی مسلم شد[6]ش تا بماه
تبیره زنان از کوهۀ ژنده پیل | بغرّش درآورده کوسِ رحیل
گرفته زمامِ شتر ساروان | فگنده[7] جرس ناله در کاروان
تگاور نوندان چو پیلِ مست | بپویه زبادِ صبا برده دست
پریزاد مه پیکرِ سیم بر | چو خورشیدِ رخشنده در مهدِ زر
زشعرِ سیه بسته بر گل نقاب | زسنبل شب افگنده بر ماهتاب
شکر لب چو گل در شکرگون پرند | شکسته بشیرین شکر نرخِ قند

---

۱ ج - و ۲ ج - هامون ۳ ا - چون کوه ران ۴ ج - عنان -
۵ ا - بگاه ۶ ب - شده ۷ ب - نم - گرفته ۸ ا - مشکین، چو عنبرین بسته بر ماهتاب

بتِ پرنیان پوشِ محمل نشین   سمن پیکری زادِ خاقانِ چین

نشسته برزین عماری چو ماه   روان دررکابش گرامایه شاه

بپویه درآورد هامون نورد   تکاپیکر از کُه برآورد گرد

بپوی همایون همایون همای   شتابنده چون بادبر بادپای[1]

چو طاؤسِ زرپر برافراشته   برابرِ بلند آشیان ساخته

بگردِ عماری طوافش مدام   چو حجاج برگردِ بیت الحرام

چو در زلفِ شب چین درانداختند   علم بر درِ چین برافراختند

بیک منزلے خیمہ زد ساروان   همه چین بجوش آمد از کاروان

جهان[2] ره نوردِ زمین کوبِ شان   خروشان درایِ دل آشوبِ شان

پدید آمد[3] از هودجِ زر نگار   چو رخشان مه از برجِ گوهرنگار

چو بلقیسِ ثانی ز زرینه مهد   برآمد درآمد سلیمانِ عهد

بخرگه درآورد و پیشش نشاند   بمردمِ چشمِ خویشش نشاند

جهاندیده آن بار سالارِ[4] پیر   فرستاد سوی شهنشاه بشیر

که اینک پریزادِ خاقان رسید   چو گل باز سوی گلستان رسید

چو یوسف رخِ مشرق از گردِ راه[5]   برون آمد از چاهِ کنعان پگاه

خروشِ عزیزان برآمد ز شهر[6]   بجولان درآمد زلیخائے دهر

شگرفان برون آمدند از حرم   بصحرا زدند از شبستان علم

بایوان رساندند خورشید را   نگین باز دادند جمشید را

دگر ماهِ تابان برآمد ببرج   گرانمایه لولو درآمد بدرج

---

[1] ج - بهباد چون بادپای [2] ا ب، جهان [3] ب، برون آمد، [4] ب، پیر سالار پیر [5] ب ج - چو یوسف رخ از مشرق گرد راه [6] ج - به شهر،

تذروی برون جسته از چنگ زاغ / بپرواز شد تا باطراف باغ
گوزنی ورافتاده از تیغ[1] کوه / شده از کف زنده پیلی ستوه
بروسایه افگنده پر[2] همای / دگر سر برآورده شد باز جای
پری زادهٔ خفته در گلشنی / زبون گشته بر دست اهرمنی
برآمد قضا را یکی تند باد / ز چنگال آن اهرمن در فتاد
مگر آهوی بر لب آبگیر / فتاده بچنگال ببری اسیر
چو بشنید بانگ زمین کوب شاه / برون جست و شد تا بآرامگاه
غزالی لب چشمهٔ خفته بود / بروشرزه شیری کمین برکشود
درافتاد در چنگ آن شیر مست / ولیکن چو روبه ز چنگش بجست[3]
پریزاد چون شد سوی شاه چین / بطرف چمن باز شد یاسمین
گرامایه سعدان روشن ضمیر / که بختش جوان بود و تدبیر پیر
هم[4] اندر سرایش یکی باغ بود / کزان[5] روضهٔ خلد را داغ بود
بر آن خیمهٔ بر لب آبگیر / فگنده از زبرجد کیانی سریر
درآورده شه را بهستان سرای / ترنم سرا گشته دستان سرای[6]
چو گردون نشابان شهنشاه شرق / بزیر تن جهنده براقی چو برق
درآمد بایوان بازارگان / چو سوی حمل شاه سیارگان
باورنگ فیروزه گون بر نشست / ز یاقوت رخشنده ساغر بدست
ز نوشین لبان[7] جام نوشین گرفت / ز خوبان چین زلف پرچین گرفت[8]

---

[1] ب ۔ پشت کوه [2] ب ۔ فر [3] ب ۔ ولیکن چو روبه که دامن بخست ج ۔ ولی همچو روبه ز دامن بجست ،
[4] و ۔ در اندر سرایش [5] ب ۔ کزو [6] ب ۔ ترنم سرا گشت و دستان سرای ،
[7] ا ۔ نوخیز مردان [8] ج ۔ بخواست ،

بیا دِ همایون قدح نوش کرد — غم و محنتِ ره فراموش کرد

گفتن پریزاد حال خویش را بهمایون وصِفت کردنِ حسنِ شهزاده همای

شنیدم که طغرا کش این مثال — چنین زد رقم بر مناشیر حال

که آن مرغ کز آشیان کرد یاد — ببرجِ همایون نشیمن نهاد[1]

پری وش پریزاد را باز یافت — سهی سرو شمشاد را باز یافت

بپرسید کای جانِ شیرین من — بروی تو روشن جهان بینِ من

که بُردت چو شمع از شبستان خویش — که آورد بازت بایوانِ خویش

که بُردت چو گلدسته از بوستان — که آورد بازت سوے دوستان

پریزادیت روی شیرین سخن — سهی سروِ گلروی نسرین بدن[2]

گهربار[3] شد لعل گوهر کشش — شکرریز[4] شد شهد شکر وشش

بسی دُر بالماسِ[5] معنی بسُفت — پس آنگه زمین را ببوسید و گفت

که ای شاهِ خوبانِ چین و چگل — روان بخشِ جان و دل افروزِ دل

بصد وجه روی تو گلزارِ جان — بصد باب[6] کوی تو بازارِ جان

ترا بر دل از کس غباری مباد — بجز دلربائیت کاری مباد

مبنیاد چشمِ تو عینِ کمال — میارادحُسنِ تو رو در زوال

۱۱ ل

---

[1] ا - نشیمن گشاد، [2] ج - گلبوی سیمین بدن، ب - سیمین بدن [3] ج - شکر بار، [4] ج - گهر پاش، ا - شکربار [5] ب، بالماس دیده، [6] ا - بصد بار،

مشو راد بر گشت خواب صبح | که برد آتش چهره ات آب صبح
غلام قدت سرو آزاد باد | پریشانی زلفت از باد باد
مدیحم بپرس ای مه دلنواز | که چون زلف پرچینت آمد دراز
شبی زند جادو کمین بر کشود | مرا همچو باد از زمین در ربود
بزرینه دژ برد و محبوس کرد | که خاکش ثریاست و زمین لاجورد
چه گویم که دور از تو چون بوده ام | ز دل غرقهٔ موج[1] خون بوده ام
قضا را جوانی بر آنجا فتاد | که بختش جوان و قضا بنده باد
برآورد مرغ سعادت نوا | درآمد همایون همای از هوا
ز شهپر مرا سایه بر سر فگند | ز قیدم برآورد و بکشود بند
چو بلبل بگلزار بازم رساند | ز مردن بعمر درازم رساند
چه گویم جوانی چو سرو سهی | فروزان بهی ز آسمان بهی
سواری چو آتش بآسپی چو باد | که چون او بمردی ز مادر نزاد
فریبرز برزی سیاوش وشی | سری سرفرازی شهی سرکشی
منوچهر چهری فریدون فری | جهانگیر گیری سکندر دری
بلب دلستانی برخ فرخی | فروزنده رای شکر پاسخی
درافشان عقیقی درخشان بهی | همایون همای جهانجو شهی
شهی آهنین چنگ زرین کمر | چو دریا گهر بخش و روشن گهر
شه چرخ را رخ نهاده برخ | شهان پیش اسبش فتاده برخ
علم بر رواق زبرجد زده | کله گوشه بر فرق فرقد زده
خورش کمترین گوهری بر کمر | هش کهترین کوکبی بر سپر[2]

---

۱ ج - بحر خون   ۲ ب - کمر

ارم نقشی از رزمهٔ بزم او — قیامت نموداری از رزم او
نسب گوئی از تخمهٔ اردشیر — حسب گوئی افریدون تراز تره شیر
هنوزش زگلبرگ ریحان نرست — هنوزش خضر آب حیوان نجست
هنوزش نیامد ز شکر نبات — نداد ندش از مشک اذفر برات[1]
هنوزش ز گل بر دل لاله[2] داغ — هنوزش چمن خالی از پر زاغ
فرو هشته از شاخ عرعر کمند — بشگون رسن عرعرش[3] پای بند
ز مشکین کلاله گلش مشکپوش — شبش روز فرسا ولب می فروش
بر د شکرش آب آب نبات — زند خاک در چشم آب حیات
اگر زانکه گیرند یارے همو — ورش مهر ورزند بارے همو
دلی با همه خوبی و دلبری — هوای تو کرد ستش[4] از دلبری
ز خون دلش دیده دریا شده — ز آهش[5] فلک نیر و بالا شده
ز نقشت مگر نسخهٔ[6] یافت است — که روی از مه و مهر بر تافت است
نشان تو جوید بهر کشوری — خیال تو بیند بهر منظری
چو خالت بسوی خطار رخ نهاد — چو مشکین کمندت بچین اوفتاد
کنون از دو عالم طلبگار تست — چو باد بهاری هوادار تست
دلش مشکن اکنون که زلفت شکست — بدست آرش اکنون که آید بدست[7]
نشاید کزو باز گیری نظر — که چشم و رخت برد از و خواب و خور
دل و دین بموی[8] تو برباد داد — چو هندوی زلفت بر آتش فتاد

۱۱ ب

---

[1] ج - نزند خاک در چشم آب حیات [2] ب - رخ ج - زگلبرگ بر لاله داغ [3] ا - عنبرش
[4] ج - کرد است [5] ب ل - خراس فلک [6] ا - بهی [7] ا - بدست آرش امروز کامد بدست
[8] ب - بسوی تو

غریبست و از رحمتت بی نصیب | گرش رحمت آری نباشد غریب

سخن هر چه زینگونه دانست گفت | گهر[1] هر چه زینسان توانست سُفت

دمش در مه مهر پرور گرفت | دلش مهر دیرینه از سر گرفت

قدح نوش میکرد و می گفت نوش[2] | بنوشین سخنهای او داده گوش

که از حال شهزاده آگاه بود | دلش با وی و دیده بر راه بود

که تا کی[3] بتوران زمین اوفتد | بایوان فغفور چین اوفتد

که کار آگهانش هم از گرد راه | خبر داده بودند[4] از احوال[5] شاه

ولی آشکارا نمیکرد راز | نمی گفت با هر کس این نکته[6] باز

به پیغاره گفت ای مه مهربان | دلم را روان بخش و تن را روان

دگر بار زینسان سخنهای مگوی | وزینسان درین راه بیره مپوی[7]

خرد هر چه بپسندد آن را پسند | وزین هیچ نگشایدت لب ببند

ز بادام چشمان پسته دهن | چه گوئی که بی مغز باشد سخن

اگر چون قدش عرعری برنخاست | مگو زانکه بر کار مانیست راست

دگر کاکلش عنبر افشان بود | سخن گفتن از وی پریشان بود

دگر زانکه موئی[8] شگافد بتیر | بموی کمان ابرویش برمگیر

مراز آن چه کو خسرو است ار گدا | همایون ننازد بتیر همای

کمانی چو ابرویش اگر کس ندید | کمانم نیارد[9] بابرو کشید

بمردی گرفتم که روئین تن است | نه آخر کنون در چه بیژن است

---

۱ ل- دمش، ۲ ل و ب- می کرد گوش ۳ ب ل- که ناگه ۴ ج- خبر کرده بودندش از حال شاه؛ ب- خبر کرده بودند ۵ ل- احوال ۶ ب، وزین پس درین راه تیره مپوی، ۷ ل- می! ۸ این شعر از متن ج ساقط شده است ۹ ج- بابرو نباید کشید،

چو بیژن[1] اگر با تو همره فتاد سرش بر نه اکنون که در چه فتاد
گرفتم که سلطانِ مصراست نیز نباشد چو یوسف برِ من عزیز
اگر عاقلی همچو دیوانگان مکن آشنائی به بیگانگان
بیا تا یک امشب برانیم شاد ز دورانِ گیتی نیاریم یاد
نجوئیم جز کنجِ خلوت وطن[2] نگوئیم جز قولِ مطرب سخن
بگفت این و جامِ عقیقین بخواست که بی باده کارِ طرب نیست راست
بدو داد کین جامِ می نوش کن همه رنج و سختی فراموش کن
پریزاد بگرفت و می در کشید پس آنگه مُغنی نوا بر کشید
به پرده سرا بانگِ پرده سرای درافتاد در سر میِ جانفزای
پری چهرگان در می آویختند ز دند آب و آتش بر انگیختند
چنین تا ز بلبل برآمد نفیر برآورد مرغِ سحر خوان صفیر

رفتن شهزاده همای ببارگاهِ فغفورِ چین و دیدن همایون را و در عشقِ او بیقرار شدن

چو برزد علم خسروِ چین ز زنگ برون آمد آئینهٔ چین ز زنگ
سرِ سروران شاهِ شامی نژاد ز طرفِ شبستان برآمد چو باد[3]
بدریا بر و کوه سم بر نشست کمر بسته چون کوه و تیغ[4] بدست
جهانگیر چون شاهِ سیارگان شتابنده با پیرِ بازارگان

---

[1] ج۔ نخیرین ۔ [2] ب ۔ بمی تازه داریم عهدِ کهن ، [3] این شعر از متنِ ل ساقط شده است ، [4] ب ل ۔ خنجر ،

بآئین و رسمِ فریدون و جم | بایوانِ فغفورِ چین زد علم
یکی بارگه دید سر در سپهر | درخشنده از روشنی همچو مهر
سراپرده را برکشیده بماه | زده تخت فغفور بر پیشگاه
ستاده سرِ خلخ و کاشغر | یک آماجش از پیشگه دورتر
چو جیپال و قیصر دو صد بنده پیش | بهر جا ز حیرت سر افگنده پیش
دو رویه غلامانِ زرّین کلاه | زده صف بگردِ درِ بارگاه
جهانجویِ شاهانِ کشورکشای[1] | برسمِ غلامان ستاده بپای
جهان سوز ترکانِ[2] با دورباش | زده بر فلک نعرهٔ دورباش
سرائی وشاقانِ مجلس فروز | گهی عود ساز و گهی عود سوز
ترنم سرایان ترنم سرای | خروشان صراحی بپرده سرای
گره گیر مویانِ نسرین بدن | ز مو بسته بر سروِ سیمین رسن
شکرلب شگرفانِ شیرین چو قند | برافگنده بر مه شکرگون پرند
روان کرده می در بلورینه جام | بگردش در آورده ساغر مدام
نشسته شهِ شرق بر تختِ عاج | ز یاقوتِ رخشنده بر فرق تاج
بساطی فگنده ز دیبای چین | مرصّع ز یاقوت و دُرِّ ثمین
درآمد همای از درِ بارگاه | ز گوهر بسر بر نهاده کلاه
بخدمت زمین هفت جا بوسه داد | ثنا گفت وآنگه زبان برگشاد
که شاها پرستار بادت جهان | سر افگنده پیشت کهان و مهان
چو خورشید تیغت جهانگیر باد | خدنگت چو تیر آسمان گیر باد
ز مهر تو روشن دل آفتاب | بلند از تو دیهیم افراسیاب

۱۲الف

۱؎ ج۔ کشور خدای   ۲؎ ب، ترکان فغفور تاش.

پس آنگه برافشاند[1] بر شهریار | طبقهای گوهر بر سم نثار
ز لعل بدخشان و رخشان گهر | ز یاقوت و فیروزه و سیم و زر
بسی پیشکش کرد در پیشگاه | در آن خیره گشتند شاه و سپاه
چو آن پیلتن پیش شه رخ نهاد | سبک شاه فرخ زرش دست[2] داد
ببوسید دست شه و پای تخت | بپرسید شاه فروزنده بخت
که سعد آن بگو کین جوان از کجاست | که سروی چنین راستین بر نخاست[3]
زمین را ببوسید سعد آن پیر | ثنا گفت بر شاه روشن ضمیر
که شاها جهان در پناه تو باد | زمین تخت و گردون کلاه تو باد
قمر عکسی از شمع خلوت گهت | فلک نقشی از دامن خرگهت
بدان ای جهانگیر فرخنده رای[4] | پدر بر پدر شاه و کشور خدای[5]
که چون دور گردون چنینم دواند | باقصای شامم برادر بماند
کنون مدتی شد کزین خاکدان | برون رفت و ماند از وی این نوجوان
چو بر صوب شامم گذار اوفتاد | مرا او را سفر اختیار اوفتاد
بعزم زمین بوس این بارگاه | کمر بست و آورد رخ[6] سوی شاه
پس آنگه چو سوسن زبان بر کشود | فرو خواند از اولش[7] هرچه بود
ز حال پریزاد سیمین عذار | ز زند و طلسمات و زرین حصار
ملک آفرین کرد و بنواختش | سر از طاق گردون برافراختش
ملک زاده از بادهٔ شوق مست | چو بدری بصدر ملک بر نشست
شهنش جام می داد و بنشاند پیش | بفرمود تشریفش از خاص خویش

---

۱ ج - برافگند ۲ ج - تاب ۳ ل - راستی را نخاست ۴ ل - کشورکشای
۵ ب - شاه کشورکشای ۶ ل - راه ۷ ل - از زادیش

کیانی کلاهش بسر بر نهاد   بمنشور و گنجش بسی وعده داد
پس آنگه چو جم جام برداشتند   ز زرین قدح کام برداشتند
نوا ساز مستان نوا بر گرفت   بزد چنگ و بربط ببر در گرفت
وشاقان شیرین لب باده نوش   بپرده سرا در فگنده خروش
مه ساقی از لعل خورشید فام   چو خورشید در گردش آورد جام
شده سوده[1] در نقل دانهای سیم   بجای شکر لعل و دُرّ یتیم
زده طعنه شیرین لبان بر شکر   زده دست کُه پیکران بر کمر
کشان گشته در پای شوخان شنگ   سر زلف شبگون و گیسوی[2] چنگ
مغنی بمالیده گوش رباب   بگردش در آورده ساقی شراب
اثر کرده در شاه و شهزاده می   زده چنگ در نای ناهید نی
شکرخند[3] ترکان آتش عذار   گرفته بکف مجمر زر نگار
بسر بر شده دود دل عود را   زده عود صد طعنه داود را
شراب عقیقین ز بانگ سرود   لب لعل ساقی و آوای رود
ز جان حریفان ربوده قرار   ز دست ندیمان برون برده کار
بتانی کز آتش ندیدند دود   ز گیسو بر آتش فگندند عود
پری چهرگان ساغر مل بدست   سمن عارضان دسته گل بدست
ز هر گوشه سروی خرامان شده   ز هر برج ماهی درخشان[4] شده
بهر جانبی سر فرو برده مست   بیغمای دلها بر آورده دست
بهر گوشه ترک خطائی نژاد   فگنده بچین زلف زنگی نهاد

---

[1] ب ج زده   [2] ج - چو گیسوی چنگ   [3] و - شکر خنده ،

[4] ج - درافشان ،

مهی آتشین چهره ساغر بکف[1]   بتی عنبرین طرّه مجمر بکف
سبک روح ترکانِ نازک میان   شده سرگران از شرابِ گران
بتان مست و در ساغر آویخته   قدح رفته از دست و می ریخته
مهِ ساقی افتاده مست و خراب   برون رفته از چنگِ مطرب رباب
اثر کرده در شاهِ دارا ده می   برآورده گلنارش از باده خوی

۱۲ ب

می از چنگِ نوشین لبان کرده نوش   بچنگ ترنم سرا داده گوش
چو نرگس سر افگنده مست و خراب   شده نرگسِ جادوش مستِ خواب

۱۳ ا

میِ دو ستگانی بکف بر نهاد   بنوشید[2] وانگه زمین بوسه داد
ملک را ثنا گفت و بر پای خاست   روان شد چو سرو خرامنده راست
برون آمد از قصرِ فغفور شاه   که تا رخ نهد سوی آرامگاه
زناگه پدید آمد از پیشِ طاق   بتی چون مه از لاجوردی رواق
بهشتی روان بخشِ طوبی خرام   بهشتی مثال قیامت قیام
قصب پوش ماهی بطلعت چو روز   قصب بسته بر ماهِ گیتی فروز
نموداری از خلدِ عنبر سرشت   برفتار طاؤسِ باغِ بهشت
چمان چون خرامنده سرو چمن   درخشان چو رخشان سهیل یمن
مهش در شبِ تار و آتش در آب   سمن برگ[3] در مشک و در مشک تاب
شکسته سمن عارضِ سیم بر   تبنگِ شکر زرخِ تنگِ شکر
نهاده ز شیرین لبِ جان پناه   نمکدانی از قند بر قرصِ ماه
دو چشمش دو هاروتِ بابل[4] فریب   ربوده ز جادویِ بابل شکیب

---

[1] ب - بدست   [2] ج - بوسید   [3] ل چمن برگ، ار سمن برگ بر مشک و بر مشک تاب،   [4] ب ج، جادو فریب،

تذروی بغبغب مطوق[1] شده / ترنجی ز باغش معلق شده

غزاله غزالی غزل گوی او / هزبران شده صید آهوی او

شبش سائبان بسته بر طرف ماه / زده حلقه برتمه[2] دو مار سیاه

روان گشته آب از چه بابلش / حبش هندوی زنگی مقبلش

دو هندوی پر چینش بر جبین شده / سر افگنده بر جبین و در چین شده

گره کرده بر لاله مشکین کمند / شکسته بشیرین شکر زرخ قند

کشیده کمان بر قمر ابروش / ستاده پریزاد در پهلوش

درخشان[3] دو رخ شان چو شمس و قمر / دُر افشان دو لب شان چو شهد و شکر

برفت از خبر شاه گیتی کشای / برون شد ز دست و در آمد ز پای

بدانست کان سرو گلچهر کیست / بت نوش لب ماه بی مهر کیست

همایون بت روی مه پیکر است / که باوی پریزاد سیمین بر است

چو چشمش بدان حور پیکر فتاد / چو سیمین ستونی ز پا در فتاد

چو بگذشت یک ساعت آمد بهوش / زماهی بر آورد بر مه خروش

ز سودای جانان فغان در گرفت / دل از جان و شیرین روان برگرفت[4]

نظر کرد و در غرفه پیشش ندید / طلب کرد و بر جای خویشش ندید

کله چون مه از مهر بر خاک زد / ز حسرت[5] گریبان خود چاک زد

ز سوز جگر آتشی برفروخت / نهم اطلس سبز چرخی بسوخت

چو آهش برین نه تتق کله بست / طبقهای فیروزه درهم شکست[6]

دلش باز می داد سعدان بسی / که و مهربان تر نبودش کسی

---

[1] ب - مطبق [2] ج - بر بهر دو [3] ج - درخشان و رخشان چو شمس و قمر [4] ا - دل از جان شیرین خود برگرفت [5] ا - حیرت [6] این شعر در ب و ل محذوف است ،

چو سُعدان پیرش بسی پند داد | غریوان بآرامگاه رخ نهاد
چو زلفِ همایون قرارش برفت | ز خونِ جگر آب کارش برفت
بگریه دلِ سنگ را آب کرد | جهاں را ز دل غرقِ خوناب کرد
چو سنبل قدش راستی خم گرفت | ز سیلابِ چشمش زمین نم گرفت

برآمدن پریزاد و همایون بر بام قصر فغفورِ چین و دیدن همایون همای را در بارگاه و عاشق شدن براو

همای همایون چو پر برفراخت | نشیمن بایوان فغفور ساخت
ز کار آگهان خادمے نامور | خبر بُرد سوے همایون مگر
که شهزاده مهمانِ شاه آمدست | عطارد بایوانِ ماه آمدست
پریزاد گفت ای بتِ سیم تن | شہ دلفروزانِ چینِ وختن
بیا تا برآئیم بر قصرِ شاه | تفرج کنیم اندران بارگاه[1]
نهانی نشینیم بر طارمی | بخلوت برآریم[2] باهم دمی
که خورشید شامی شہ می پرست | بیا دِلبت باده دارد[3] بدست
شہ شرق فغفورِ گردون جناب | نشستست بر تختِ افراسیاب[4]
زیکخسروانی که برخاستند | بدینگونه بزمی نیاراستند
همایون چو بشنید برپای خاست | روان گشته چون سرو گفتا رواست
ولیکن نشاید که بیند کسے | کزین معنی[5] اندیشه دارم بسے

---

[1] ا ـ بر بگاه، [2] ج ـ برآئیم، [3] ج ـ آرد، [4] این شعر از متن ج افتاده است، [5] ب ـ مبادا، [6] ج ـ گونه،

۱۳ ب

برفتند باری چو کبک از دره — زدند از حرم خیمه بر پنجره

چه دیدند بزمی چو خلد برین — پُر از ماه رویانِ چون حور عین

خوشان ملک زاده چون پیل مست — برون رفته از دست ساغر بدست

برآورده خوی ماهش از تاب می — ز لعلِ لبش ریخته آبِ می

ز موی[1] مشک بر ارغوان ریخته[2] — بموی دو صد زنگی آویخته

بگرد گل از سنبلش سلسله — زده حلقه بر مشتری سنبله

چو کوهی[3] کمر بسته بر شاخ سرو — بهی[4] شسته لب را چو خونِ تذرو

کله کج نهاده چو فرخاریان — میان تنگ بسته چو بلغاریان

چو مه در برش آسمانی قبا — چو خور بر سرش خسروانی کلاه

دو ابروی مشکینش از دلبری — کشیده کمان بر مه و مشتری

همایون چو آن لاله رخ را بدید — چو لاله دلِ خسته در خون کشید

رخش دیده از دل در آتش فتاد[5] — چو شمع از غمش دل بر آتش نهاد

ز باغِ رخش برگ خیری بُرست[6] — بخونِ جگر برگ خیری بشُست[7]

سهی سروش از غم چو چنبر بماند — چو سروِ سهی دست بر سر بماند

بخیری بدل کرد گلنار را — بخون در نشاند آن دو خونخوار را

دو برگِ گلش گشت زر ریخ پوش — دو جزعش دو دکانِ جوهر فروش[8]

بلولو خراشید عناب را — بفندق تراشید مهتاب را

درست رخش از زرِ جعفری — بصد وجه سرمایهٔ زرگری[9]

---

[1] ج. بهم [2] ب. بیخته [3] ب. چو گوئی [4] ب. بهی شسته،

[5] د. رخش دیده از خون در آتش فتاد، [6] ج. بدست، [7] ج. نشست، [8] و. دو جزعش دو دکان جواهر فروش، [9] این شعر از متن ب ساقط شده است،

ز طارم بخلوت سرا برد و هد — ز یاقوت شیرین روان کرد شهد

پری زاد را گفت کای دلفریب — چه کردی که بردی ز جانم شکیب

به یکدم بر آتش نهادی مرا — به افسوس بر باد دادی مرا

دمم دادی و در دمم سوختی — ز غم در دلم آتش افروختی

رهی پیشم آمد که پایانش نیست — فتادم بکاری که سامانش نیست

بدین غم توم رهبری کردهٔ — ز جانم درین ره بری کردهٔ

ولیکن چه درمان که خود کرده ام — خطا کردم و نیک بد کرده ام

شدم صید شیر افگنی شیرگیر — که از صید شیران ندارد گزیر

همان دم که چون من بدام آمدم — تو گوئی چو ماهی بدام آمدم

چو بر من فگندم ز عنبر کمند — چه افتاد کافتادم اندر کمند

ندارم برون از تو فریادرس — کنونم درین ورطه فریادرس

بفرما که کو ای حبیبم کجاست — چو بیمار گشتم طبیبم کجاست

پری زاد گفت ای بت حور زاد — ز مهر رخت چشم بد دور باد

پری چهره ماهی که دلدار تست — مخور غم که او هم گرفتار تست

منه درد بر دل که دردت مباد — جگر گرمی از آه سردت مباد

که گر مرغ باشد بدام آرمش — وگر صبح گردد بشام آرمش

چو او را جز اندیشه ات پیشه نیست — چه اندیشه داری که اندیشه نیست[1]

چو مشکین سلاسل پریشان مباش — چو مهر از جگر آتش افشان مباش

کنون باده بر کار ما بخت است — که بر جان ما گرد غم بیخت است

بیا تا بمی شاد داریم دل — ز بند غم آزاد داریم دل[2]

---

[1] ب - این شعر ندارد۔ [2] ا - بجای این شعر این بیت دارد - بیا تا بمی دیده روشن کنیم - قدح را گل و خانه گلشن کنیم

می تلخ را جان شیرین نهیم[1] | بتلخی چرا جان شیرین دهیم
خوش آمد بسی سرو آزاد را | نگار ختن شمع[2] نوشاد را
ز گل عارضان جام گلگون بخواست | ز می خون چشمان پر خون بخواست
سمن بر بتان در می آویختند | سمن بوی می اندر قدح ریختند
پری پیکران مجلس آراستند | طرب را فزودند و غم کاستند

خطاب کردن شهزاده همای با شمع و زاری کردن

چو بنشست شمع زبرجد[4] لگن | بپوشید چهره عروس ختن
شه مشتری روشن خورشید رای | سر مهر پرور همایون همای
قد طوبی آسا ز غم خم زده | دمش دم ز دود[5] جهنم زده
ز سودای جانان بجان آمده | با فغان[6] دل در فغان آمده
نهاده یکی شمع سوزنده پیش | سر افگنده چون شمع در پای خویش
شب تار و امیدش از روز نه | بجز شمع هیچش دل افروز نه[7]
چو پروانه افتاد در پای شمع | ز سوزندگی بود[8] همتای شمع
ز بس کز دل خسته آتش فروخت | برو شمع سوزنده را دل بسوخت
چه گویم که آن لحظه چون می گریست | که با شمع می گفت و خون می گریست[10]
که ای تابناک اختر انجمن | سرافراز و گردنکش و تیغ زن

۱۴

---

۱ ب - چون، ۲ ج - دهیم، ۳ ب - شمع دلشاد کہ غلط فاحش است، نوشاد شهریست حسن خیز ۴ ج - شمع زمرد لگن، مراد از مهر درخشان آفتاب است، ۵ ل - دود ای، ۶ ل - دم زده و جهنم زده، ۷ ج - ز افغان دل، ۸ این شعر با یک شعر لاحقه در نسخهٔ ب محذوف شده - ل - شمع صبحش، ۹ ل - مرده، ۱۰ ل - می گفت و هر لحظه خون می گریست ۔

توئی قائم اللیلِ شب زنده دار — گر امشب بمیرم تو شب زنده دار

چو از پای فتادم تو بر پای باش — ببالین من پای بر جای باش

ز سوز جگر تا گریزم چو تو — دمی گر نسوزم[1] بمیرم چو تو

تو آن برق زن بیرقِ بارقی — که شب تا سحر در تبِ محرقی

چو لاله همه خونِ دل می خوری — ازان رو چو سوسن زبان آوری

فروزنده سر فرازنده — درازی بغایت برآزنده[2]

شب افروزِ شب زنده داران توئی — چراغ دل و نورِ یاران توئی

چو از آتشت کارِ دل در گرفت — دلِ آتشین کارت از سر گرفت

بآتش زبانی مده سر بباد — که کار تو با آب چشم اوفتاد

اگر رشتهٔ جان بسوزد[3] ترا — دلِ آتشین بر فروزد ترا

ور از سوزِ دل گوئی آن نکته باز — زبانت ببرّند در دم بگاز

ز سر آتشت در دل و تن زنند[4] — نشانند بر نطع و گردن زنند

مزن دم که وابستهٔ یک دمی — چو در دم بمیری چراغ حرمی

تو آن سر فراز سر افگنده — که سر باختی وین چنین زنده

ترا حکم بر جانِ پروانه هست — که چندینت پروانه در خانه هست

چو پروانه داری بگو روشنم — که در بزمگه میرِ مجلس منم

بپروانه نور از تو گیرد چراغ — ولی هست پروانه را از تو داغ

ترا چون نظر می کنم روشن است — که خونِ سیاوش در گردن است[5]

چو ضحاک گشتی بعالم علم — ولی دم زنی هر دم از جامِ جم

---

[1] ج ـ بسوزم، [2] ب ـ درازی بقامت گدازنده، [3] ج ـ نسوزد، [4] ا ـ زنند، [5] ـ این شعر از نسخهٔ ب افتاده است،

درفشان درفش ابر افراختی — از آتش چرا تاج سر[1] ساختی
تو ضحاکی و مارت از دوش خاست — ولی نیشت[2] از چشمهٔ نوش خاست
مزن دم که خود خون خود میخوری — مکش سر که خود آب خود می بری
چو فرهاد در عشق شیرین بمیر — وگرنه برو ترک شیرین بگیر
چو مجنون بسودای لیلی[3] مباز — چو فرهاد رو جان شیرین بباز
تو کافوری و خادمت عنبر است — عجب جوهری کآتشت در خور است
زنی دم ز خلوت نشینان شام — که بر روی سجاده داری مقام
صوامع پر از گریه و سوز تست — پر از دود و آه جگر سوز تست
ترا تا که در کنج مسجد[4] نشاند — مرقع که دادت[5] که مقراض راند
ریاضت کشی جام نوشین منوش[6] — برهنه روی دلق شمعی مپوش[7]
گر آنی که پروانه می خواندت — که بر روی سجاده بنشاندت
برد گریه و سوز بر خود مبند — بدین گریه و اشک گرمت مخند
گهت می فروشند وگه می خرند[8] — گهت می نشانند وگه می کشند
ترا چون سروکار با آتش است — دل آتشینت با آتش خوش است
گر آتش بجان بازگیری رواست — ور از آتش دل بمیری[9] رواست
کشی خنجر تیز و پوشی کفن — زبان[10] آوری سرکشی بی سخن
گرت ساختند از چه رو سوختند — نگونت[11] کشیدند و افروختند
ترا با خور و خواب نبود سری — مرا از چه[12] پروای خواب و خوری

---

[1] ب - تاج زر، [2] ب - نیش، [3] ج - تو مجنون بسودای لیلی لب باز۔
[4] ج - کنج خلوت، [5] ا - که دادو، [6] ج - بنوش، [7] ب - بپوش و بنوش، [8] ا - می کشند
ب - گهت می فروزند وگه می کشند، [9] ج - بسوزی، [10] ا - زبان آوری، [11] ب - بگویت، [12] ا - مرا با تو

شبم را تو دود افگن دوده‌ئی — که دود افگنم بوده تا بوده‌ئی

چه مرغی که بی بال گیری هوا — ولیکن چو بلبل نداری[1] نوا

اگر پر برآری پرت بر کنند — وگر سر برآری[2] سرت بر کنند

تو آن شب‌نشینی[3] که تا خاستی — زدی راستی را دم از راستی

مگو سر پروانه[4] را پیش کس — که پروانه روشن تو خواندی[5] و بس

شهان را ازان محرمی در حرم — که شب زنده داری و ثابت قدم

گهی دم زکافور و عنبر زنی — که از روشنی لاف جوهر[6] زنی

چه خوش در گرفت است کارت بشام — ولیکن بمیری بیک دم ببام[7]

بشامت کشند و ببامت کشند — وگر سرکشی از سرت[8] برکشند

۱۴ ب

نشانند بر روی نطعت ببزم — کشندت ولیکن بهنگام رزم

ازان تا سحر خون دل می خوری — که با آتش دل بسر می بری

هوا بر سرت زد برهنه مخیز — سرت شد بباد آبرویت[9] مریز

ببازار زارت در آویختند — بکاشانه کشتند[10] و خون ریختند

تو این رشته گرم کی خورده‌ئی — که با رشته عمری بسر برده‌ئی[11]

چه بندی بیک رشته چندین امید — که هر دم بلرزی بیادی چو بید

چو پروانه در پیش میرد ترا — دود اشک و دامن بگیرد ترا

ترا خود سر مهر دانم که نیست — دلت مهربان هم نخوانم که نیست

---

[1] ج - برآری، [2] ل - سر برازی، [3] ل - به نشینی - ج - بدنشینی،
[4] ب - پروانهٔ، [5] ب - خوانی، [6] ب - عبهر، [7] ج - مقام،
[8] ل - ازتنت، [9] ل - آبرو گو مریز - ج - آبرو را مریز، [10] ب - بردند،
[11] در نسخهٔ ب محذوف است،

ولیکن توهم پای بندی چو من | که گریی ودر گریه خندی چو من
دُراز دیده در دامن افشانده | دلی پاک دامن کجا مانده

طلبیدن فغفور چین شهزاده همای را به نخچیر و رفتن همایون با کوکبه تمام بباغ سمن زار نوشاب

درین بود کز گوهرین شمعدان | زبانه زد این شمع آتش فشان
چو زد شمع خاور ز مشرق شعاع | شب تیره را کرد گردون وداع
هوالات سرچشمهٔ نور زد | زمانه دم از گرد کافور زد
درآمد ز در خادمی همچو ماه | شتابان ز ایوان فغفور شاه
که برخیز و منشین بپای و مپای | بلکه کوهٔ خاره سم بر برآمی
که شه عزم نخچیر دارد کنون | بسبزهت زند خیمه از چین برون
شهنشه روان گشت و گفتار راست | چو فرمانِ فغفورِ فرمانرواست
بادهم برآمد چو سلطان شرق | بایوانِ شه رخ نهاده چو برق
زناگه زهر سو برآمد خروش | ز خوبان چین چین درآمد بجوش
زهر سو شتابان پری پیکری | زهر گوشه تابان قمر منظری
برون آمدند از حرم دختران | چو از قبهٔ زرنگار اختران
مه مهربان شاه خوبان عهد | بلکهٔ کوب که کوهه برلست جهد
روان گشته در موکبش مه رخان | چمان در رکابش شکر پاسخان

---

۱ ب ج ـ بر، ۲ ا ـ بلکه کوهه خاره سم سم برآمی، ۳ ب ج ـ که،
۴ ب ’زهر کو‘ ۵ ج ـ اختران‘

کله دار ترکانِ زرّین کمر   کمر بسته برکوهِ سیمین ز زر

قصب پوش خوبانِ شیرین جواب   قصب بسته برگوشهٔ ماهتاب

پراگنده زلفانِ خورشید روی   بچوگانِ شبگون زشب برده گوی[1]

خورآئین نگاران گلچهره چهر   کشیده بآئینِ خور تیغِ مهر

صنوبر خرامانِ لغلطاق پوش   پری وش بتانِ لغلطاق پوش

یکی همچو خور تیغ[2] زرّین بدست   برانگیخته اسپ چون پیلِ[2] مست

یکی همچو گل در کفش دورباش[3]   زاده نعره کز پیش ره دور باش

یکی برقمر[4] بسته مشکین پرند   یکی برخور افگنده شبگون[5] کمند

یکی برسمن سوده مشکِ سیاه   یکی نافه افگنده برطرف ماه

ملک چون بدید آن پری چهر را   مهِ عالم افروزنی[6] مهر را

دلش چون کبوتر طپیدن گرفت   ز مژگان سرشکش چکیدن گرفت

زسودای آن افعیِ پرشکن   بپیچید چون مار برخویشتن

نقیبان برو نعره برداشتند   زهر سو برو دیده بگماشتند

بسی دورباشش که برجان زدند   چو سرگشته گویش[7] بچوگان زدند

که از ره برون شو که راهِ تو نیست   بدین عرصگه[8] جایگاهِ تو نیست

بناکام شهزاده موکب براند   زره پارهٔ پور یک سو جهاند

نه هوشی که تن را بدارد بپای   نه عقلی که هوشش بماند بجای

نه روی که ازوی گزیند کنار   نه راهی[9] که بی روش گیرد قرار

---

[1] ا ـ گوی، [2] ا ـ پیل، [3] ب ـ از کفش نورپاش،

[4] ب ـ برکمر، [5] ا ـ مشکین، [6] ب ـ همان عالم افروزِ بی مهر را،

[7] ا ـ گولش، [8] ج ـ عرصه گه، [9] ا ـ راهی.

(ق ۱۸ اب)

مورت ہے تیری رفیق میری — ہر درد میں ہے شفیق میری

پور[255] کہہ تار اکٹھار ہو بولیں بد بد بول

تجہہ کارن پیو ہوں دیا لجیا گہونگٹ کہول

مل مجکوں کریں ہیں سب نصیحت — گہر بار مین میں ہوئی فضیحت

جس کا ہے بیوگ سے جگر چاک — طعنہ سے نہین ہے اوسکو کچھ باک

تجہہ بن مجھی کوئی اب نہ بہاوے — زخمی ہے شکار کیونکی جاوے ۵

اوروں سے نہیں ہے کام مجکوں — مت بوجہہ نیٹ ہی خام مجکوں

چرچا ہے خلق میں مینت[256] میری — خاموشی ہوئی [رہے] آیت میری

ماباپ کریں ہین نت ملامت — اب لاج کہاں رہے سلامت

کرتی ہوں صدا ای عاشقانہ — گہایل ہوں تیری میں غایبانہ

اب برہ بیوگ کا کھلا باغ — سینہ میں ہوا ہے داغ بر داغ ۱۰

اس عشق سے مجکو دشمنی ہے — ہاں جان سے آمی اب بنی ہے

جو تم سے نہیں ملاپ میرا — ہے پاس سدا خیال تیرا

رہتی ہوں سدا مین گہر میں دلتنگ — دیوار و در[257] سے ہے سدا جنگ

یہ پہول کی سیج ہے بجے خار — ہے نید[258] وہو کہہ مجھ سے بیزار

ہے باغ میرے لہو کا پیاسا — بستی میں رہوں میں نت اوداسا ۱۵

لہرا ہے یہ نیہہ کا سمندر — ہے قید مجھے یہ میرا مندر

یہ سیس کا حال میرا دیکھو — ہر دم یہ خیال میرا دیکھو

(ق ۱۹ الف)

---

[255] مرد عورتین طرح طرح کے بول بول رہی ہین (باتین بنا رہی ہیں) - اسے دیال تیرے واسطے میں یوں گھونگھٹ کھولے پھر رہی ہوں'

[256] مینت = دوست 'محبوب' محبّ (د. Platts)'

[257] درد (اصل)' [258] = نیند'

لگی برہ[259] کی آگ سیس پیر یودہ گئی
جانی لد گئی سیرائی لنکا وُہ رہ گئی

کیا مجکو بیوگ تو ستا دے — اب نون کٹے[260] پہ مت لگا دے
بیر ہار ہین مجھ سے سب لگائی — ماباپ سکھی تمام بھائی
۵ میں گھر میں پھنسی ہوا بند ماہین[261] — مختیار[262] ہے نجکوں بند ناہیں
جو ادے تو قید کن کیا ہے — جانی تیرا کس نے جیو لیا ہے
تو راج پاٹ میں ہے مشغول — تو راگ و رنگ میں رہا بھول[263]
میں پردہ نشین غم سنگاتی — روتے ہی بہا[264] دن و راتی
مدہ پیو تو مست بار بارا — یہ خون جگر[265] مجھے گوارا
۱۰ یہ تخت پہ بیٹھ عشق کرنان[266] — ہے منمیں خیال خام درناں[267]
تجہہ سر پہ دھری ہے راج کی تاج — اس داغ جنوں سے نجکو کیا کاج
ناحق نہ کرو یہ نکتہ چینی — گھر بیٹھ کرو تماش بینی
ٹک صبر نہیں ہے ہاتھ میرے — یہ[268] دل بھی نہیں ہے ساتھ میرے
نقاش لکھیں ہیں سب کی مورت — معشوق و عاشقونکی صورت
۱۵ کہہ کیسے رہوں میں ہائے تجہہ بن — بھاری ہے مجھے اے یار دِ ندن
جانونگی[269] حیات میں دوبارہ — دیکھوں گی جمال جب تمہارا
(ق ۱۹ ب) پابند پڑی ہوں میں پیارے — تو جلد جمال آ دیکھا رے

---

[259] یہ سور نہا حل نہیں ہوا، [260] کئے (اصل)، [261] بند میں،
[262] مختار، [263] پھول (اصل)، [264] گذرا = وزن میں سقم ہے،
[265] بہہ (اصل)، [266] کریاں (اصل)، [267] = دھرنا ـ دریاں (اصل)،
[268] بہہ (اصل)، [269] جانوں کے (اصل)

یہہ[270] باتی جب پنکھہ نے دینی کنور کو آئے
پڑی آوا ی نگر میں منتری دوڑ دھائے

جگ میں پڑی خط کی آوائی[271] — چرچا ہوئی دمبدم سوائی
نامہ کو کنور نے سر چڈھایا — مضمون پڈہا و بہید پایا
جب فاش ہوا دمن کا اسرار — ماتا و پتا ہوئے خبردار — ۵
دونوں کو رفیق خوب دیکھا — آپس میں شفیق خوب دیکھا
دو دیہہ[272] وایک جان پائی — بس ختم ہوئی یہ آشنائی
خلوت کری باپ نے دمن کے — سب بہائی بلائے اپنے تن کے
راجا نے کری جو خلوت خاص — حاضر ہوئے محرمانِ اخلاص
تب راو نے بات یہ چلائی — جو دل میں تہی سو زبان پہ آئی — ۱۰
سنسار کی رسم سے گذرناں[273] — بدنام عبث اپن کو کرناں
وہ گوہر شب چراغ میرا — گل لالۂ سینہ داغ میرا
وہ موتی سیپ بادشاہی — وہ پھول[274] زگلشن الٰہی
وہ نور نین[275] ستا ہماری — ہے اوسکا بچھوہ ہم پہ بہاری
لازم ہے شتاب بیاہ دیناں — جگ کا ہمہ رسم و راہ لیناں — ۱۵
یہہ کہہ کے نجومیاں بلائے — وے پوتہی بغل میں جلد آئے
ہر ہفت ستارہ پر نظر کر — دن ساعت شبہہ[276] کی مقرر — (ق ۲۰ و)

---

[270] جب یہ خط پرندے نے کنور کو دیا۔ تو نگر میں غل مچ گیا۔ اور منتری دوڑا ہوا آیا'

[271] ساقط الوزن' [272] جسم' [273] گذرنا۔ گذسیاں (اصل)' [274] زکالشں (اصل)' [275] تورہین (اصل)'

[276] شبہ'

۴

پوتہی[۲۷۸] کہول شُبہہ دن دیکہا دلس تہہ بتائے
اوہ دیوس اس ماس کے ویو جگ رچائے

ہاں جگ[۲۷۸] کرو بیاہ تم رچاؤ ہر ملک کے راجوں کو بولاؤ !
دل کہول کے جگ کے اہو[۲۷۹] راج پکوان و شیرینی کرو ساج
جب راجہ تمام جمع آویں اور بہوجن بہانت بہانت کہاویں ۵
جنکے تئیں چاہیے رجکنواری ق یعنی یہ دمن ستا[۲۸۰] تمہاری
اوسکے گلے ہار ڈار[۲۸۱] دیوے ایک باغ و بہار ڈال دیوے
سونا ہو وُہ دمن کا راجا اس طور کرو ستا کا کاجا
راجا نے بولائے سب برہمن بیدار[۲۸۲] تہی بیدمان پرفن !
ہر دیس بدیس کو چلا ئیے سب راجکنور نیوت[۲۸۳] بولا ہے ۱۰
پیغام بہار کا سنایا دن تنت[۲۸۴] جشن کا سب بتایا
یہہ رسم قدیم ہند[۲۸۵] کی ہے بیدار تہیا نکی مت یہی ہے
اس جشن کا نام ہے سیمبر عُشّاق کی عید ہے سراسر
معشوق کے حق میں کیمیا ہے عاشق کے تئیں بہت نفا[۲۸۶] ہے
معشوق کہ بے حجاب آوے عاشق کو وُہ آپ ڈہونڈہ لاوے ۱۵
اس حُسن کے عاشقان ہاہی مر دیکہے تئین جو جشن آدیجاہی
جب برہموں[۲۸۷] نے یہہ دی اوائی ہر راؤ و راج کو سنائی (ق ۲۰ ب)

---

[۲۷۸] پوتہی کہولکر شبہہ دن دیکہا۔ اور مناسب وقت بتایا۔ کہ فلان ماہ کے فلان دن جگ رچا دیوے،
[۲۷۸] جگ = feast (Platts)، [۲۷۹] برچ (اصل)۔ اہو = اوہ، [۲۸۰] لڑکی، [۲۸۱] ڈال،
[۲۸۲] ودیارتہی اور بدیاوان، [۲۸۳] Invitation. (Platts)، [۲۸۴] ٹہیک،
[۲۸۵] ہندہ (اصل)، [۲۸۶] = نفع، [۲۸۷] شعر ساقط الوزن ہے۔ برہمنون،

چلنے کا سب ہوں نے ساز کیتاں   اسباب و نقد ساتھہ لیناں

باہمن نے یہہ سندیس نل کو دیا سُنای[288]

موی گیا پہر جیوا اوٹھی پہولا انگ نہ سمای

خوش ہو گیا سُنکے رجکنوارا   سب ساز نیا نیا سنگارا

شیرینی و میوہ کر سرانجام   چلغوزہ و نارجیل و بادام   ۵

پستہ و چرونجی اور چھوہارے   کشمش اخروٹ میوہ سارے

اونٹوں کی قطار لاد دیناں   بجدہی لدا لیا خزیناں

اوجین سے لیکے تا بہ بیدر   تانتا لگا نقد و زر گوھر

بہی عنبر تر و مشک اذفر   اور صندل عود جو کیسر

از عطر گلاب بہگیاں بہر   مہکای دیا جہان سراسر   ۱۰

سو ہاتھی مست سیاہ کروز[289]   سو نیکے بہرے جڑاؤ زیور

سنجاف سمور اور قاقم   قالینۂ نرم پانو ہوں گم !

موتی ٹکیں چادران زرین   چھکڑے بہرے از بریشم چین

عماری سُرخ سب بناتی   فیلاں کے اُوپر وہ جگمگاتی

سب لہد بڈے حریر و دیبا   اور رنگ چڑی جگمگا دین زیبا   ۱۵

بیٹھی ہوئی تسمیں نازنیناں   زیور بھری حور مہ جبیناں

کیا خوب و روپ وے کنیزان   در شہر بکوی سب عزیزان   (ق ۱۲۱ و)

ایک فوج غلام پرنیان پوش   گویا کہ بہار کا اوٹھا جوش

---

[288] ب ۔ برہمن نے یہ سندیسہ نل کو سنایا ۔ تو گویا مرنے کے بعد وہ پھر جی اٹھا ۔ اور اپنے آپ میں پھولا نہ سماتا تھا ۔

[289] کروز = کربرا ؛ کبرا ۔

رنگیں ترنگ[۲۹۰] جنس تازی　　　چوں بادِ صبا بترک[۲۹۱] تازی

ایسے ساج[۲۹۲] بنا کیے گوناں راجکنوار

جے پنکھی کوی پنکھہ دی بھبھ کے بدیار

۵　بروہی[۲۹۳] کو سمن کے پاس لائے　　　معشوق کی بستی پاس آئے

روشن ہوئے نل کے دِدی نِلْ　　　بولن لگا رہنس[۲۹۴] چاؤ بلیناں

دیکھے تو نئے[۲۹۵] ہیں شامیانے　　　ریشم کے طناب کھیچ تانے

پھر چار طرف[۲۹۶] سے درشٹ[۲۹۷] آوین　　　جیوں سورج چاند جگمگاوین

دیوار اور در سبھی لپایا　　　سب شہر کو طاش[۲۹۸] میں مڈہایا

۱۰　کیا حسن کہوں سنوائے یاراں[۲۹۹]　　　سپنی میں نہ دیکھا تو بہاراں

مجموعۂ حسن سب جہان کا　　　کیا حسن کہ نقل آسماں کا

کیا خوب مقام سب سنوارے　　　ٹک دیکھین گویا کہ چاند تارے

اور فرش پر ریشمیں بچھایا　　　آگن میں عجب چمن لگایا

نل آہی اوسی مقام بیٹھا　　　ہاں مور چمن میں جا ہی بیٹھا

زنار گلے منے برا جے　　　پوشاک بدنمیں خوب ساجے

۱۵　گل بیچ جنیئو پرنیاں کا　　　مشتاق جمال اپنے جان کا

(ق ۱۲۱ ب)　دریا ہی برہ کا جوش در جوش　　　دریادِ صنم ولیک خاموش

ہر طرف نگاہ کو چلادے　　　شاید کہ درس[۳۰۰] سجن کا پاوے

---

[۲۹۰] برنگ (اصل)، [۲۹۱] بترک وتازی (اصل)، [۲۹۲] راجکنوار ایسے ساز و سامان بنا کر گیا جس طرح کوئی پنکھی اپنے پروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ دوسرا مصرعہ صاف نہیں ہوا؛ [۲۹۳] بروا= پرندہ (Platts.) آئے دفی الاصل؛ [۲۹۴] شوق کے نغمے گانے لگا۔ [۲۹۵] نئے (اصل)؛ [۲۹۶] ہر چار طرف (النسب)؛ [۲۹۷] ونشٹ (اصل) درشٹ (سنسکرت)، بمعنی نظر آنا مناسب معلوم ہوتا ہے؛ [۲۹۸] تاش = زرتار (Platts.)؛ [۲۹۹] سوای بازاں (اصل)؛ [۳۰۰] دیدار؛

[۲۰۲] افسوس دمن کی بیقراری ۔۔۔ پلپل تھا پری نمن[۲۰۱] کو بھاری
ماڈھی کی دریچی کھول دیکھے ۔۔۔ ہر طرف نگاہ تول دیکھے
جس وقت کیہ درس نل کا پایا ۔۔۔ نازک کے بدن میں جیو آیا ۵
پھول سیج[۲۰۳] بیٹھے دمن نر سکھے دشت لگای
روپ پیاری پیوکا تو ہول ہیسہ نہ اگھای
سب راجہ ورائو آرزو میں ! ۔۔۔ مشغول دمن کی گفتگو مین
کیا جانئے درس کب دیکھاوے ۔۔۔ اب کون پسند اوسکو آوے
کس پر کرے آپ مہربانی ۔۔۔ کس راج ہوئے پاٹ رانی
ہون کس کے نصیب آج بیدار ۔۔۔ پاوے شفا ہم میں کون بیمار ۱۰
آتا ہے درس کا وقت یارو ۔۔۔ اپنے ابھی ساز سب سنوارو
یہہ رخ کے خیال خام منمیں ۔۔۔ دھنکا ئے اگن برہ کی تن میں
ہر ایک برہ سے دل کیا خون ۔۔۔ بیٹھے[۲۰۵] - - - - - -
شان اپنی جدی جدی بتاویں ۔۔۔ بیراگ کا راگ منمیں گاوین
کوئی حسب اور نسب جتاوے ۔۔۔ کوئی نشہ مردمی دیکھاوے ۱۵
دیس اپنا کوئی زبان پر آنے ۔۔۔ ایک اور خزانہ کو بکھانے
پوشاک پر آہی کوئی مغرور ۔۔۔ ایک حسن پی اپنے کوئی مسرور (ق ۲۲ الف)
کوئی کہے فوج مجھہ سے بھاری ۔۔۔ میں سب میں بڑا ہوں راجدھاری
ٹھکرائی کوئی کرے نمودار ۔۔۔ کوئی کرے اپنا شوق اظہار

---

[۲۰۱] پری مثال، [۲۰۲] محل، [۲۰۳] دمن پھول کے سیج پر بیٹھی پیار سے دوست کا روپ دیکھتی تھی۔ دل پھر بھی سیر نہ ہوتا تھا، [۲۰۴] بمعنی رکھ کے، [۲۰۵] بیاض فی الاصل،

کوئی کرے بانکپن نمایاں　　تاج اپنا پیام[۳۰۶] خرچ سامان
۵ ہر ایک نشہ برہ میں سرشار　　کب ہوہے دمن کا ہمکو دیدار
یک بار سے منے مندر پڑا شور　　آتی ہے دمن چلی سبھا اور[۳۰۷]

اوٹلے[۳۰۸] سے نکلی دمن پری روپ جھلکار
مانو سگلی سبھا کوں گئی بیجلی[۳۰۹] پار!

پردہ سے نکل دمن جو آئی　　گہن میں گویا بیج جھم جھمائی
مکھ میں سب بہار لوٹی　　سورج کی کرن صبح میں چھوٹی
ہر آن ہزار غمزۂ تیز　　ہر چشم چو فیل مست خونریز
۱۰ چھٹکای برخ دو زلف کاری[۳۱۰]　　ناگن گویا روپ پر بٹھا ری[۳۱۱]
گھونگٹ تو ادیک[۳۱۲] اٹھای نیناں　　قتل عام سبھا کا مفت کیناں
پھولوں کا لئے وہ ہار در دست　　آوے گویا حور نازنین مست
سندر کی مین چال کیا بتاؤں　　کیا ہنس و کبک کوں لجاؤں
مکھ دیکھ کے پھول سب لجاتے　　تارہی سین شور[۳۱۳] سب چھپاتے
ہر طرف نگاہ کو چلاوے　　تاروں میں گویا کہ چاند آوے
(ق ۲۲ ب) جس جا بہی کنول کھڑا تھا خاموش　　گویا کہ شرابی مست و مدہوش
سایہ تلے سرد کے پیارا　　دہکا تھا برہ کا جیون انگارا
آخر نے نل کا حال دیکھا　　وِس حسن کو بے مثال دیکھا

---

[۳۰۶] شاید "نسپام" ہو۔ یہ لفظ مشکوک ہے، [۳۰۷] اور (بمعنی) = طرف مثلاً 'چاروں اور' بمعنی چاروں طرف، [۳۰۸] پری چہرہ دمن پردے سے نکلی۔ گویا تمام سبھا پر بجلی سی کوندگئی، [۳۰۹] بجلی، [۳۱۰] کالی، [۳۱۱] بٹھا لی، [۳۱۲] پورا۔ بہت سا، [۳۱۳] چمک۔ حسن،

اُس جا ہی اوپر پری نزا داں[۳۱۴] | چھلونت چھلا وہی دیوزا دان
نہی برہ بیوگ میں دمن کے | عاشق تھے شے حسن اس چمن کے
دیکھے تھے دمن کے جب سے نیناں | دیونکوں[۳۱۵] بسر گیا تھا بیناں
نل پاس کہنڈے وے نل کی صورت | ہم چہرہ وقد غمزہ[۳۱۶] مورت

نل کا دہارین[۳۱۷] روپ تین دیو ٹھاڈہی بہٹی
۵ دہی بانان وہی بانگ کہوائی آئیسے کا ڈہی بہئی

ڈیون نے سنی تھی یہ اوائی | ہے نل و دمن کی آشنائی
اس واسطے نل کے روپ بنکر | ہم چہرہ وقد ہم جبین[۳۱۸] آ بن کر
نل پاس بہئے وے آ کے ٹھاڈے[۳۱۹] | گاہک ہو اس ڈہی[۳۲۰] کے گاڈہے
نل ایک دمن نے چار پائے | دیوانہ و بیقرار پائے
۱۰ حیران رہی دیکھ نار چپا تر | سُدھ بدھ بسر گئی سراسر
اب کون جتن کروں الٰہی | کشتی ہوئی کا نہٹہ لگ تباہی
ہیہات کہ کونسا کروں فن | تو فرق پڑے سے بدست دشمن
کیا جانئے کون ان میں نل ہے | کرتار یہہ ہا ی کیا خلل ہے
یکبارگی کہل گیا یہی راز | ازغیب ہوئی دمن کو آواز (ق ۲۳ ل)
۱۵ ہشیار ہوئی دمن بما نی ! | پہچان اہی[۳۲۱] تین تو نشانی
دھرتی پہ وے پانو نان کہادیں | پلکان سے پلک نہیں ملادیں

---

۳۱۴ اصل میں بھی یہ لفظ مشکوک ہے۔ یہ لفظ فیضی ہے، ۳۱۵ دیو و نکو،
۳۱۶ غمرہ (اصل)، ۳۱۷ اس سورٹھا کا معنی شعر ۱۱ ورا میں بیان ہوا ہے۔ دیکھں = دیوں، ۳۱۸ اس مصرعہ کا وزن درست نہیں۔ کوئی لفظ رہ گیا ہے۔ ہم جبین (یا چین چہرہ)، ۳۱۹ کہڑے ہوئے۔
۳۲۰ گاڑہے، ۳۲۱ ایہہ = یہ،

اور[۳۲۲] چہا قہلی تانہہ اونکی جانی — پہچان ای تین تو نشانی
جوقت دمن نے نشٹ کی تیز — پہچان لئے وے فتنہ انگیز
نل کی طرف آئی مُسکراتی — بجلی کی مثال جھم جھماتی ۵۰
ہاتھوں منے پھولوں کا لئے ہار — وہ روپ انوپ اپچھرا نار
نل کے گلے ہار ڈار دینیاں — یک باغ بہار ڈالی دینیاں

لنکٹ کامن کوں[۳۲۳] کر نل گل ڈالا ہار
مانس دانی [دانو] جل بجھے بیٹھ رہے منمار

لیلیٰ نے لیا وُہ اپنا مجنون — مانُس ویری کا دل کیا خون
سس سور بحسن لاڈ بالی ! — جا بیٹھے میانِ چتر سالی[۳۲۴] !
کیا خوب مکان وہ بنایا — رونق میں بہشت سے سوایا
یاقوت و لعل ہیرے دمکیں — موتی سچے آبدار چمکیں ۱۰
وہاں پھولوں کی سیج پر پیاری — جیون ہیر بہوٹ رج کنواری
کیا خوب جمال نازنین کا — مکہہ جیسے کہ چاند چودہوین کا
باحسن خدای داد گوری — دونین گویا کہ کھجن کی جوڑی
جل کھائے رہیں دو زلف ناگن — لٹکائیں دو طرف تا بدامن (ق ۳۲۲ ب)
دانتوں کی جھلک اونک سہاوے — مُسکانین[۳۲۵] نہ بجلی دیاوے ۱۵
نل دیکہہ کے مورچھا[۳۲۶] میں آیا — ناگن ڈسا سو جیو گنوایا !

---

[۳۲۲] فیضی کا یہ مصرع — ہم سایہ بری بود ز جمش (نولکشور ص ۸۵)، [۳۲۳] نازنین اور رعنا (دمن) نے ہار نل کے گلے میں ڈالا ۔ اور آدم دیو سب جل بجھکر من مار بیٹھے ۔ فیضی — آمد سوئے نل بصد تبسم ۔ خون کرد دل پری و مردم ( )، [۳۲۴] چترسالا ۔ نگارستان ۔ تصویر خانہ (Piazza)، [۳۲۵] مسکرانے میں، [۳۲۶] مورچھا میں آنا ۔ بیہوش ہوگیا،

کورہی نے گلاب مکہہ پی مارا ۔ ہشیار ہوا وُہ سرج کنوارا
اب چاند سورج کی ہے لڑائی ۔ ہے حسن کی فوج کی چڑھائی
اب دیکھیئے کون امیں ہارے ۔ تلوار ہو نچلے کون مارے
پر[۳۲۷] فوج دمن کی بے شمارا ۔ ہے اکیلا ہا ہی نل بچارا
رغنواں گلے پاگ کیس کارے ۔ دشنی کو کنور کے سب ہنکارے ۵
ابرو کی کمان پلک چون تیر ۔ دو نین وے فیل مست گہنبیر[۳۲۸]
دمن[۳۲۹] بیچ نالک کھرک کو نل تو کھار
برہ کنبہ میں مل گیو نل تو رہو سنہار
نل[۳۳۰] راؤ کہ رستم زمانہ ۔ جا سی جھکا جلد پر نشانہ
اسی وار سنبھال رجکنوارا ۔ گڑھ جیت لیا برہ کو مارا
جس وقت کہ جنگ ہوی بیتی ۔ سس سور ہنسے وصلح کیتی ۱۰
چلنے لگا مدہ کا اب پیالا ۔ کیا نقل کہوں کہ تر نوالا
ہر طرف شمع کی روشنائی ۔ اور نیہہ کی دمبدم چڑھائی
گل باہنہ دو پر کھہ نار بیٹھے ۔ دو پہول وے نو بہار بیٹھے
ہنس ہنس کے کریں رہس کہنیاں ۔ اور لاگ رہے نین سے نیناں (ق ۲۴ الف)
اس طور سے رات سب[۳۳۱] بہائی ۔ تب صبح نمود ہونے آئی ۱۵
جو مال تھا نل نے سب لٹایا ۔ معشوق لیا جہیز پایا
رخصت ہو راج سے پیارا ۔ گرجن لگا کوچ کا نقارا

---

[۳۲۷] شعر مشکوک ہے۔ رغنا = کمر، پاگ = پگ = قدم، کیس کارے = کالے بالے،
[۳۲۸] گہری، [۳۲۹] ص نہیں ہوا، [۳۳۰] [۳۳] نشہ = ایہہ،
[۳۳۱] گذاری،

زر نقد و جنس بے شماراں   ہستی[۳۳۲] و ترنگ صد ھزاراں
چیلے و کنیز روپ سُندر   ایک حسن کا لے چلا سمُندر
اوجین نگر میں آ براجا   محبوب و مال لیکے راجا
یہاں آمی درپ بہت لوٹایا   اپنے تئیں نیک یوں کہایا
۵ پھر راج و پاٹ کوں سنبھارا   کرنے لگا عیش رجکنوارا
معشوق سدا ئیں کے آگے   سوئے ہوا[ئے] بخت اُنکے جاگے

راج پاٹ سکھہ سُپنیت[۳۳۳] اور منموہن ہار
کنور نچیانت رہے میا کرہی کرتار

اس بہانت برس کٹی گذارے   غلبا کیا پھر جنوں نے بارے
سودا سے ہوا جو نل دیوانا   بسراوہ تمام کارخانا
۱۰ ہاں عشق نے پھر[۳۳۴] کر جوش مارا   اب راج و پاٹ سب بسارا
وہ حسن جمال سب گنوایا   سودا سے تمام تن جلایا
ابتر ہوا کاروبار سارا   بن شمع ہوا مندر[۳۳۵] اندھیارا
(ق ۴۴ ب) مل بید و طبیب اور سیانے   از دیس بدیس جمع آنے
جتنا کہ کیا علاج نل کا   غلبا ہوا سودی[۳۳۶] اور خلل کا
۱۵ لاچار ہو سر پی داغ دیناں   جبکایہ؟[۳۳۷] کیا مریضنے کیناں
مجنوں ہوا عقل سب گنوائی   کی ایسی جنون نے چڑہائی
چھوٹا تھا کنور کا ایک بھائی   اس داؤ میں گھات اُدن لگائی
نل سے کہا اے پیارے بھائی   منمیں میرے آج ایسے آئی

---

۳۳۲ ہاتھی،   ۳۳۳ خالص (صفت ہے سُکھ کی)،   ۳۳۴ از سرِ نو،
۳۳۵ گھر،   ۳۳۶ سودا،   ۳۳۷ یہ لفظ مشکوک ہے،

چوپڑ کا کریں جو شغل پیارے — بسرے تجھے غم ایک[۳۳۸] بارے
پر گنج ہے آج نل تمہاری — بازی بد و ہم سے آج ساری
نل نے کہا ای عزیز از جان — میں تجھکو کیا ہے پال[۳۳۹] پروان
بہتر ہے جو یہہ جنون جاوے — ٹک نہیں میرے ہلاس[۳۴۰] آوے
کہیلن لگے سار اور پاسا — نل کا لیا جیت گنج خاصا ۵

پہل کے پانسے سار کے درب ملک لیو جیت
راج پاٹ سب لے لیو نل کو کیو بدیت[۳۴۱]

گہنا بی[۳۴۲] دمن کا پچھہ نچھوڑا — سب ملک میں وے دیا ڈھنڈورا
ہاں دیس سے نل کو اب نکالو — بوسے[۳۴۳] کو کسی دسا میں ڈالو
اکٹھا ہوا سب کنور کا لشکر — تلوار برہنہ کی سراسر
نل کے تئیں مار مار کیناں — اوس ملک سیں جلد کاڈھ دیناں ۱۰
روتا چلائی جو نل بچارا — رونے لگا دیکھہ ملک سارا (ق ۲۵ ل)
کوئی نہوا کنور کا ساتھی — پر رانی دمن ہوئی سنگاتی
جو پاؤں زمین پر ندہارے — گہایل ہوئے کنکروں کے مارے
کانٹوں سے پھٹے تمام دامن — رووے رکت[۳۴۴] آہ مار کامن !
پانہوں میں پڑ گئے پھپھولے — جنگل و پہاڑ کہوند ڈالے ۱۵
افسوس پڑا جہانمیں بہاری — رووین سبہی پر کہہ اور ناری
نل اور دمن کہیں الہی — یہہ کیسے نین ڈال دی تباہی

---

[۳۳۸] بازی (فی الاصل)، [۳۳۹] مال و پرواہ (فی الاصل)، [۳۴۰] خوشی،
[۳۴۱] Fitness to be killed (Platts)، [۳۴۲] بی، [۳۴۳] باورا،
[۳۴۴] خون، [۳۴۵] پاؤں،

تب راج دیاٹ تھا ہمارا — اب ہمکوں دیا ملک نکارا[۳۴۶]
چنڈ ہنے کو ترنگ اور ہاتھی — اور فوج تمام ملک ساتھی
اب پانو برہنہ ہم بھکھاری — کس کو پڑی ہی فکر اب ہماری
تب پھول کی سیج تھی میتسر — اب تن میں چبھے[۳۴۷] زمین کنکر
نت بہانت کے میوے ہم نکھاتے — ڈھونڈے کہیں جو بھی اب نہ آتے ۵

اب اوجار نس اندھیری کریں بیت کے بین
سس دھونین اور کر ملیں[۳۴۸] بھر بھر آوین نین

جنگل میں پڑے وہ یار جانی — دن تین ملا نہ اَن پانی
فاقہ ہوئے تین نازنین پر — لاچار تھکی گری زمین پر
نل نے کہا اے رفیق جانی — ہے تجکو کمال ناتوانی
جاتا ہوں اگر شکار پاویں[۳۴۹] — تجھ واسطے اب شتاب لاویں (ق ۲۵ ب)
وہاں پنکھ پڑا[۳۵۰] نظر اکیلا — نل دیکھ کے پنکھ اور کھیلا
نزدیک رہا جو وہ پریوا — جامہ کو کنور نے کاڈھ لیوا
اس پنکھ پی کاڈہ ڈال دیوا[۳۵۱] — اور پنکھ ہوا کا راہ لیوا
معہ جامہ کرے جو پنکھ پرواز — دونا کیا نل نے رنج[۳۵۲] آغاز
تگدد کر ہی جانور نہ پایا — تن رہا جامہ بھی گنوایا ۱۵
دھرتی پی پٹک کے سیس رووے — رو رو کے نماناں جیو کھووے
وہ چہرۂ سرخ ارغوانی — فاقوں سے ہوا جو کیسرانی

۳۴۶ ملک نکالا، ۳۴۷ چبھے، ۳۴۸ ہاتھ،
۳۴۹ یعنی پاوُں، ۳۵۰ پرا (فی الاصل)، ۳۵۱ = دیا اور دوسرے مصرع میں لیا، ۳۵۲ سعی، تکلیف، تنگ کرنا،

اودیان[353] میں اور کچھ نپایا — لاچار ہوانت کھنگیس[354] کھایا

رورو کے کہا دمن سے دیکھا — جا ما بھی گیا بد نسے دیکھا

یہہ پھول بہی بہارِ عشقست — یہ نشہ دیہہ[355] خمارِ عشقست

یہہ لیکھہ[356] میرے لکھی تہی خواری — راجہ سے کہا یا اب بھکھاری

جنگل نے چھوبہائے[357] پاؤں میں خار — پربت رہے مجہ پی کھینچ تلوار ۵

ان جل میں نہ بھوجناں تن پہ رہا نہ چیر

سورج چڈہا انگارن سے دہا دہا میری سر پر

اس بہانت سبہی بپت گنہیری — تے ایک برچہہ[358] کے اورہیری

سو رُوکھہ[359] ندی کے تھا کنارے — اوس چہانہہ[360] بیٹھے بپت کے مارے

از ماندگی اور ناتوانی ! — ٹک سوئے گئے وے راؤ رانی (ق ٢٦ الف)

سو اوتھہ کے ندی کے کانٹھہ آئے — مچھلی موئی پائیں کہل کھلائے ١٠

نل نے وے او ٹھائی دونوں ٹھہی — بہو کہے تھے کیا شکر الٰہی

لے دہو دمن دہوون لے تو — ایک آپ لے ایک مجکو دے تو

ٹک[361] خاک بدنکی میں اُتارون — اشنان کرون بدن سدہارون

نل جلدی سے نہانے کون سدہارے — مچھلی رکھیں دہو دمن نے بارے

جِک مکرم میں آگ اون لگائی — مچھلی کے بدن میں جان آئی ١٥

نہیں[362] سُست لگا بدن کو پانی — وو کود ندی میں جا چہپانی[363]

---

[353] او دھیان یا اودیان یا اودان (Platts .) [354] کہاگ = کاگ،

[355] نشہ دہ ۔ نشہ دینے والا، [356] لگہ (فی الاصل)۔ [357] چبہائے، [358] درخت،

[359] درخت، [360] چہانوں ۔ جانہہ (فی الاصل)، [361] = جاکر (Platts .)،

[362] نہیں (فی الاصل)، [363] بنایا گیا ہے ۔ جہانی (فی الاصل)،

اب سوچ کیا دمن نے منمیں — پھر نیر لیا ہی دو نین میں
نل کے تئیں کیا جواب دونگی — پوچھے گا وُہ ہای کیا کہون گی
نہا کر کے کنور شتاب آیا — پھلی کا نشان بھی نپایا
منمیں کہا بھوکہی تھی پیاری — ہاں کہا ئے گئی وہ بھوکہہ ماری
نل نے نہ کہا ولیک ناری — مرہی تو گئی شرم کی ماری
لوٹنت تلی نوا ئے نینان — کرنے لگی پھلیوں کے بیان
پھلی کی ساری کتھا کنتھہ دئی سنائے
مل راجا رانی روسے دہی دہی دہائے
نل دل میں بہت ہی گھبرایا — آخر کو یہ بات دلمیں لایا
سُن سُن اری اے دمن پیاری — دلدار شفیق رجھکنواری
معشوق ہمیشہ بے وفا ہے — شاباش تجھے کہ باوفا ہے
تو رجھکنوار نازنین ہے — تو حُور سرشت مہ جبین ہے
دوکہہ میں بھی رہی نہیں نیاری[۳۶۵] — ہر چند تو باوفا ہے پیاری
اب ساتھ مرے تو خوار مت ہو — حیراں اری گلعذار مت ہو
لازم ہے تجھے اری اے کامن — ماباپ کے جا ہی لاگہہ دامن
ہے محکوبت اگرچہ بھاری — مارے ہے بپت مجھے تمہاری
جا بیٹھ پتا کے پاس سُکہہ سے — کیا کام ہے تجکو جان دوکہہ سے
تو پردہ نشین مکان میں رہ — جا لعل تو اپنی کہان[۳۶۶] میں رہ
جیتا ہوں تو پہر ملوں گا پیاری — نا نہین تو ہے الوداع ہماری

(ق ۲۶ ب)
۱۰
۱۵
۱۰

---

[۳۶۴] شوہر۔ محب (Platts) ؛ [۳۶۵] جُدا = پیاری (فی الاصل) ؛
[۳۶۶] پیا (فی الاصل) ؛ [۳۶۷] = کان ؛